

سوانح مجاہدِ ملت

حضرت مولانا

غلامِ عفویت ہزاروی

تالیف

عبدالقیوم حقانی

ناشر

القاسم ایڈمی جامعہ ابھریہ

تذکرہ و سوانح، تحصیل علم و تکمیل، خدمتِ علم و تدریس، دعوت و جہاد، شخصیت و کردار، اخلاص و للہیت، صبر و استقامت، فقر و ایثار، خوش طبعی و لطائف، روحانی مقام اور ادو و طائف، فرقِ باطلہ کا تعاقب، قادیانیت، شرک و بدعت اور روافض کا رد، تحریک ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار، قومی و ملی اور سیاسی خدمات، اور سفرِ آخرت کی ایمان افروز

داستان

سوانح مجاہد ملت

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ

..... تالیف

مولانا عبدالقیوم حقانی

تذکرہ و سوانح، تحصیل علم و تکمیل، خدمت علم و تدریس، دعوت و جہاد،
شخصیت و کردار، اخلاص و لائبیت، صبر و استقامت، فتنہ و ایثار، خوش طبعی، اطمانف،
روحانی مقام، اوراد و وظائف، فرق باطلہ کا تعاقب، قادیانیت، شرک و بدعت
اور روافض کا رد، تحریک ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار، قومی و ملی اور سیاسی خدمات اور
سفر آخرت لی ایمان افروز داستان

ناشر

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد، پاکستان

2005-

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

سوانح حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ	-----	نام کتاب
مولانا عبدالقیوم حقانی 84653	-----	تالیف
گل رحمن، جان محمد جان، اراکین القاسم اکیڈمی	-----	کمپوزنگ
227 صفحات	-----	ضخامت
1100	-----	تعداد
ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ / اگست ۲۰۰۳ء	-----	تاریخ طباعت اول
ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ / جنوری ۲۰۰۵ء	-----	تاریخ طباعت دوم
90 روپے	-----	قیمت
القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد نوشہرہ	-----	ناشر

ملنے کے پتے

- ☆ صدیقی ٹرسٹ، صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس 458 گارڈن ایسٹ، نزد سبیلہ چوک کراچی
- ☆ مولانا سید محمد حقانی، مدرس جامعہ ابو ہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ
- ☆ کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی
- ☆ مکتبہ سید احمد شہید، ۱۰ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
- ☆ زم زم پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی
- ☆ مولانا خلیل الرحمن راشدی صاحب، جامعہ ابو ہریرہ، جنوں موم ضلع سیالکوٹ
- ☆ اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے



فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۲	تذکرۃ الاساتذہ	۱۱	انتساب
۲۳	شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ	۱۳	حرفِ آغاز
۲۴	مولانا انور شاہ کشمیریؒ	۱۷	ہدیہ سپاس و تشکر
۲۵	مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ		
۲۶	مولانا حافظ محمد احمدؒ	۱۹	باب ۱
۲۷	مولانا مفتی عزیز الرحمنؒ		نسبی شرافت، تحصیلِ علم، تذکرۃ
۲۷	مولانا شبیر احمد عثمانیؒ		الاساتذہ اور حضرت شیخ الہندیؒ کی
۲۸	مولانا محمد براہیم بلیاویؒ		زیارت و ملاقات
۲۹	مولانا رسول خانؒ		
۲۹	شیخ الہندیؒ کی زیارت	۱۹	نسبی شرافت
۳۱	باب ۲	۲۰	خاندانی پس منظر
	خدمتِ علم و تدریس، علمی قابلیتیں	۲۰	حضرتؒ کے والدین
	تنظیمی صلاحیتیں اور دعوت و جہاد	۲۱	ولادت
		۲۱	غلام غوث کی وجہ تسمیہ
		۲۱	ابتدائی تعلیم
۳۱	علمی اور تنظیمی صلاحیت	۲۲	دینی تعلیم

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۴۱	پیکر زہد و قناعت	۳۲	علمی قابلیت اور عربی میں تقریر
۴۱	چندے کا نذرانہ واپس کر دیا	۳۲	مکمل عربی قصیدہ سنایا
۴۱	حزم و احتیاط	۳۳	دارالعلوم دیوبند میں تدریس
۴۲	تقسیم بھی اور تبلیغ بھی	۳۳	عظیم محدث و مفسر
۴۲	دال روٹی	۳۳	مولانا قاری محمد طیبؒ کی گواہی
۴۳	ڈی سی کو اپنے پاس بلایا	۳۴	حضرت ہزاروٹیؒ بحیثیت مفتی
۴۳	جماعتی کام اخراجات میں احتیاط	۳۴	دینی مدرسہ کا قیام اور تدریس
۴۴	وہ کیا زندگی جو مٹی اور گارے	۳۴	عظمت و مقام
۴۴	کی نذر ہو جائے	۳۵	تدریس سے دعوت و جہاد
۴۴	بے تکلف زندگی		
۴۵	پیکر صبر و شکر		
۴۶	ایسی زندگی پر بادشاہی قربان	۳۶	باب ۳
۴۷	حضرت کاڈرائنگ روم		شخصیت و کردار زہد و قناعت اور
۴۷	لباس اور بریف کیس		جرات و بہادری
۴۸	اعتماد کو ٹھیس پہنچایا		
۴۸	عمدہ کپڑا ادا دے دیا	۳۷	محاسن اخلاق
۴۹	ایک روٹی اور آدھ پاؤدھی کی لسی	۳۷	عسرت و فقر
۴۹	قاتلانہ حملہ نا کام بنا دیا	۳۷	چاندی کے دو سو روپے
۵۰	رسم و رواج اور بدعات کے		جب دو روپے آگئے تو ٹھہرانا
۵۰	خلاف جہاد	۳۸	لازمی ہو گیا
۵۱	بدعتی پیر کا قلع قمع	۳۹	رقم آئی چائے کا انتظام ہوا
۵۲	مولانا صفدر کی شہادت	۴۰	لاٹ سے اجتناب چاہت پر اکتفا

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۶۷	تواضع کی انتہا	۵۳	جرات رندانہ
۶۸	لسی پر گزارہ اور اوڑھنی کا ایثار	۵۴	کمال جرات
۶۹	ایثار کا ایک دلچسپ واقعہ	۵۵	اسلام اور غلامی
۷۰	انسانیت سے ہمدردی	۵۶	فنائیت و بے نفسی
۷۳	اپنے خدام کی خدمت	۵۶	کام کے آدمیوں کی تلاش
۷۴	خودداری	۵۷	مومنانہ بصیرت
۷۵	پکتے نہیں ہم فقیر لوگ		
۷۶	حفظِ امانت کا حیرت انگیز واقعہ	۶۰	باب ۴
۷۷	ایامِ بیض کے روزوں کا اہتمام		اخلاص و للہیت، صبر و استقامت
۷۹	امیر شریعت سے بے تکلفی		خوش طبعی و لطائف، فقیری
۸۱	ہزارہ کے حکیم حاذق		و درویشی اور ایثار و ترجیح
۸۱	خوش طبعی حاضر جوابی		
۸۱	نکتہ آفرینی		
۸۱	شیعہ مجتہد بھاگ نکلا	۶۱	کتنے بے غرض لوگ تھے یہ
۸۳	لفظِ مُلّا کا دفاع	۶۲	سردی کی رات ایک چادر میں
۸۳	حاضر جوابی	۶۳	بستر مہمانوں کے لئے وقف
۸۴	انگریز کا گرم خون	۶۴	دال چنا رغبت سے کھایا
۸۴	وکیل نے فیس لی اور تیاری نہیں کی	۶۵	خشک روٹی
	باب ۵	۶۵	پرانی روٹی مزے لے کر کھائی
۸۶	روحانی مقام، تزکیہ اور احسان	۶۶	یتیموں کی فکر
		۶۶	آدھی رات اور یتیم کے سر پر ہاتھ
۸۶	تصوف و سلوک کی حقیقت	۶۷	کسبل بچ دی

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۰۳	وسعتِ رزق	۸۷	حضرت تھانویؒ کا ارشاد
۱۰۳	قرض سے چھٹکارا حاصل کرنے کا وظیفہ	۸۸	مولانا محمد زکریاؒ کا ارشاد
۱۰۳	سختی اور گھبراہٹ دور کرنے کی دعا	۸۹	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا ارشاد
۱۰۴	جسم کے ہر درد کی دعا	۸۹	مرشد کی ہدایات پر عمل
۱۰۴	ہر آفت سے بچنے کی دعا	۸۹	بیعت کا مقصد
۱۰۵	نظر بد کی دعا	۹۱	روحانیت کا اصل اور مطلوب
۱۰۵	نیند میں ڈرنے کی دعا	۹۲	سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مجاز تھے
۱۰۵	صبح و شام کی دعا	۹۳	غیبی اشارہ
۱۰۶	دعائے حاجت	۹۳	غلامِ غوث کو رقم کی ضرورت ہے
۱۰۷	ابو مغلط انصاریؒ کی دعا اور اس کا اثر	۹۳	سونانہ بنانا
۱۰۸	دشمنوں اور آسیب سے حفاظت کی عجیب دعا	۹۴	کیوں اب تسلی ہوگئی؟
۱۰۹	صبح و شام کی قرآنی دعا	۹۵	پیشن گوئیاں پوری ہوئیں
۱۰۹	مسجد میں داخل ہونے کے وقت	۹۶	فراستِ ایمانی
۱۱۰	مسجد سے باہر نکلنے کے وقت	۹۷	صوفی باصفا
۱۱۰	وضو کرتے وقت کی دعا	۹۷	شانِ قلندرانہ
۱۱۰	وضو سے فارغ ہو کر	۹۹	باب ۶
۱۱۱	بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت		اور ادو وظائف، معمولات اور
۱۱۱	بیت الخلا سے فارغ ہو کر		افادات
۱۱۲	سوتے وقت کی دعا		غموں اور مصیبتوں سے نجات
۱۱۲	جاگتے وقت کی دعا	۱۰۲	کا سریع التاثر وظیفہ

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۲۲	دشمن کے شر سے بچنے کے لئے	۱۱۲	سوتے وقت کے دیگر کلمات
۱۲۲	کھانا کھانے کی دعا	۱۱۳	سوتے وقت کا ایک اور عمل
۱۲۲	عیادت کی دعا	۱۱۴	آیت الکرسی پڑھنا
۱۲۲	دوسری دعا بیمار پرسی کی	۱۱۴	کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر
۱۲۳	قیامت میں خوش ہونے کی دعا	۱۱۵	آئینہ دیکھتے وقت
۱۲۳	ہدیہ دینے والے کے لئے دعا	۱۱۵	بازار میں جاتے وقت
۱۲۳	حضور ﷺ کی زیادہ تر دعا		پسندیدہ اور ناپسندیدہ چیز
۱۲۳	ایک عجیب دعا	۱۱۶	دیکھنے کے وقت
۱۲۴	مصافحہ کے وقت	۱۱۶	چاند دیکھتے وقت
۱۲۴	قبرستان میں جانے کی دعا	۱۱۷	چڑھائی کے وقت تکبیر کہنا
۱۲۴	پہلی دعا	۱۱۷	اچھایا برا خواب دیکھنے کے وقت
۱۲۴	دوسری دعا	۱۱۸	رعد و بجلی کے وقت
	السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ	۱۱۸	تیز ہوا چلنے کے وقت
۱۲۴	کی فضیلت	۱۱۹	سفر پر رخصت کرتے وقت
۱۲۵	عافیت دارین کی دعا	۱۱۹	جہاز یا کشتی پر سوار ہونے کی دعا
۱۲۵	سب سے افضل و پیاری دعا		کسی سواری پر چڑھنے کے
۱۲۶	نورانی دعا بعد سنت فجر	۱۱۹	وقت کی دعا
۱۲۸	برا خواب دیکھنے کے وقت	۱۲۰	اولاد کے لئے دعا
	دنیا اور آخرت میں انجام بخیر	۱۲۰	مباشرت کے وقت کی دعا
۱۲۹	ہونے اور رسوائی سے بچنے کی دعا	۱۲۱	گھر میں اندر جانے کی دعا
	اللہ تعالیٰ کی محبت اور نیک بندوں	۱۲۱	گھر سے نکلنے کی دعا
۱۲۹	کی محبت کے لئے دعا	۱۲۱	مجلس سے اٹھنے کے وقت

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۳۷	میدان کس کا اور جیت کس کی	۱۳۰	عرش کے خزانوں میں سے ایک
۱۳۸	فتنہ خاکسار	۱۳۰	خدا تعالیٰ کے ہاں محبوب کلمات
	ہندو سکھ کا کھانا کھالیتا ہوں	۱۳۰	دعا استخارہ
۱۳۹	لیکن خاکساروں کا نہیں	۱۳۲	اسم اعظم کا بیان
۱۵۰	یہ بیٹھے میرے آزمائے ہوئے ہیں	۱۳۶	اسم اعظم کو پوشیدہ رکھنے کی حکمت
۱۵۲	ایک پر لطف تماشہ		ہر شب شب قدر است
۱۵۲	ایک معرکہ الآرامناظرہ	۱۳۷	اگر قدر بدانی
۱۵۸	فتنہ مودودیت	۱۳۷	امام ابن تیمیہ کی جامع دعا
۱۵۸	شمشیر بے نیام		اسم اعظم کے ساتھ
۱۵۹	مودودی کے باطل نظریات	۱۴۰	باب ۷
۱۶۰	اسمبلی میں مودودیت کا تعاقب		فرق باطلہ کا جرأت مندانہ
۱۶۰	زندگی بھر کی مساعی کا ہدف		تعاقب
۱۶۱	مودودیت مرزائیت ایک ہیں		
۱۶۱	رد مودودیت تمام توجہات کا مرکز	۱۴۱	۱۔ فتنہ قادیانیت
۱۶۲	مودودیت سے نفرت کی انتہا	۱۴۲	۲۔ فتنہ رافضیت و خارجیت
۱۶۳	جان بچی سولا کھوں پائے	۱۴۲	۳۔ ہزاروں گنا بڑی جیت
۱۶۳	قاتلانہ حملہ	۱۴۳	دفاع صحابہ اور جرأت رندانہ
۱۶۴	مخالفین کی ایک بدترین کمینہ حرکت	۱۴۳	دفاع صحابہ اور امام حرم کی توثیق
۱۶۴	ایک پیشن گوئی جو سچ ثابت ہوئی	۱۴۶	گدوال کا بارہ امام
۱۶۵	ایک اور پیشن گوئی	۱۴۷	شرک کے مراکز زمین بوس

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۷۸	یوسف خان کا کردار	۱۶۶	باب ۸
۱۷۹	لاہور سے باہر نکلے		تحریک ختم نبوت میں مجاہدانہ
۱۸۱	زیارت رسول کی سعادت		کردار
۱۸۳	روپوشی اور ظہور		
۱۸۳	انگریز جج کی عدالت میں	۱۶۷	مرزا بشیر الدین محمود کی سازش
۱۸۵	جواب محضر نامہ	۱۶۷	حضرت ہزارویؒ میدان مبارزت میں
	خلیفہ ربوہ نے ممبران اسمبلی کی		زین العابدین موت و حیات
۱۸۶	توہین کی ہے	۱۶۸	کی کش مکش میں
۱۸۶	مرزائیوں کو جواب	۱۶۹	قادیانیت کے زہر کا تریاق
۱۸۷	وحی کا دروازہ بند ہے	۱۶۹	مولانا ہزارویؒ کا سٹیج پر قبضہ
۱۸۷	قادیانی مسلمان نہیں	۱۷۰	حضرت ہزارویؒ کی کرامت
۱۸۸	مقام خاتم النبیین ﷺ	۱۷۱	صوابی میں مرزائیت کا قلع قمع
۱۸۸	ناصر احمد کو چیلنج	۱۷۲	ادھر آستم گر ہنر آزمائیں
۱۸۸	مرزا صاحب کون ہیں؟ کیا ہیں؟		ہوئے مر کے ایسے رسوا کہ ملی
۱۸۹	دعویٰ خدائی کی تمہید	۱۷۳	نہ جا لحد کی
۱۸۹	حماقت کی انتہا	۱۷۴	خان عبدالغفور خان کے تاثرات
۱۹۰	غیر مسلم اقلیت بل	۱۷۴	مرزائیوں کو نماز جنازہ سے نکال دو
	وزیر اعظم بھٹو سے ملاقات اور	۱۷۵	مرزائیوں پر زمین تنگ کردی
۱۹۳	اتمام حجت	۱۷۶	جرات و بے باکی کی نادر مثال
۱۹۳	بھٹو پر سکتہ طاری ہو گیا	۱۷۶	۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت
۱۹۳	بھٹو قائل ہوا اور شریک عمل بھی	۱۷۷	ہزارویؒ کو گولی مار دو

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	
۲۱۵	آخری سفر	۱۹۶	باب ۹ دینی، ملی، قومی اور سیاسی خدمات	
۲۱۶	صیتیں اور کلمہ طیبہ کا ورد			
۲۱۶	قبلہ رخ ہو کر بارگاہِ قدس میں پہنچ گئے			
۲۱۷	بعد الوفات رخ انور			
۲۱۷	روضہ اطہر کی خاک پاک	۱۹۸	جمعیۃ الطلاب کا ایک دورہ کانگریس میں شرکت غلامی کا مسئلہ عالمی قوانین مسلمان کی تعریف قومی زبان	
۲۱۸	آخری دیدار	۱۹۹		
۲۱۹	ایک عجیب واقعہ	۲۰۲		
۲۲۰	مولانا سمیع الحق کانٹری مرثیہ	۲۰۶		
۲۲۰	قافلہ حق و صداقت کے	۲۰۷		
۲۲۰	آخری سپاہی	۲۱۰		
۲۲۱	فرق باطلہ کا تعاقب			
۲۲۲	اخلاص، جوشِ عمل اور سوزِ دروں			
۲۲۳	ہر صبح سفر و ہر شام سفر	۲۱۲		باب ۱۰ سفر آخرت کی روئیداد
۲۲۴	مترفین اور ضنادید پر یلغار			آخری ایام میں پنڈی کا سفر اکابر و احباب سے ملاقاتیں آخری آٹوگراف آخری تقریر انس نکلنے کی سہولت
۲۲۴	ایوانِ حکومت میں اعلانِ حق	۲۱۳		
۲۲۵	ایک نادر و نایاب خوبی	۲۱۳		
۲۲۶	دیاریلی کی باتیں	۲۱۴		
۲۲۶	اکلوتا بیٹا، ناموس رسالت پر	۲۱۴		
۲۲۶	قربان کر دیا	۲۱۵		

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتساب



پیر طریقت، درویشِ خدا مست، مردِ قلندر، خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مدنی، حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی کے نام جن کی زبردست تحریک، مساعی، اصرار، حکم، بھرپور توجہ اور پرسوز دعاؤں کی بدولت ربّ ذوالجلال نے یہ تاریخی سوغات مکمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائی۔ اللہ پاک حضرت دامت برکاتہم کا مبارک سایہ ہم پر صحت و عافیت کے ساتھ تادیر قائم رکھے۔ آمین۔

عبدالغنی صفانی

مولانا غلام غوث ہزارویؒ

<☆☆☆>

نام اُس کا ملت بیضا کے پروانوں میں تھا
 وہ بہر صورت عظیم الشان انسانوں میں تھا
 ولولہٗ اسلاف کا اس کے رگ و پے میں رواں
 خواجہ بطحا کی عزت کے نگہبانوں میں تھا
 جادہ و منزل کی ہر نصرت تھی اس کے ہمرکاب
 کاروانِ قرنِ اول کے حدی خوانوں میں تھا
 کچپی طاری رہی اس کے قدم سے کفر پر
 لرزہ اس کی فکر سے باطل کے ایوانوں میں تھا
 لرزہ براندام تھے اس سے سیاسی مسخرے
 دبدبہ اس کی شجاعت کا صنم خانوں میں تھا
 تذکرہ اس کا ادب کے تذکروں کی آبرو
 غلغلہ اس کا سیاست کے دبستانوں میں تھا
 اس کی عزت جینا و اقبال کے بیٹوں میں تھی
 اس کا چرچا گاندھی و نہرو کے بت خانوں میں تھا
 رحمۃ اللعالمین کی خوشہ چینی کے سبب
 بادۂ توحید و سنت اس کے پیانوں میں تھا
 جن دنوں اس سرزمین پر عام تھا قحط الرجال
 ان دنوں ہر شخص اس کے مرتبہ دانوں میں تھا
 اٹھ سکا مجنوں نہ پھر خاکِ کرم آباد سے
 ایک دیوانہ شہِ یرب کے دیوانوں میں تھا
 کوندتی تھیں بجلیاں اس کے چھریے جسم میں
 منحنی قامت کا تھا لیکن گراں جانوں میں تھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرفِ آغاز

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
 تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں
 قرآن عزیز نے انبیاء علیہم السلام میں سے بعض کے تفصیلی حالات اور بعض
 کے اجمالی حالات بیان فرمائے ہیں۔ ان سب حالات کے بیان کرنے میں حکمت
 بھی یہ بیان فرمائی کہ لوگوں کیلئے نصیحت، رہنمائی اور موعظت کا ذریعہ بن جائیں۔
 اس طرح صحابہ کرامؓ، تابعین اور بعد کے علماء کرام، اولیاء عظامؒ کے حالات بھی امت
 کیلئے رہنما ہیں۔ خصوصاً ہمارے اکابر علماء کرامؒ کے حالات اور ان کی سرگزشت سے
 اصاغر کو واقف کرنا بہت ضروری ہے۔ اکابر کی سیرت و کردار کے وہ روشن پہلو اور
 کتابِ زندگی کے وہ تابناک ابواب جنہیں پڑھ کر فکر و عمل میں انگیزت اور رواں دواں
 زندگی کے مختلف پہلوؤں میں بھرپور رہنمائی مل سکے۔ یہی ہم گناہ گاروں کا اصل ہدف
 اور مشن ہے۔

تمام اکابر بزرگوں کے پیغامات، ارشادات، افادات، دلچسپ و حیرت انگیز

واقعات اور حکایات امت کے لئے مینارہ نور، مرکزِ رشد و ہدایت، منبعِ علوم و فنون، منبعِ فیوض و برکات، ذخیرہ گفتار و کردار اور جہالت کے اندھیروں میں ہدایت و رہنمائی کے چراغ کا درجہ رکھتے ہیں اور یہی ہمارا مقصد ہے کہ ہمارے بزرگوں کی سوانحات شائع ہوں اور تمام انسانیت بالخصوص مسلمانوں کی سیرت و اعمال کو اسلامی عقائد و نظریات اور اسلامی افکار و کردار کے سانچوں میں ڈھال دیں۔ اس لیے ہم نے تمام سوانحات، سوانحِ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، سوانحِ قائدِ ملت مولانا مفتی محمودؒ، جمالِ یوسف (تذکرہ و سوانحِ مولانا محمد یوسف بنوریؒ) اور تذکرہ و سوانحِ الحاج محمد احمد صاحبؒ میں محض مناقب، فضائل، مدحِ سرائی، القابِ آرائی، مبالغہ آمیزی، کشف و کرامات اور مبشرات و منامات سے حتی الوسع اجتناب کیا ہے اور حتی المقدور وہ پہلو سامنے لائے ہیں جو محرکِ فکر و عمل اور باعثِ انقلابِ اسلامی ہوں۔ جنہیں پڑھ کر قارئین کے ذہن میں عمل کا داعیہ پیدا ہو۔ شخصیت سے زیادہ صاحبِ سوانح کی فکر، کردار، اعمال اور ان کے مشن کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ دلچسپ اور حیرت انگیز واقعات، حکایات اور روایات کو اس انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہر شخص کے دل میں صاحبِ سوانح کی پیروی اور نقشِ قدم پر چلنے کا عزم، اشتیاق اور ہمت پیدا ہو۔ اپنی کمزوریوں کا احساس ہو اور عملِ نافع کا شوق ہو۔

چنانچہ اپنے اکابر و اساتذہ میں سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، قائدِ ملت مولانا مفتی محمودؒ، محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور مفسرِ قرآن مولانا محمد احمدؒ کے حالات پر سوانحات مرتب کیں اور اب اللہ کی توفیق سے مجاہدِ ملت ضعیفِ اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے سوانحِ حیات پر قلم اٹھانے کی سعادت حاصل

کر رہا ہوں۔

مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کی شخصیت اس قدر متنوع، ہمہ جہت، ہمہ رنگ، ہمہ صفت اور قد آور ہے کہ اس کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ وہ دن کے وقت خدمتِ خلق میں مصروف رہتے تو رات کی تاریکی میں محبوبِ حقیقی کے سامنے زاہدِ شب زندہ دار بن کر کھڑے ہو جاتے۔ افق پر صبح صادق کی کرن چمکتی تو وہ توبہ و استغفار میں مشغول ہوتے اور جب عالم پر سیاہ تاریکی کی چادر تن جاتی تو یہ بتلائے سوزِ خلق یا تو دور دراز کے سفر طے کر رہا ہوتا یا طویل رکوع و سجود سے زاہدِ انِ خشک کے خلوت خانوں کو شرمسار ہا ہوتا۔ یہی شیخِ وقت، یہی مرشدِ صادق، یہی مصلحِ خلق، یہی زاہد و عابد، یہی داعی و خطیب اور یہی سیاستدان اس قابل ہے کہ اس کی زندگی کے ایک ایک پہلو کا اتباع کیا جائے۔

حضرت ہزارویؒ کی علمی، ادبی، تدریسی، روحانی، مذہبی اور سیاسی خدمات اس قدر وسیع اور وسیع ہیں کہ ان پر کام کرنے کیلئے ایک بڑی ٹیم اور بہت عرصہ درکار ہے۔ ہم گناہ گاروں نے اپنی بساط بھر یہ طالبِ علما نہ کام کیا ہے۔ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ نہ آبِ بیتی ہے، نہ قصیدہ ہے، نہ باقاعدہ تصنیف ہے، نہ ادبی شاہکار، نہ محض فضائل و مناقب کا مجموعہ ہے اور نہ کشف و کرامات کا بیان ہے اور نہ مروجہ سوانحات کا معیار ہے بلکہ صرف مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کی سیرت و کردار کے روشن پہلو کا اجمالی تذکرہ ہے۔

اب یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ اس قد آدم آئینے کے سامنے اپنی نظر میں آپ کیسے لگتے ہیں۔ یہ سواخ آپ سے سرگوشیاں کرے گی کہ تمہاری تعلیم، تمہاری

تربیت، تمہارا درس، تمہاری سیاست، تمہارا جذبہ اصلاح انقلاب اور تمہارا انداز کار قابل اصلاح ہے اور کس حد تک ہے۔ اس میں بہت سی ایسی چیزیں بھی نظر آئیں گی کہ عمر بھر آپ کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔ حضرت ہزارویؒ اپنے اکابر و اسلاف کے کمالات و محاسن، نجابت و سعادت، اخلاق و شرافت، وقار و تمکنت، فکر و اصابت، تواضع و متانت، حسن عمل پاکیزگی فکر کا ایک مجسم نمونہ تھے۔ ان کی داستان زندگی بہت پھیلی ہوئی ہے، جو ممکن ہو سکا ہے بس عنایت ہے۔

کچھ طوطیوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں کے ہیں

عبدالقیوم حقانی

۲۸ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ

۲۷ آگست ۲۰۰۳ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہدیہ سپاس و تشکر

.....☆☆☆.....

سوانح قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب، سوانح قائد ملت مولانا مفتی محمود صاحب اور جمال یوسف (تذکرہ و سوانح مولانا محمد یوسف بنوری) کے منظر عام پر آنے کے بعد ملک بھر سے علماء، اکابر، مشائخ اور ارباب فضل و کمال کا یہی مطالبہ اور اصرار رہا کہ اب ضیغم اسلام مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ قدس سرہ العزیز کے سوانح پر کام کیا جائے۔ مخدوم و مکرم مرشد العلماء محبی و محسنی حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی دامت برکاتہم اس میں پیش پیش رہے۔ ہر ملاقات میں، ہر پیغام میں ان کا یہی ارشاد رہا کہ ”درویش خدا مست مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ پر کام کب شروع ہوگا؟“

حضرت دامت برکاتہم کا یہ ارشاد مبارک اصرار سے آگے بڑھ کر درجہ حکم میں آیا تو سرتابی کی گنجائش کب باقی رہی۔ عرض کیا حضرت! مواد نہیں ہے، ارشاد فرمایا ”برسوں قبل یہ کام میں نے خود شروع کیا تھا، مسودات بھی موجود ہیں، مواد بھی کافی“

ہے“ حاضر خدمت ہوا تو ساری متاعِ عزیز میرے دامن میں ڈال دی، ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ ملک بھر میں جہاں بھی گئے سوانحِ حضرت ہزارویؒ کا تذکرہ فرماتے رہے اور جگہ جگہ سے دستیاب مواد بھجواتے رہے۔ آج الحمد للہ حضرت موصوف دامت برکاتہم کی توجہات، دعاؤں، سرپرستی اور بھرپور معاونت سے ہم گناہگار یہ عظیم علمی و تاریخی سوغات احباب کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

یہ گناہگار اپنے تمام رفقاء کا رسمیت حضرت دامت برکاتہم کی خدمت میں ہدیہ سپاس و تشکر پیش کرتا ہے کہ انہوں نے ہمیں اس سعادت سے سرفراز ہونے میں بطور محرک و محسن کے مخلصانہ شفقتوں سے سرفراز فرمایا، باقی اجر تو اللہ ہی دے گا ایسا اجر جس کا دنیا میں ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

معروف مصنف حضرت مولانا محمد اسرائیل گڑنگی کا بھی بے حد ممنون و شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بڑی فراخدلی سے حضرت ہزارویؒ پر اپنی تصنیف سمیت ”الجمعیۃ“ کے قدیم شمارے اور کافی تاریخی مواد عنایت فرمایا۔ کارکنوں اور معاونین میں برادر مکرم مولانا عماد الدین محمود رکن القاسم اکیڈمی، مولانا عدنان قدوس، مولانا جان محمد، مولانا گل رحمن، حافظ حبیب الرحمن اور مولانا سید محمد حقانی استاد جامعہ ابوہریرہؓ کا بھی بے حد ممنون، شکر گزار اور دعا گو ہوں، جنہوں نے نقل و اقتباس، ترتیب و تالیف، کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور طباعت تک کے تمام مراحل میں برابر کا حصہ لیا اور اسے اپنی دلچسپیوں کا محور و مرکز بنایا۔ واجرہم علی اللہ

باب ۱

نسبی شرافت، تحصیلِ علم، تذکرۃ الاساتذہ
اور حضرت شیخ الہندؒ کی زیارت و ملاقات

نسبی شرافت :

اسلام کا دوسرے مذاہب سے یہ بھی ایک امتیاز ہے کہ اس نے نسب کو قائم رکھا، اگرچہ تقاضا بالانساب اسلام میں پسندیدہ عمل نہیں ہے، لیکن تعارف بالانساب کی اہمیت سے انکار بھی نہیں کیا گیا۔ تقاضا بالانساب کی نفی کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

”من بطأ به عمله لم يسرع به نسبه“۔

(ترجمہ) جس کا عمل سست ہو اسے اس کا نسب تیز نہیں کر سکتا۔

لیکن شریف النسب ہونا بھی ایک اعزاز ہے۔ صحیح حدیث میں ہے :

جب ہرقل نے ابوسفیان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق چند سوالات کئے تو ان میں سے پہلا سوال یہ تھا :

”کیف نسبہ فیکم“ اس مدعی نبوت کا تم میں سلسلہ نسب کیا ہے ؟

ابوسفیان نے جواب دیا :

”ہو فینا ذو نسب“ وہ ہم میں اعلیٰ نسب اور شریف خاندان سے تعلق

رکھتے ہیں۔

ہرقل نے جواب دیا، ہر نبی شریف اور عزت دار خاندان میں پیدا ہوا ہے۔

یہی حکمت ہے کہ اسلام نے مقتدا کے لئے شرافت نسبی کو اہمیت دی ہے۔ مجاہد کبیر حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا نسبی تعلق ہزارہ کے آزاد قبائل کے پٹھانوں سے ہے۔ آپ کے والد کا نام سید گل اور دادا کا نام امان شاہ تھا۔

خاندانی پس منظر :

حضرت ہزارویؒ کا خاندان انتہائی دیندار تھا۔ حضرت کے دادا محترم جناب امان شاہ صاحب پولیس میں ملازم تھے۔ بعد میں ریٹائر ہوئے۔ جب تک زندہ رہے، قرآن پاک کی ایک منزل روزانہ تلاوت کرنا ان کا معمول تھا۔ اس طرح ہر ساتویں دن قرآن پاک کا ختم کرتے۔ خود حضرت ہزارویؒ فرمایا کرتے :

”میں نے اپنے دادا مرحوم کے قرآن پاک کا وہ نسخہ خود دیکھا ہے،

جس پر وہ تلاوت فرمایا کرتے۔ قرآن پاک کا وہ نسخہ جس پر وہ تلاوت

فرمایا کرتے، ورق اُلٹنے کی جگہیں ورق اُلٹنے سے کافی سیاہ ہو گئیں

تھیں، وہ قرآن پاک سیالکوٹی موٹے کاغذ پر بڑے سائز کا تھا، جو کافی

عرصے تک ہم نے بطور تبرک سنبھالے رکھا۔“

(خودنوشت سوانح حیات ص: ۱۸)

حضرت کے والدین :

حضرت ہزاروی کے والد ماجد کا نام حکیم مولانا سید گل تھا۔ وہ ڈل سکول میں استاد تھے۔ بہت متواضع اور خلیق انسان تھے۔ حضرت ہزاروی اپنی خودنوشت سوانح حیات میں تحریر فرماتے ہیں :

”میرے والد ماجد مولانا سید گل صاحب مجذوب بزرگ تھے۔ بہت سے مجذوب ان کو ملنے آیا کرتے تھے۔ میری والدہ محترمہ بھی خدارسیدہ خاتون تھیں اور ان کا سلسلہ نسب ان مجاہدین سے جا کر ملتا ہے جو حضرت سید احمد شہید کے ہمراہ آئے تھے۔“

ولادت :

حضرت ہزاروی ۱۸۹۵ء میں ضلع مانسہرہ (ہزارہ ڈویژن) کے مشہور قصبے برفہ کے قریب بچی کوٹ نامی ایک معروف گاؤں میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم :

مولانا ہزاروی نے ابتدائی تعلیم گھر میں اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور ۱۹۱۰ء میں ڈل کے امتحان میں پورے ضلع میں اول آئے۔ مولانا کی ذہانت کی وجہ سے D-E-O نے آپ کا ماہوار وظیفہ پندرہ (۱۵) روپے مقرر کر دیا، جبکہ اس وقت ایک سپاہی کی ماہوار تنخواہ سات (۷) روپے ہوتی تھی۔

دینی تعلیم:

جب آپ نے مڈل کے امتحان میں نمایاں پوزیشن حاصل کی تو D-E-O مرزا علی محمد خان نے آپ کے والد محترم سے فرمایا۔ تمہارا بچہ ذہین ہے اس کو اسکول کی اعلیٰ تعلیم دلوائیں۔ انھوں نے فرمایا، انشاء اللہ پڑھاؤں گا۔ انسپکٹر نے کہا انشاء اللہ وانشاء اللہ چھوڑو اس کو پڑھاؤ۔ آپ نے پھر وہی مبارک کلمات کہے جس کے جواب میں مذکورہ افسر نے وہی گستاخانہ کلمات کہے۔ انسپکٹر تعلیم کے بار بار گستاخانہ کلمات کو سننے کے بعد آپ کے والد ماجد مولانا سید گل نے فرمایا

”اب تو انگریزی تعلیم قطعاً نہیں پڑھاؤں گا، بلکہ وہ تعلیم دلاؤں گا جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو۔ انگریزی تعلیم میرے کس کام کی جب میرا بیٹا میری قبر پر پتلون پہن کر کھڑا ہو اور فاتحہ بھی نہ پڑھ سکے۔“

آپ کے والد مرحوم فرماتے۔ ”اگر درانتی تیز ہے تو میں گھاس کاٹنے کے بجائے اس سے گنا کیوں نہ کاٹوں۔“ چنانچہ والد مرحوم نے آپ کو دینی تعلیم کے حصول کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیج دیا۔ حضرت ہزارویؒ دو سال تک سہارنپور میں بھی رہے۔ آپ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے درس علم و عرفان سے بھی فیض یاب ہوئے دو سال سہارنپور میں گزارنے کے بعد حضرت ہزارویؒ دیوبند چلے گئے اور دینی علوم کی تکمیل کی۔

تذکرۃ الاساتذہ:

آپ کے اساتذہ میں چند حضرات کے نام یہ ہیں۔

..... شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ

84653

- ۲ حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ
- ۳ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ
- ۴ استاذ الکل حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب ہزارویؒ
- ۵ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ
- ۶ استاذ العلماء مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ
- ۷ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند (صاحبزادہ حضرت نانوتویؒ)
- ۸ حضرت مولانا عبدالطیف صاحبؒ صدر مظاہر العلوم سہارنپور
- ۹ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کامل پوریؒ
- ۱۰ حضرت مولانا غلام رسول صاحب بغویؒ (استاذ الکل)
- ۱۱ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ
- ۱۲ حضرت مولانا بدر عالم مہاجر مکیؒ
- ۱۳ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ

مولانا ہزاروی نے کئی بار اس کا ذکر کیا کہ میں نے ۱۹۱۰ء میں ٹڈل کا امتحان مانسہرہ ضلع ہزارہ سے پاس کیا اور اس کے بعد مجھے میرے والد صاحب نے دارالعلوم دیوبند کے عظیم استاذ حضرت مولانا غلام رسول بغویؒ کے ہمراہ دینی تعلیم کی تکمیل کیلئے دارالعلوم دیوبند بھیج دیا جہاں ایک عرصہ تک مندرجہ بالا اکابرین سے میں نے تلمذ کی سعادت حاصل کی۔

شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ:

فقہ و ادب آپ کا خاص فن تھا۔ آپ جب ابتدا میں دارالعلوم تشریف لائے تو عربی کی ابتدائی کتابیں علم الصیغہ اور نور الایضاح وغیرہ آپ کو دی گئیں مگر آپ کے

درس نے بالآخر وہ مقبولیت حاصل کی کہ شیخ الادب و الفقہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ عمر کے آخری دور میں کئی سال ترمذی جلد ثانی اور تفسیر کی بلند پایہ کتابیں بھی پڑھائیں۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی عدم موجودگی میں متعدد مرتبہ آپ کو بخاری شریف پڑھانے کا موقع ملا۔ غرض علم فقہ، علم حدیث، علم ادب اور علم تفسیر وغیرہ ہر فن کی کتابوں پر ان کو عبور حاصل تھا۔ بے نفسی اور تواضع میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ ایک بے نظیر استاد ایک تبحر عالم دین اور ایک جامع شخصیت تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ کی علمی خدمات کا دور ۴۴ برس تک ممتد رہا۔

حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری:

شورش کشمیری مرحوم نے کہا تھا۔
یہ جہاں فانی ہے کوئی چیز لافانی نہیں
پھر بھی اس دنیا میں انور شاہ کا ثانی نہیں
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرمایا کرتے کہ
”محمد انور شاہؒ کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیلوں میں سے ایک
دلیل ہے۔“

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے تھے کہ :
”مجھ سے کوئی پوچھے کہ تم نے حافظ ابن حجر، عسقلانی، حافظ تقی
الدین بن دقیق العید، سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام کو
دیکھا تھا تو میں ہاں کہہ دوں گا کیونکہ میں نے انور شاہ کو دیکھا
تھا۔ اگر انور شاہ ان علماء کے دور میں ہوتے تو یہی ہوتے۔“
امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا :
”صحابہ کا قافلہ جا رہا تھا، انور شاہ پیچھے رہ گئے۔“

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری نے شیخ الہند مولانا محمود حسن سے کسب فیض کیا۔ ۱۳۱۴ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر حضرت گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سند حدیث کے علاوہ باطنی فیوضات سے بھی مستفید ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ آپ کئی سال تک دارالعلوم دیوبند میں بغیر تنخواہ کے درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ قدرت کی جانب سے ایسا عدیم النظر حافظہ عطا کیا گیا تھا کہ ایک مرتبہ کی دیکھی ہوئی کتاب کے مضامین و مطالب تو اپنی جگہ، عبارتیں تک مع صفحات و سطور کے یاد رہتیں۔ وہ وسعت نظر، قوت حافظہ اور کثرت حفظ میں اپنی مثال آپ تھے۔ علوم حدیث کے حافظ و نکتہ شناس، علوم ادب میں بلند پایہ، معقولات میں ماہر، شعر و سخن سے بہرہ مند اور زہد و تقویٰ میں کامل تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے بعض اختلافات کے باعث آپ اپنے فرائض سے دست کش ہو کر مدرسہ ڈابھیل تشریف لے گئے اور وہاں درس حدیث جاری رکھا۔

حضرت ہزاروی نے امام العصر حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری سے ترمذی شریف پڑھی۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی:

حضرت مولانا سید اصغر حسین عرف حضرت میاں صاحب جنہیں دیوبند کا بچہ بچہ جانتا تھا ایک باکمال ولی خدا، کم گو، خاموش طبع، صاحب جلال اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں حدیث پاک کا درس دیتے تھے وہ فقیہ، محدث، متوکل علی اللہ، درویش باخدا، زہید باصفا مرشد کامل تھے۔ جن سے طلبہ دارالعلوم اور ان کے علاوہ بہت سے بندگان خدا نے سالہا سال علمی اور روحانی استفادہ کیا۔ وہ سیاسیات سے الگ رہے مگر اپنے استاذ محترم حضرت شیخ الہند کی زندگی کو ہر دور میں پہچانتے رہے۔ ”حیات شیخ الہند“ آپ ہی کی تصنیف ہے جو

حضرت شیخ الہند کی وفات سے کچھ دنوں بعد شائع ہو گئی تھی وہ حضرت شیخ الہند کے درس کی خصوصیات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ ”حضرت شیخ الہند کے درس کو دیکھ کر سلف صالحین اور اکابر محدثین کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا، قرآن و حدیث حضرت کی زبان پر تھے اور ائمہ اربعہ کے مذاہب ازبر، صحابہ تابعین فقہاء مجتہدین کے اقوال محفوظ، تقریر میں نہ گردن کی رگیں پھولتی تھیں نہ منہ میں کف آتا تھا نہ مغلط الفاظ سے تقریر کو جامع الغموض اور بھدی بناتے تھے نہایت سبک اور سہل الفاظ با محاورہ اردو میں اس روانی اور جوش سے تقریر فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ دریا منڈ رہا ہے یہ کچھ مبالغہ نہیں ہے ہزاروں دیکھنے والے موجود ہیں کہ وہی منحنی اور منکسر المزاج ایک مشت استخوان ضعیف الجثہ مرد خدا جو نماز کی صفوں میں ایک معمولی مسکین طالب علم معلوم ہوتا تھا مسندِ درس پر تقریر کے وقت یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک شیر خدا ہے جو قوت و شوکت کے ساتھ اعلان حق کر رہا ہے۔ آواز میں کرخنگی آمیز بلندی نہ تھی لیکن مدرسہ کے دروازے تک بے تکلف قابل فہم آواز آتی تھی۔ لہجے میں تصنع اور بناوٹ کا نام نہ تھا لیکن خدا تعالیٰ نے تقریر میں اثر دیا تھا بات دل نشین ہو جاتی تھی اور سننے والا بھی یہ سمجھ کر اٹھتا تھا کہ جو فرما رہے ہیں حق ہے۔ بہت سے ذی استعداد اور ذہین و فطین طالب علم جو مختلف اساتذہ کی خدمتوں میں استفادہ کرنے کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اپنے شکوک و شبہات کے کافی جواب پانے کے بعد حضرت مولانا کی زبان سے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے معانی اور مضامین عالیہ سن کر سر نیاز خم کر کے معترف ہوتے کہ یہ علم کسی نہیں ہے اور ایسا محقق عالم دنیا میں نہیں ہے۔“ حضرت مولانا ہزاروی نے ان سے ابن ماجہ اور طحاوی شریف پڑھی۔

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب :

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم

نانوتوئی کے صاحبزادے تھے۔ حضرت ہزاروی نے ان سے مشکوٰۃ شریف پڑھی۔
حضرت ہزاروی خود تحریر فرماتے ہیں

”مشکوٰۃ شریف میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب“
میرے ساتھ شریک درس تھے غالباً انہی کی وجہ سے مشکوٰۃ شریف
ان کے والد ماجد نے اپنے پاس رکھی اور حق یہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف
کی تدریس کا حق ادا کر دیا۔ وہ قرآن پاک کی آیتیں پڑھتے تو تحت
اللفظ تھے لیکن کچھ ایسے عجیب انداز سے کہ قرآن مجید دلوں میں اتر
جاتا۔“

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمنؒ:

مفتی عزیز الرحمن ۱۲۷۵ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپ شیخ الاسلام
حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے بڑے بھائی تھے۔ اکثر کتابیں حضرت مولانا محمد
یعقوب صاحبؒ اور بانی دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ سے پڑھیں۔ ۱۲۹۸ھ
میں آپ نے سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد دارالعلوم میں بلا تنخواہ مدرس
مقرر ہوئے۔ ۱۳۱۰ھ میں آپ کو دارالعلوم کا مستقل مفتی بنا دیا گیا۔ حضرت مفتی
صاحبؒ صرف عالم اور مفتی نہ تھے بلکہ عارف باللہ اور صاحب باطن بزرگوں میں سے
تھے۔ بیعت و ارشاد کا سلسلہ بھی مستقلاً جاری رہتا تھا۔ ہزار ہا بندگان خدا آپ کی باطنی
تلقین و تربیت سے فیضیاب ہوئے۔ مزاج میں از حد سادگی تھی۔ اہل محلہ کا سودا سلف
خود ہی بازار سے خرید کر لاتے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا فضل الرحمنؒ کے فرزند

ارجمند اور مفتی عزیز الرحمن کے برادرِ خورد تھے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیوبندی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ غیر معمولی ذہانت و ذکاوت کے حامل تھے۔ علوم عقلیہ سے خاص مناسبت تھی۔ دارالعلوم کے اونچے طبقے کے اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔ اختلافات کی وجہ سے دارالعلوم چھوڑ کر ڈابھیل منتقل ہو گئے تھے۔ ڈابھیل میں ایک عرصہ تک شیخ التفسیر کی حیثیت سے کام کیا۔ حضرت ہزارویؒ کو آپ سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ حضرت ہزارویؒ نے آپ سے نسائی شریف پڑھی۔ حضرت مولانا عثمانیؒ کو آپ سے بہت محبت تھی۔ علمِ حدیث میں ان کی گراں قدر عربی تصنیف فتح المہم حنفی نقطہ نظر سے صحیح مسلم شریف کی پہلی معرکہ الآراء شرح ہے۔ یہ ان کا ایسا زندہ و جاوید کارنامہ ہے جس نے ان کے علم و فضل کو تمام عالم اسلام میں روشناس کرادیا ہے جس کا تکرار پاکستان کے ممتاز جید عالم دین دارالعلوم کراچی کے نائب مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے۔

”حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمۃ القرآن الکریم پر گرانقدر تفسیری حواشی لکھے ہیں۔ ان کی یہ خدمت بھی عوام و خواص میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ ان حواشی میں قرآن مجید کے اسرار و معارف کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ تشکیک کے سب کانٹے خود بخود ذہن سے یکے بعد دیگرے نکلتے چلے جاتے ہیں۔“

حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ:

حضرت علامہ بلیاویؒ ہر علم و فن خصوصاً علم کلام و عقائد میں یگانہ روزگار شخصیت تھے۔ ساٹھ (۶۰) سال تک تدریس سے وابستہ رہے۔ تدریس میں انداز ایسا تھا کہ طلباء ان کے درس میں بڑے شوق، ولولے، جذبے اور انہماک سے شریک ہوتے تھے، کیونکہ آ، دورانِ درس لطائف و ظرائف، دقیقہ سنجی اور اختصار سے مسائل کو یوں

چٹکیوں میں حل کرتے کہ طلباء پر مسئلہ کے تمام پہلو روشن ہو جاتے اور طلباء محفوظ ہوئے بغیر نہ رہتے۔ حضرت نانوتویؒ کے علوم و معارف پر گہری نظر رکھتے تھے۔ حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ سے تلمذ کی نسبت اور بیعت کا شرف بھی حاصل تھا۔

حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ:

حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ معقولات کے ساتھ منقولات میں بھی کافی دسترس رکھتے تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کو طالب علم کی استعداد کے مطابق اس طرح سمجھاتے تھے کہ مسئلہ طالب علم کے ذہن نشین ہو جاتا۔ درسی تقریر بڑی جامع مانع اور مدلل ہوتی تھی۔ تفہیم کا ملکہ بطور خاص اللہ نے انہیں ودیعت کیا تھا۔ پڑھاتے وقت چہرے پر متانت، سنجیدگی اور وقار برستا ہوا نظر آتا تھا۔ طرز بیان اور انداز تدریس صاف اور موثر تھا۔ تمام علوم و فنون کی کتابیں گویا انہیں حفظ تھیں۔ طلباء ان کے درس میں شریک ہونے کے منتظر ہوتے اور درس میں شرکت کے لئے ان کا ذوق و شوق دیدنی ہوتا۔ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز اساتذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آخری دور میں فنانی التصوف ہو گئے تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی زیارت:

”حضرت مولانا ہزارویؒ نے دارالعلوم دیوبند کے قیام کے دوران حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کی زیارت کی اور تقریباً ایک سال تک فراغت کے بعد بھی حضرت شیخ الہندؒ کی وفات تک کسب فیض کیا۔ حضرت ہزارویؒ نے اس کا ذکر وفات سے چند روز قبل جب ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں شرکت کے لئے دورے پر لاہور تشریف لائے۔ تو رات کے ایک کھانے کی دعوت پر جو جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب نے حضرت ہزاروی کے اعزاز میں دی تھی کیا تھا۔

جہاں حضرت مولانا سید احمد بجنوری (داماد سید انور شاہ کشمیری مؤلف انواری الباری) اور حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب، ان کے صاحبزادے محترم میاں اجمل صاحب اور مولانا سید حامد صاحب کے صاحبزادے میاں رشید صاحب اور طالب علم رہنما جناب ندیم اقبال اعوان صاحب اور مشہور شاعر مرزا غلام نبی جانباڑ کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی موجود تھے۔ مولانا سے پوچھا گیا کہ آپ نے شیخ الہند کی زیارت کی ہے؟ جواباً فرمایا ۱۹۱۹ء میں میں فارغ ہو چکا تھا جبکہ حضرت شیخ الہند کا انتقال ۱۹۲۰ء میں ہوا۔ حضرت شیخ الہند کی نماز جنازہ میں بھی شرکت کی اور بقول مولانا عبد الحکیم صاحب یہ بھی فرمایا کہ حضرت شیخ کے جنازہ کو کندھا دینے کا شرف بھی نصیب ہوا۔

حضرت شیخ الہند سے حضرت ہزاروی کو شرف تلمذ حاصل نہیں ہوا۔ کبھی کبھی فرمایا کرتے اگر اس وقت شیخ الہند اسیر نہ ہوتے تو میں ان کا شاگرد ہوتا۔ جبکہ اکابرین دیوبند میں حضرت مولانا بدر عالم مہاجر مکی اور ابو حنیفہ ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ سے بھی حضرت ہزاروی کو تلمذ کی نسبت حاصل تھی۔

باب ۲

خدمتِ علم و تدریس، علمی قابلیتیں، تنظیمی صلاحیتیں اور دعوت و جہاد

مجاہدہ تہ حضرت مولانا ہزارویؒ کی ذات گرامی علم و عرفان اور تقویٰ و طہارت سے عبارت تھی۔ آپ کے علم، فضل اور زہد و تقویٰ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ آپ صحیح مسنون میں سلف، صالحین کے علوم و فیوضات کے امین و وارث، دینی کبیر، قائد العلماء اور مبلغ اسلام تھے۔

علمی اور تنظیمی صلاحیت:

سب آپ دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھے تو اپنی خداداد ذہانت اور علمی قابلیت کیوجہ سے اساتذہ کرام کی نگاہوں میں بہت مقبول تھے۔ حضرت ہزارویؒ نے ایک مرتبہ اپنی گفتگو میں فرمایا۔ کہ جب میں ۱۹۱۹ء میں فراغت کے بعد جمعیت طلباء کے قیام کے سلسلہ میں حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں اجازت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ جمعیت

طلباء کے قیام کی اجازت اس وقت دی جاسکتی ہے جبکہ دارالعلوم دیوبند کے درجہ علیا کے کوئی استاد اس کی صدارت قبول فرمائیں۔

فرماتے تھے کہ میں نے چند ساتھیوں سمیت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کو جمعیت طلباء کی صدارت کے لئے راضی کر لیا۔ تو ہم کو جمعیت طلباء دارالعلوم دیوبند کے قیام کی اجازت مل گئی۔ چنانچہ جمعیت طلباء دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی تھے۔ جبکہ جنرل سیکرٹری (ناظم عمومی) مولانا غلام غوث ہزارویؒ طلباء کی اکثریت کی رائے پر منتخب ہوئے۔ مولانا ہزارویؒ نے فرمایا کہ جمعیت طلباء کے جنرل سیکرٹری کے حیثیت سے میں نے ہندوستان کی معروف درسگاہوں کا انتظامی دورہ کیا۔

علمی قابلیت اور عربی میں تقریر:

چنانچہ اسی ضمن میں ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی جانا ہوا جہاں ان دنوں حضرت مولانا عبدالباری لکھنویؒ صدر مدرس تھے۔ وہاں کے طلباء نے ہماری دعوت کی اور عربی زبان میں تحریر شدہ ایک سپانامہ پیش کیا۔ مولانا ہزارویؒ نے فرمایا کہ میں نے اس سپانامے کا جواب اسی وقت عربی میں دیا۔ جس کو ندوۃ العلماء کے مدرسین اور طلباء نے نہایت پسند کیا۔

مکمل عربی قصیدہ سنایا:

اس دورے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ہزارویؒ نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ ندوۃ العلماء والوں کو ادب عربی کی مہارت پر ناز تھا۔ چنانچہ ایک ذہین طالب علم نے امتحاناً ادب عربی کی مشہور کتاب حماسہ کے ایک قصیدے کا پہلا شعر سنا کر مجھ سے کہا کہ آگے پڑھو۔ تو میں نے الحمد للہ باقی پورا عربی قصیدہ بھی سنا دیا۔

دارالعلوم دیوبند میں تدریس:

مولانا ہزارویؒ دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فرزند تھے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے حضرات ان کے ہم سبق تھے۔ مولانا ہزارویؒ نے دورہ حدیث کے امتحان میں پورے دارالعلوم میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ اس وقت دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمانؒ نے حضرت ہزارویؒ کو دارالعلوم میں تدریس کی پیش کش کی۔ آپ نے مزید علم حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے معذرت کرنا چاہی۔ لیکن وہ نہ مانے اور فرمایا کہ بس اب یہیں پڑھو اور یہیں پڑھاؤ۔ چنانچہ آپ نے دارالعلوم میں بحیثیت نائب مدرس پڑھانا شروع کیا۔

عظیم محدث و مفسر:

حضرت ہزارویؒ کے متعلق مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے کئی بار فرمایا کہ اگر مولانا ہزاروی درس و تدریس ہی میں لگے رہتے تو وہ ایک انقلابی سیاستدان کے بجائے ایک عظیم محدث و مفسر ہوتے۔

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی گواہی:

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت ہزارویؒ کے ہم سبق رہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت ہزارویؒ بڑی استعداد اور صلاحیت کے مالک تھے۔ صاف گو خطیب تھے۔ موصوف کی علمی شہرت کی بنا پر مصر نے آپ کو بطور نمائندہ جمعیت علماء اسلام کے دعوت دی۔ آپ نے وہاں کے عالمی موتمر میں علمائے اسلام کو خطاب فرمایا۔

حضرت ہزارویؒ بحیثیت مفتی:

حضرت ہزارویؒ نے ایک عرصہ تک دارالعلوم دیوبند کی طرف سے حیدرآباد دکن میں بحیثیت مفتی بھی دینی فرائض انجام دیئے۔ چنانچہ مولانا نے خود بارہا بیان کیا کہ جب میں ایک سال تک معین المدرسین کے طور پر دارالعلوم دیوبند میں کام کر چکا تو حضرت مولانا حبیب الرحمان مہتمم دارالعلوم دیوبند نے مجھے حیدرآباد دکن میں دارالعلوم کی طرف سے بحیثیت مفتی جانے کے لئے فرمایا تو میں نے ایک عذر بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت میرے والد صاحب کی منت یوں تھی کہ میں فراغت کے بعد دینی خدمت یعنی درس و تدریس ہی میں مشغول رہوں۔ اس پر حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا چلو حضرت سید انور شاہ صاحبؒ سے اس کے متعلق پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت الاستاد نے بھی یہی فرمایا کہا کہ والد صاحب کی منت یوں بھی پوری ہو جائے گی تو ان بزرگوں کے ارشاد کے مطابق میں حیدرآباد دکن چلا گیا۔

دینی مدرسہ کا قیام اور تدریس:

وطن مراجعت کے بعد مانسہرہ ضلع ہزارہ میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ جہاں خود بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔ اسی مدرسہ میں حضرت ہزارویؒ سے پڑھنے والوں میں مشہور محدث حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر شیخ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانولہ بھی ہیں۔

عظمت مقام:

چنانچہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر اپنی ایک قابل قدر تصنیف ”المسئاج الواضح“ (راہ سنت) نامی کتاب کو حضرت ہزارویؒ کے نام سے منسوب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

”راقم اس ناچیز محنت و کوشش کو اپنے محترم استاد بطل حریت مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی دام مجد ہم ناظم اعلیٰ جمعیت علمائے اسلام مغربی پاکستان (جن کی بدولت اس ناچیز میں ابتدائی دینی شعور پیدا ہوا ہے) کے نام نامی پر منسوب کرتا ہوں۔ گر قبول افتدز ہے عز و شرف“

تدریس سے دعوت و جہاد کی طرف:

چونکہ اللہ رب العالمین نے حضرت ہزارویؒ سے جہاد کا کام لینا تھا۔ اسلئے جلد ہی تدریس کے منصب سے جہاد کے مشن پر لگا دیے گئے۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے حضرت ہزارویؒ کو باشارہ غیبی اپنے وطن اصلی صوبہ سرحد برطانوی سامراج کے خودکاشتہ پودے مرزائیت کے قلع قمع کرنے کیلئے بھیج دیا۔ باطل فتنوں کے خلاف حضرت ہزارویؒ کے جذبہ جہاد اور ان کی بیخ کنی پر مشتمل واقعات کیلئے تو کئی کتابیں چاہئیں۔ ہم اس کے لئے ایک علیحدہ مستقل باب مختص کرتے ہیں۔ جہاں قارئین رد فرق باطلہ میں حضرت ہزارویؒ کے مجاہدانہ سرگرمیوں سے حظ وافر حاصل کریں گے۔ انشاء اللہ۔

باب ۳

شخصیت و کردار، زہد و قناعت اور جرأت و بہادری

ہر مسلمان کی شان یہی ہو کہ اس کی زندگی کا ہر ہر انداز لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کا پورا پورا مصداق ہو۔ خصوصاً علماء امت جو تعلیمات نبوی کی ترویج و اشاعت کرنے والے ہیں۔ انکی تو ساری زندگی اخلاقِ نبوی کا عملی نمونہ ہو۔ اسلام کی نگاہ میں اخلاق کا مرتبہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے نہایت واضح الفاظ میں اپنے رسول بنائے جانے کی غرض و غایت اخلاقِ نیک کی تکمیل ظاہر فرمائی۔ چنانچہ ارشادِ گرامی ہے بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ۔ یعنی میں صرف نیک اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ داعی انقلاب محمد عربی ﷺ نے فرمایا۔ تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ والے اخلاق کو اپنا اخلاق بناؤ۔

محاسنِ اخلاق:

کتاب اللہ میں واضح طور پر یہ بتا دیا گیا ہے کہ اخلاق کے محاسن کیا ہیں اور اخلاقی برائیاں کیا ہیں۔ وہ اخلاق جن سے قوموں میں زندگی اور روح پیدا ہوتی ہے اور انہیں سر بلندی و سرفرازی نصیب ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔ زہد و قناعت، جرأت و بہادری، محنت و مشقت، بذل و سخاوت، حق گوئی و بے باکی، کرم و عفو، فنائیت و بے نفسی اور صبر و استقامت۔

اللہ تعالیٰ نے مجاہد ملت حضرت مولانا ہزارویؒ کو بچپن ہی سے تمام اخلاقِ حسنہ و دیعت فرما دیے تھے۔ آپ ابتداء ہی سے خدا ترس، عابد، خوش خلق، صابر و شاکر، سنجیدہ و متین، غیور و باحیا، حلیم و کریم، مستقل و بردبار اور زاہد و قانع تھے۔

عسرت و فقر:

مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ کی زندگی بڑی عسرت کے ساتھ بسر ہوئی۔ وفات کے وقت ان کے کفن کیلئے بھی گھر سے بمشکل رقم پوری ہوئی۔ بفقہ میں ایک کچا مکان ہی ان کی ملکیت تھا۔ مرحوم حکیم بھی تھے اور اپنی گذر اوقات کیلئے حکمت ہی سے کام چلاتے تھے۔

چاندی کے دو سو روپے:

حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

”مولانا کا ایک لڑکا زین العابدین جو ۱۹۳۳ء میں فوت ہو گیا وہ بچپن میں کہا کرتا تھا کہ اگر میرے والد کی جیب میں چار آنے بھی ہوتے تو پھر وہ گھر نہیں ٹک سکتا۔ مولانا نے ساری عمر اپنی خوشی سے اختیار کردہ فقر و فاقہ اور تنگ دستی میں گزار دی

تکلف اور تصنع سے سخت نفرت تھی۔ ۱۹۳۸ء میں مولانا بفقہ میں مطب کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ راقم الحروف، حضرت مولانا عبدالحی صاحب ساکن بھوٹی اور مولانا داؤد ساکن ٹیکسلا ہم تین آدمی مولانا کی ملاقات کے لئے بفقہ گئے۔ دوپہر کا کھانا مانسہرہ میں کھالیا تھا۔ بفقہ پہنچے۔ ہم نے راستے میں طے کر لیا تھا کہ رات کو مولانا کے پاس بفقہ میں رہیں گے۔ مانسہرہ سے ایک تاجر چرم نے چاندی کے دو سو روپے دیئے کہ بفقہ کے گوہر رحمان نامی تاجر چرم کو آپ مولانا کے ذریعہ یہ رقم پہنچا دینا۔ ہم نے رقم مولانا کو دی تو مولانا نے وہ رقم اپنی میز پر ڈھیر لگا دی اب ہاتھوں سے ان روپوں کو اٹھانا اور چھنا چھن کر انا شروع کر دیا اور فرمانے لگے کہ بازار سے لوگ سامنے سے گزر رہے ہیں جو مہربان گذریں گے خوش ہوں گے کہ آج تو غلام غوث کے پاس بہت دولت آگئی ہے۔ (۱۹۳۸ء میں چاندی کے دو سو روپے بڑی بات تھی۔) اور جو دشمن ہوں گے وہ جلیں گے کہ اتنی دولت غلام غوث کے پاس کیوں آگئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی بھیج کر گوہر رحمان کو بلا کر وہ رقم ان کے حوالے کر دی۔

(ماہنامہ تبصرہ خصوصی نمبر ص ۲۳)

جب دو روپے آگئے تو ٹھہرانا لازمی ہو گیا:

اس اثناء میں مولانا داؤد صاحب نے مجھے اشارہ کیا کہ رات رہنے کی پکی بات کرو۔ میں نے اندازِ کلام یہ اختیار کیا کہ مولانا ملاقات تو ہوگئی۔ اب اجازت دیں تو ہم چلے جائیں۔ ہمارا مطلب یہ تھا کہ ہم اسی طرح کہیں گے تو مولانا کہیں گے کہ نہیں رات ٹھہر جاؤ تو ہم رہ جائیں گے۔ لیکن مولانا نے تھوڑی دیر کچھ سوچا پھر کہا کہ نہیں تھوڑی دیر ٹھہریں ظہر کی چائے پی کر جائیں۔ ہم تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا کہ فائر تو خطا ہو گیا۔ رات ٹھہرنے والی بات تو نہ بنی مگر ہم مولانا کو خود نہ کہہ سکتے تھے کہ مان نہ مان ہم تیرے مہمان۔ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے اور مولانا

بھی کچھ افسردہ تھے۔

ظہر کی نماز پڑھ کر دکان پر آئے، چائے منگوائی تو اس اثناء میں ایک مریض آ گیا۔ چاندی کے سفید سفید دورو پے کی دوائی اور چلا گیا۔ دورو پے ہاتھ میں آنے کے بعد مولانا کا چہرہ مسرت سے کھل گیا۔ اب دورو پوں کو بار بار بجاتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں اب تو آپ نہیں جاسکتے۔ اب تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا رزق بھیج دیا۔ اب تو خوب دعوت اڑائیں گے۔ پہلے تو یہ بات تھی کہ آج گھر میں کچھ نہ تھا۔ میں نے ادھر ادھر سے ادھار لینے کا تانا بانا سوچا۔ مگر پھر خیال آیا کہ یہ نکما تکلف ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اب خود جو دورو پے بھیج دیئے ہیں تو اب میں آپ کو جانے کب دیتا ہوں۔ چنانچہ ہم بڑی مسرت سے وہ رات رہے۔ چالیس سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا مگر مولانا کی اس عظیم بے نفسی اور ظاہر و باطن ایک ہو جانے کا اب بھی جب تصور آ جاتا ہے تو مولانا کی عظمت اور بے نفسی کے سامنے سر جھک جاتا ہے۔ (تبصرہ نمبر ص ۲۳)

جب رقم آئی تو چائے کا انتظام ہو گیا:

جناب محمد ادریس صاحب (بھکر) رقم طراز ہیں:

”ایک مرتبہ میں اور میرا دوست ملک محمد شفیق جو بی کام کے سٹوڈنٹ تھے اور جمعیت طلباء اسلام کے صدر، راولپنڈی آپ کے ہاں گئے۔ ہم نے جامع مسجد بھوسہ منڈی میں آپ کا پتہ کیا۔ معلوم ہوا کہ آپ اوپر چھت پر آرام فرما رہے ہیں۔ دیکھتے کیا ہیں کہ آپ نیچے ہی لیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ آپ کو اٹھایا جائے۔ ہم خاموشی سے پاس بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد آپ جاگ اٹھے۔ ہمیں دیکھ کر آپ فوراً ہمارے منع کرنے کے باوجود کھڑے ہو گئے اور ہم سے بغل گیر ہوئے اور بڑی شفقت کے ساتھ پیش آئے بعد میں بہت سی باتیں ہوئیں۔ لیکن آپ نے ہمیں چائے کا نہ پوچھا میں یہ بات دل میں لئے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک شخص آیا۔ اس

نے آپ سے دو مانگی آپ نے اس کو دوادی۔ جس کی قیمت آپ نے دس روپے لی۔ آپ نے فوراً مسجد کے خادم کو بلایا اور چائے کیلئے کہا۔ کہ یہ ہمارے بہت عزیز ہیں انکے لئے چائے لاؤ۔ پھر فرمانے لگے۔ پہلے میرے پاس پیسے نہ تھے اس لئے میں نے چائے کا نہ پوچھا۔ اب میرے پاس پیسے آگئے ہیں اس لئے چائے پلا رہا ہوں۔“
(تبصرہ نمبر ص ۳۱)

لاچ سے اجتناب، چاہت پر اکتفاء :

حضرت مولانا محمد رمضان صاحب فرماتے ہیں کہ

ایک دفعہ اچانک میں نے دیکھا کہ غریب خانہ میں تشریف لائے ہیں میں نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا اور عرض کیا حضرت کوئی حکم تھا تو اس ناچیز کو بلا لیا ہوتا۔ فرمایا کام تو کوئی نہ تھا بازار سے میں نے ایک دو خریدی۔ خیال آیا آپ سے ملتا جاؤں۔ لیکن مجھ میں ایک عیب ہے اکثر مقامات پر کئی بار جانے کا اتفاق ہوا پھر بھی کبھی اکیلا جانا پڑے تو بھول جاتا ہوں۔ آپ کے محلے کا محل وقوع تو ذہن میں تھا لیکن مسجد بھول گیا ایک آدمی سے آپ کا نام پوچھا تو وہ غالباً نام سے واقف نہ تھا مجھ سے کہتا ہے ہمارے مولوی صاحب پان بہت کھاتے ہیں وہی تو نہیں ہیں۔ میں نے کہا بالکل وہی، سکونت کے لحاظ سے پنجابی اور پان کھانے کے لحاظ سے یوپی والے۔ اس آدمی نے مجھے یہاں پہنچایا۔ ہنستے جارہے ہیں اور فرما رہے ہیں آپ کی یہ شناخت بہت اچھی ہے آموں کی فصل کا زمانہ تھا۔ ملتان سے ایک دوست نے ٹوکرا آموں کا ایک روز پہلے مجھے بھیجا میں نے فوراً چند آم نکالے چاقو سے کاٹ کر پیش خدمت کئے۔ تناول فرما کر بہت تعریف فرمائی۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت دو تین اور تناول فرمائیں۔ فرمایا نہیں اب نہیں۔ یہ تو چاہت سے کھائے ہیں اس کے بعد لاچ سے ہوگا اور لاچ انسان کی تباہی کا باعث ہوتا ہے اس پر کئی واقعات سنائے، آخر ارشاد فرمایا

علماء کو لالچ سے سخت پرہیز کرنا چاہئے۔“ (تبصرہ نمبر ص ۳۰)

پیکرِ زہد و قناعت:

حضرت مولانا محمد رمضان صاحب دوسرا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۶۸ء میں مولانا عبدالحنان ہزارویؒ کا وصال ہو گیا۔ جامع مسجد بھوسہ منڈی میں خطابت کے لیے مولانا عبید اللہ انور سے درخواست کر کے مولانا مرحوم کو خطابت کے لئے راضی کیا گیا۔ مسجد کے مخلص احباب نے درخواست کی کہ حضرت! ناشتہ اور کھانا ہمارے ہاں منظور فرمائیں۔ جواباً ارشاد فرمایا بالکل نہیں میں کسی پر بوجھ نہیں بنوں گا۔ جب بھی مسجد میں کھانے کا وقت آیا تنور سے قیمتاً روٹی خریدی پکوڑے یا معمولی سا سالن لیا خود بھی تناول فرمایا اور مہمانوں کو بھی شریک کر لیا۔

چندے کا نذرانہ واپس کر دیا:

بھوسہ منڈی کا پہلا رمضان تھا سارا رمضان درسِ قرآن دیتے رہے۔ شبِ ستائیس قرآنِ عزیز ختم ہوا۔ قاری صاحب اور سامع کی جوڑے اور کچھ نقد خدمت کی گئی۔ ساتھ ہی حضرت مرحوم کی خدمت میں کچھ پیش کیا گیا فرمایا یہ کیا ہے؟ ایک آدمی نے عرض کیا حضرت! معمولی سا ہدیہ ہے۔ ارشاد فرمایا۔ قرآن تو قاری صاحب نے سنایا ان کا احسان ہے کہ ہم نے بھی قرآن سن لیا اس چندہ کی رقم سے میرا کیا واسطہ ہے۔ صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ آئندہ ایسی بات مجھ سے نہ کرنا۔ غرض مرحوم کے صرف عدم لالچ کے ہی واقعات جمع کئے جائیں تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔

حزم و احتیاط:

حضرت مجاہد ملت نہ صرف اپنی ذات میں کفایت شعار اور بے لوث تھے بلکہ جماعتی رویہ کا بھی بہت ہی خیال رکھتے تھے۔ یہ بھی دیکھا کہ کوئی ہنگامی امر سامنے

آ گیا تو اس کے لئے جو فراہمی ہوئی اسے نہ خود خرچ کرتے تھے اور نہ احباب کو اجازت ہوتی بلکہ سفر خرچ اپنی گرہ سے اپنا اور احباب کا بھی خود ہی دیا کرتے تھے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے خاتمہ کے بعد ملک سے روپیہ کیڑا تقریباً سب جماعتوں نے فراہم کر کے آزاد کشمیر مختلف شہروں میں تقسیم کیا۔ جمعیت علماء اسلام کا سامان ایک بار ایک ٹرک سے زائد تھا حضرت مولانا نے ٹرک کرایہ پر لیا اور احقر کو حکم دیا کہ آپ راولا کوٹ لے جاویں اور تقسیم کریں۔ خرچہ دیا بندہ ٹرک لے کر راولا کوٹ پہنچا اور اے ڈی ایم صاحب راولا کوٹ کی موجودگی میں تقسیم کیا گیا۔

تقسیم بھی اور تبلیغ بھی:

کچھ دن بعد مزید سامان آیا تو مجھے اور مولانا عبدالحکیم اور پیر مبارک شاہ مرحوم مردان سے کہا کہ کچھ سامان بھی ہے اور تین چار جگہ تقریروں کا بھی خیال ہے آپ میرے ساتھ چلیں تاریخ مقررہ پر فرمایا فلاں اڈے پر پہنچ جاویں۔ ہم نے اپنی اپنی جگہ ناشتہ کیا آٹھ بجے صبح اڈے پر پہنچ گئے۔ سامان گاڑی کی چھت پر رکھا اور اللہ کا نام لے کر چل پڑے۔ ہمارے ٹکٹ مولانا مرحوم نے اپنی گرہ سے لئے۔ راستہ میں مری کے قریب گلڈنہ میں ڈرائیور نے چائے پی۔ عصر کے وقت مظفر آباد پہنچے سامان اتارا اذانِ عصر ہو رہی تھی۔ ہم نے مولانا سے آنکھ بچا کر صرف ایک ایک پیالی چائے پی اور نماز ادا کی۔ مولانا نے سلطانی مسجد کے خطیب صاحب اور دوسرے لوگوں سے فرمایا کہ رات کو جلسہ ہوگا۔

دال روٹی:

جب ایک صاحب نے رات کے کھانے کا کہا تو فرمایا نہیں ہم اپنا کھائیں گے۔ بعد مغر۔ ایک ہوٹل سے خود بھی دال روٹی کھائی اور ہمیں بھی کھلائی۔ رات کے

عظیم الشان جلسہ میں جو مظلوم مقبوضہ کشمیر سے آئے ہوئے تھے ان کے حوصلے بڑھائے۔ خواجہ عبدالقادر صاحب کے ڈیرہ پر رات گزاری۔

ڈی سی کو اپنے پاس بلایا:

صبح ڈی سی صاحب مظفر آباد کو پیغام بھیجا کہ کچھ باتیں کرنی ہیں تشریف لائیں۔ ڈی سی نے کہہ دیا کہ یہیں آ جاؤ۔ معلوم نہیں آپ کے ہاں جگہ ہو یا نہ ہو۔ پٹھان غصہ میں آ گیا اور کہا کہ ان سے کہو ہم تم سے کچھ لینے نہیں آئے بلکہ تمہاری رعیت کی کچھ خدمت کریں گے۔ آئیے! جلدی آ جائیے۔ ہمارا وقت ضائع نہ کریں۔ ناشتہ ہم ہوٹل سے کر چکے۔ ڈی سی صاحب آگئے ان سے کچھ باتیں کیں اور جیپ کا انتظام کر کے ہم واپس لوٹے۔ کوہالہ سے باغ کی طرف رخ کیا۔ راستہ میں دھر کوٹ عالی شان جلسہ ہوا۔ وہاں سے چلے تو غازی آباد کے سردار عبدالقیوم صاحب کو بلا کر کچھ باتیں کیں۔

جماعتی کام، اخراجات میں احتیاط:

اتنے طویل سفر میں صرف ایک ایک پیالی چائے وہاں پی۔ پھر چل پڑے، مولانا مرحوم تسبیح ہاتھ میں ہے اور ذکر الہی میں مشغول۔ ہم ہنس بھی رہے ہیں کہ کھانا آج بھی گیا لیکن مولانا سے عرض کرنے کی جرات کسی کو نہ ہوئی۔ مغرب کے بعد مولانا امیر الزمان صاحب کے مدرسہ قاسم العلوم لغمان پورہ میں پہنچے اور رات گزاری اور معمولی سا کھانا نصیب ہوا۔ صبح باغ پہنچے عظیم الشان جلسہ سے خطاب کیا باغ والوں نے پر تکلف دعوت کی۔ بعد نماز ظہر عازم راولپنڈی ہوئے مولانا نے پیسہ نہ تو خود خرچ کیا اور نہ ہی ساتھیوں کو کھلایا اور خرچ کیا پھر فرمایا وقت گذر گیا اگر ہم دعوتیں کھاتے جب بھی زندہ رہتے نہیں کھائیں تب بھی زندہ رہے۔ لیکن پیسہ بے دردی سے خرچ

کرنا پر لے درجہ کی بددیانتی ہے۔ آج وہ کچے مکان کا مکین کچی قبر میں ہی آرام کی نیند سو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو نور سے بھر دے۔ (آمین) (تبصرہ نمبر ص ۳۱)

وہ کیا زندگی جو مٹی اور گارے کی نظر ہو جائے:

حضرت مولانا محمد رمضان صاحب تیسرا واقعہ سناتے ہیں:

رمضان المبارک کے مہینہ میں مولانا ٹائیفا نڈ کے شکار ہو کر اپنے گھر ہی قیام پذیر تھے۔ عید الفطر سے اگلے روز راقم الحروف مع دو ساتھیوں کے بفقہ عیادت کے لئے حاضر ہوا۔ مرحوم کی طبیعت کافی کمزور تھی۔ پردہ کروا کر اندر برآمدے میں بلوایا۔ برآمدہ اتنا اونچا کہ احقر ایک دفعہ اٹھا تو سر چھت کے ساتھ پٹاخ لگا اور چھت سیاہ کالی۔ یوں معلوم ہوتا جیسے ساہا سال سے مکان کی مرمت تک نہیں ہوئی۔۔۔ میں نے عرض کیا حضرت! یہ چھت ذرا اونچی ہو اور قدرے صاف تاکہ پریشانی نہ ہو۔ فرمایا مولانا! وہ زندگی بھی کیا زندگی ہے جو مٹی اور گارے کی نظر ہو جائے اس مکان میں بھی گزر گئی اور عالی شان کوٹھی میں بھی گزر جاتی۔ انسان کو چاہئے کہ اس فانی زندگی کو اس طرح گزارے کہ مرنے کے بعد اگر کوئی کلمہ خیر نہ کہے تو کم از کم برائی سے تو بچے۔ آخر کچے مکان سے جنازہ اٹھا اور آج کچے مکان ہی میں ابدی نیند فرما رہے ہیں۔

بے تکلف زندگی:

بیسویں جلسوں اور دیگر اسفار میں حضرت مجاہد ملت کی معیت نصیب ہوئی۔ عموماً مقررین ناز، نخرے اور پرہیزی غذائیں اور مختلف معمولات سے اہل جلسہ کو آگاہ کرتے ہیں۔ حضرت شدید بخار میں مبتلا ہیں۔ کبھی پیٹ میں تکلیف ہے کبھی کوئی دوسرا عارضہ ہے۔ مقام دعوت پر حسب وعدہ پہنچ گئے اور تقریر فرمائی اور چل

دیئے۔ اپنی تکلیف کا ذکر اشارتاً بھی نہیں کیا۔ کھانے کے لئے جو مل گیا شوق اور محبت سے کھالیا کبھی عذر کیا نہ گلہ نہ شکوہ۔

پیکرِ صبر و شکر:

۱۹۶۴ء میں جب ایم۔ پی۔ اے تھے، انجمن اصلاح المسلمین مری سیرت النبی کے موقع پر دو روزہ سہ روزہ جلسہ کرواتی تھی۔ احباب انجمن علماء کا بلانا اور پروگرام مرتب کرنا وغیرہ انتظامات ہمیشہ احقر کے ذمہ لگائے رکھتے۔ میں نے علاوہ دوسرے علماء کے حضرت مجاہد ملت اور مولانا عبدالرحمان میانوالی کو بلایا۔ رات علماء کی دعوت میرے ایک مرحوم دوست انبالوی نے کر دی۔ بعد نماز مغرب جامع مسجد مرکزی مری کے قریب مرحوم کے ایک مکان میں پہنچے۔ اس کا مکان چھوٹا سا تھا جگہ تنگ اور نفری زیادہ لیکن اس نے بڑی محبت اور فراخ دلی کا ثبوت دیا۔ اپنے رواج کے مطابق پہلے زردہ رکھا پھر بڑے گوشت میں پکا ہوا پلاؤ تقریباً ایک ایک پاؤ سے زیادہ وزنی بوٹی اور سب کچھ چربی میں پکا ہوا ہے۔

بعض دوستوں کو میں نے دیکھا کہ وہ ہاتھ منہ ہلاتے رہے ہیں لیکن کچھ کھا نہیں رہے۔ وہاں سے ہم اٹھے تو مولانا مرحوم کو قیام گاہ پر بھیجا اور چار ساتھیوں کو ساتھ لے کر ایک اچھے ہوٹل پر آیا۔ ان کو وہاں کھانا کھلایا۔ بعد عشاء جلسہ سے فارغ ہوئے تو حضرت مجاہد ملت سے میں نے معذرت کی کہ کھانا حسب منشاء نہ تھا۔ میرا خیال ہے کہ تھوڑا سا دودھ نوش فرمائیں۔ ارشاد فرمایا مولانا! کون کہتا ہے کھانا اچھا نہ تھا کھانا بہت اچھا نرم اور اس سے اخلاص کی خوشبو آ رہی تھی میں نے تو خوب سیر ہو کر کھایا۔ اگلے روز مری سے واپسی ہوئی۔ کمپنی باغ کی طرف سے بس سے نیچے اترے تو بندہ نے چالیس روپے نذرانہ پیش کیا۔ ارشاد فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا حضرت انجمن والوں نے حقیر سا ہدیہ پیش کیا ہے۔ فرمایا مولانا! کام تو ہم دین کا کچھ کرتے نہیں اور لوگ اتنی بھاری

رقوم ہدیوں اور نذرانوں کی شکل میں دے دیتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ ہم سے اس کا حساب نہیں لیں گے۔ یہ واپس کریں۔ میں نے عرض کیا حضرت! یہ اخراجات کے سلسلے میں انجمن کی طرف سے ہدیہ ہے یہ واپس نہ کریں۔ ذاتی نہیں تو جماعتی کاموں میں خرچ کریں اگر میں انجمن کو واپس کروں تو کل کوئی ایسا بھی مقرر آسکتا ہے کہ جسے خرچہ لینے میں عذر نہ ہوگا۔ انجمن والے یہ سمجھ کر کہ شاید یہ صاحب بھی نہیں لیں گے۔ ہاتھ کھینچ لیں۔ مسکرائے اور فرمایا مولوی بہر حال منطقی ہوتا ہے، دلائل تلاش کر ہی لیتا ہے۔

(حوالہ تبصرہ نمبر ص ۳۰)

ایسی زندگی پر بادشاہی قربان:

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب بالاکوٹی فرماتے ہیں کہ

حضرت ہزاروٹی نے آزاد کشمیر کے علاقہ کا دورہ کرنا تھا۔ سردی کا موسم تھا حضرت ہزاروٹی لاہور سے جہلم تشریف لائے۔ میں چونکہ مدرسہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم میں مدرس تھا۔ یہاں مدرسہ ہی میں ساتھیوں نے ایک پریس کانفرنس کا انتظام کیا ہوا تھا۔ جب تشریف لائے تو مجھے فرمانے لگے کہ میرے پاس آ کر بیٹھ کر دیکھو کہ میں ان صحافیوں کو کیسے ٹرختا ہوں۔ پریس کانفرنس سے فارغ ہو کر دفتر میں تشریف فرما ہوئے تو وہاں ایک طالب علم سے سوئی دھاگہ منگوایا۔ اپنے تھیلے سے ایک پرانا کمبل اور باریکین کی موٹی سی ایک چادر نکالی۔ انہیں خود اپنے ہاتھ سے سینے لگے۔ میں نے مولانا ہزاروٹی کے ہاتھ سے سوئی لے لی۔ عرض کیا کہ کیا کرنا ہے؟ فرمایا کہ آزاد کشمیر کا دورہ ہے وہاں سردی زیادہ ہے اس لئے ان دونوں کو آپس میں ملانا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس کاغذی کمبل جو نہایت نفیس اور قیمتی ہے۔ فرمایا یہ نماز میں گر جاتا ہے اس وجہ سے اس کو ٹانگے لگانے ہیں۔ میں نے وہ موٹی چادر اور کمبل مولانا سے لے کر طلباء کو دے دیئے۔ طلباء نے اسے آپس میں جوڑ دیا جسے دیکھ مولانا بہت خوش ہوئے

اور اُسے اوڑھ کر صوبائی اسمبلی کا ممبر مرد درویش آزاد کشمیر کے دورہ پروانہ ہو گیا۔ ایسی
سادگی پر بادشاہی قربان۔ (حوالہ تبصرہ نمبر ص ۵۴)

حضرت مجاہد ملت کا ڈرائنگ روم:

حضرت مولانا ٹمس الدین صاحب فرماتے ہیں کہ
”مولانا راو پینڈی بھوسہ منڈی کی مسجد کے ایک حجرے میں رہا
کرتے تھے جس کا طول و عرض آٹھ مربع فٹ تھا ایک دفعہ مولانا کوثر
نیازی مولانا کو ملنے آئے اور جب اس کو ٹھہری میں پہنچے تو مولانا نے
ہنس کر فرمایا بھہ میں تو آپ میری کوٹھری دیکھ چکے ہیں۔ اچھا ہوا کہ
آپ نے پنڈی کی یہ عالیشان کوٹھی بھی دیکھ لی جس کا مخالفین نے بڑا
چرچا کر رکھا ہے۔

ایک دفعہ تحصیل مانسہرہ کے رئیس اعظم اور مولانا کے الیکشن
کے قدیمی حریف محمد ہارون خان عرف بادشاہ خان صاحب مولانا کو
ملنے آئے۔ اس وقت مولانا تو مسجد میں تھے میں اس کو ٹھہری ہی میں
تھا۔ ہارون خان مجھ سے پوچھنے لگے کہ مولانا کا ڈرائنگ روم کہاں
ہے میں نے مسکرا کر کہا کہ جہاں آپ تشریف رکھتے ہیں۔ بادشاہ
خان بکے بکے رہ گئے۔

لباس اور بریف کیس:

لباس ہمیشہ سفید ہوتا تھا جو بالعموم کھدر کا ہوتا تھا۔ شلوار قمیص اور کھلے جیبوں
والی صدری اور پگڑی اور بقول جناب مولانا کوثر نیازی مولانا کی صدری کی یہ جیبیں
اپنے غریب حاجت مند ساتھیوں کی درخواستوں کا ”بریف کیس“ ہوتی تھیں اور

وزیر اعظم سے لے کر ہر متعلقہ وزیر سے ان درخواستوں پر بے دریغ احکام لکھواتے چلے جاتے۔ مگر خود سنگ پارس کی مثال تھی کہ دوستوں کے لاکھوں روپوں کے کام کرواتے مگر خود اپنا ایک دمڑی کا ذاتی کام کبھی کسی کو نہ کہا۔

اعتماد کو ٹھیس پہنچایا:

جن دنوں پر مٹوں، لائسنس ایجنسیوں کے احکام مولانا لوگوں کے لئے لکھوایا کرتے تھے احقر کے دل میں خیال آیا کہ مولانا کی مالی حالت تو ہمیشہ ہی پتلی رہی ہے کیوں نہ کوئی ایجنسی مولانا کے لئے بھی کسی دوسرے نام پر حاصل کر لی جائے۔ چنانچہ میں نے مولانا سے ڈرتے ڈرتے جو یہ بات کی تو مولانا یکدم بھڑک اٹھے اور بڑی رنجیدگی سے مجھے کہا کہ قاضی صاحب! ۵۴ برس سے مجھے آپ پر جو اعتماد تھا اسے آپ نے ٹھیس پہنچا دی۔ آپ کو وہ حدیث یاد نہ رہی کہ بچے پر باپ سے ماں زیادہ شفیق ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے بھی زیادہ شفیق ہے۔ ماں بھول بھی سکتی ہے، سو بھی سکتی ہے، غافل بھی ہو سکتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نہ بھولتا ہے نہ غافل ہوتا ہے اور نہ سوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے پختہ دائمی فضل و کرم پر میرا جو اعتماد ہے آپ اس کو ہٹا کر ایجنسی کی فانی آمدن پر لانا چاہتے ہیں۔ لباس کے ضمن میں ہی ایک اور واقعہ بھی پڑھ لیں۔

عمدہ کیڑا داماد کو دیدیا:

۱۹۶۰ء کی ون یونٹ مغربی پاکستان اسمبلی کے لئے (جو آج کل کی قومی اسمبلی کے برابر تھی) آپ ہارون خان عرف بادشاہ خان کو شکست فاش دے کر ممبر منتخب ہوئے اور خانقاہ شریف کنڈیاں حاضر ہوئے تو آپ کے پیرومرشد حضرت مولانا خان محمد صاحب نے باہر سے آیا ہوا ایک بیش قیمت کیڑا اس ارشاد کے ساتھ عنایت فرمایا

کہ مولانا! اب تو آپ اسمبلی کے ممبر ہو گئے ہیں اور ممبر کے لئے ممبری کی اچکن بھی ہوا کرتی ہے آپ اس کپڑے کی اچکن سلوالیں۔ مولانا نے کپڑا اٹھا کر سر پر رکھ لیا اور عرض کیا حضرت! اچکن پہننے کی تو عادت نہیں نہ ہی قیمتی کپڑا استعمال کرنے کی عادت ہے۔ اگر آپ اجازت دیدیں تو میں یہ کپڑا اپنے ہونے والے داماد کو دیدوں۔ چنانچہ حضرت نے اجازت دے دی۔ (تبصرہ نمبر ص ۲۷)

ایک روٹی اور آدھ پاؤدھی کی لسی:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ

”لباس اور کھانے پینے میں اتنی سادگی تھی کہ ناواقف آدمی ان کی سادگی کو دیکھ کر حیران رہ جاتا۔ ایک موقع پر راقم آثم اور عزیزم صوفی عبدالحمید سلمہ اللہ تعالیٰ مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ چند رفقاء کے ساتھ لاہور میں جمعیت کے پرانے دفتر حضرت شاہ محمد غوثؒ کے پاس بوقت شام مولانا مرحوم کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے ہم کھانے کے سلسلے سے فارغ تھے مولانا نے ہم سے کھانے کا پوچھا تو ہم نے واضح کر دیا کہ ہم طلب گار نہیں ہیں۔ مولانا نے اپنے لئے خادم کو بھیجا جو ایک روٹی اور آدھ پاؤدھی کی لسی بنا کر لایا۔ مولانا نے ہمارے سامنے روٹی لسی کے ساتھ کھائی اور آخر میں الحمد للہ کی مسنون دعا پڑھ کر اپنا بستر کھول کر کام میں مصروف ہو گئے۔“

(تبصرہ نمبر ص ۱۷)

قاتلانہ حملہ نا کام بنا دیا:

مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ ایک درویش منش انسان تھے۔ انہوں نے سیاست بھی صرف دین کی سر بلندی کیلئے کی اور اس میں بڑی حد تک کامیاب رہے۔ حضرت

ہزارویٰ استقامت اور عزیمت کے پہاڑ تھے اور انتہائی درجہ کے نڈر تھے ایک بار جب وہ راولپنڈی سے مانسہرہ کا سفر کر رہے تھے تو حویلیاں کے اڈے پر بس سے اترتے ہی ایک شخص نے ان پر پستول سے فائر کرنا چاہا۔ مولانا نے خود آگے بڑھ کر اس کا پستول والا ہاتھ پکڑ لیا اور یوں قاتلانہ حملہ کی کوشش ناکام بنا دی۔

رسم و رواج اور بدعات کے خلاف جہاد:

حضرت مولانا حق نواز صاحب مدرس جامعہ قاسم العلوم فقیر والی مجاہد ملت حضرت ہزارویٰ کی جرأت و بہادری اور رسوم و رواج کے خلاف محنت اور جدوجہد کی داستان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”مولانا جب اساتذہ کی خواہش کے احترام میں حیدرآباد دکن تشریف لے گئے تو کئی سال وہاں انجمن اصلاح المسلمین کے سٹیج پر کام کیا۔ یہاں رفض و بدعت کی گرم بازاری کے خلاف آپ نے زبردست، جرأت مندانہ کام کیا۔ جب مولانا حیدرآباد دکن سے اپنے وطن واپس آئے اور دیکھا کہ متعدد غیر اسلامی رسموں نے دین و شریعت کا درجہ حاصل کر لیا ہے تو مولانا ان غیر اسلامی رسموں کو بیخ و بن سے اکھاڑنے اور عام لوگوں کو توہمات سے نجات دلانے کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ مولانا چونکہ انتظامی ذہن کے مالک تھے اسلئے انہوں نے سب سے پہلے ”انجمن اصلاح الرسوم“ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ پھر بدعات اور غیر اسلامی نظریات کے خلاف ایک منظم تحریک شروع کر دی۔ انہی ایام میں بفقہ کے نواحی گاؤں گلی باغ میں دیوان راجہ بابا کی زیارت مرجع خلاق بنی ہوئی تھی اور پورے علاقے میں یہ تاثر پھیلا ہوا تھا کہ اگر مرد اور عورتیں خاص دنوں میں

مزار پر حاضری نہ دیں گے اور نذرانہ پیش کرنے میں سستی کریں گے تو انہیں سخت نقصان پہنچے گا۔ چنانچہ علاقے بھر کے دو تین سو دیہاتوں میں یہ رواج چلا آ رہا تھا کہ عید کے روز تمام مرد اور عورتیں دس دس میل پتھریلی زمین پر ننگے پاؤں سفر کر کے دیوان راجہ بابا کے مزار پر حاضری دیتے اور نذرانے پیش کرتے۔ مجاہد ملت مولانا ہزاروی نے سب سے پہلے دیوان راجہ بابا کے مزار پر حاضری کو علی الاعلان بدعت قرار دیا۔ اس پر یکا یک مولانا کے خلاف شدید رد عمل ہوا۔ دوسری طرف مولانا نے بفقہ کی دوسری جانب نکوٹ نامی گاؤں کے مزار پر ہلہ بول دیا۔ یہاں نکوٹ میں ایک بزرگ کی قبر کے قریب ایک درخت تھا۔ جس کی جڑ کے نیچے سے لوگ اپنے سوکھامان پر چھاؤں والے بچے گزارتے تھے۔ اور اتوار کے دن مذکورہ مزار پر مردوں، عورتوں اور بچوں کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ میلے کا سماں دکھائی دیتا۔ مولانا نے انہی جڑوں کو راتوں رات کٹوا دیا۔ اور پورے علاقے کا طوفانی دورہ کر کے بدعت اور شریک رسوم کی تردید اس زور و شور سے کی کہ کوئی مشرک مولانا کی تاب نہ لاسکا۔ یہ تحریک اتنی زوردار تھی کہ تمام خاموش طبع علماء بھی خاموش نہ رہ سکے۔ رفتہ رفتہ اس تحریک میں شامل ہونے لگے۔ تب کہیں جا کر یہ قبوری رسمیں کافی حد تک ختم ہوئیں۔“

بدعتی پیر کا قلع قمع:

”انہی دنوں کی بات ہے کہ موضع ڈھوڈیاں ضلع مانسہرہ میں ایک بدعتی پیر صاحب آئے ہوئے تھے۔ مریدین مردوں اور عورتوں کے جھرمٹ میں گھرے ہوئے تھے۔ مجاہد ملت مولانا ہزاروی کو اس

صورت حال کا علم ہوا تو فوراً وہاں پہنچ گئے اور اچانک پیر صاحب کی مجلس میں جا دھمکے۔ پیر صاحب مولانا کا نام سنتے ہی لرزہ بر اندام ہو گئے۔ مولانا نے پیر صاحب کو اٹھایا اور فرمایا کہ یہ کون سی فقیری ہے؟ جس میں عورتوں کو سامنے بٹھایا ہوا ہے۔ شرم نہیں آتی۔ فوراً میرے علاقے سے نکل جاؤ اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔ وہ دن اور یہ دن پھر بے چارے کو کبھی ادھر آنے کی جرات نہیں ہوئی۔“

(خدا م الدین ۲۹ جنوری ۱۹۹۳)

شیخ الحدیث مولانا صفدر کی شہادت:

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:

”مجاہد ملت مولانا ہزاروی کے قصبہ بلفہ کے قریب ہی ایک گاؤں ہے جس کا نام نکوٹ ہے وہاں ایک بزرگ کی قبر ہے۔ قبر کے قریب ایک درخت تھا۔ جس کی جڑ کے نیچے سے لوگ اپنے سوکھامان پر چھاؤں والے بچے گزارتے تھے۔ اور اتوار کے دن مذکورہ مزار پر مردوں، عورتوں اور بچوں کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ میلے کا سماں دکھائی دیتا۔ حضرت مولانا کی سعی سے اس درخت کی جڑیں کٹوائی گئیں اور جب لوگوں کو تو حید خالص کا سبق دیا گیا تو پھر کہیں جا کر یہ فتنہ شرکیہ رسم ختم ہو گئی اور پھر علماء اور منصف مزاج خوانین نے بھی مولانا کا بھر پور ساتھ دیا اور یہ قبوری رسمیں کافی حد تک ختم ہوئیں اور اس دور میں اس علاقہ میں دو شخصیتیں تقریر کرتی تھی ایک حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور دوسرے حضرت مولانا عبدالحنان صاحب بالاکوٹی اور دونوں بزرگ فضلاء دیوبند میں سے تھے اور اس دور میں علماء میں

یہ مقولہ مشہور تھا کہ کھڑے ہو کر تقریر کرنے کے سلسلہ میں کمال علماء ہزار ہیکم الاغلام غوث و عبدالحنان حالانکہ اس دور میں اس علاقہ میں دیوبند کے بغیر کسی بھی دوسرے مکتب فکر کے علماء سے عوام کے کان بالکل نا آشنا تھے اور دیوبند ہی کے مدرسہ کا نام عوام کی زبان پر تھا اور راقم الحروف بھی حضرت مولانا مرحوم کی ایسی ہی تقاریر اور اس قسم کے مجاہدانہ کارناموں سے متاثر ہوا اور دیوبندیت کے پروانوں کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ ان کا طریق ہی حبت تو حید و سنت اور بغضِ شرک و بدعت کا دوسرا نام اور خلاصہ ہے۔

یہ پروانہ ہے جس نے دیدہ بازی کا ہنر جانا

اسی کا کام ہے ذوقِ نظر میں جل کے مرجانا

(حوالہ تبصرہ نمبر ص ۱۵)

سعودی حکومت میں جرأتِ رندانہ:

حضرت مولانا شمس الدین (ہری پور ہزارہ) رقم طراز ہیں:

۱۹۶۳ء میں مجاہد ملت مولانا ہزاروی حج پر گئے۔ ماہ ذی الحجہ کا چاند بہت سے حاجیوں نے بدھوار کی شام شب جمعرات کو دیکھا۔ اس حساب سے یوم الحج بروز جمعہ ۹ ذوالحجہ کو ہوتا تھا لیکن سعودی حکومت کسی وجہ سے اعلان کر بیٹھی کہ یوم الحج بروز ہفتہ ہوگا۔ کچھ لوگوں نے حضرت مجاہد ملت مولانا ہزاروی کو متوجہ کیا۔ تو مولانا نماز کے بعد کھڑے ہو گئے اور عوام کو متوجہ کر کے پہلے عربی پھر اردو پھر پشتو میں ایک جوشیلی تقریر کی جس کا خلاصہ یوں تھا کہ

”اسلام کے ایام عبادت چاند دیکھنے پر مقرر ہیں کسی کیلنڈر جنتری یا

کسی شاہی حکم کے ماتحت نہیں چونکہ عوام کی اکثریت نے شب جمعرات کو خود چاند دیکھا ہے اس لئے شرعی احکام کے مطابق میدان عرفات میں یوم الحج بروز جمعہ ہوگا۔ قافلے کی قیادت میں خود کروں گا جو جو مسلمان میرے ساتھ متفق ہیں وہ ہاتھ کھڑے کریں۔“

چونکہ تقریر تینوں زبانوں میں ہوئی تھی اس لئے حرم شریف کا تمام مجمع مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ کا ہمنوا بن گیا اور اس اعلان سے مکہ شریف کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک عظیم ہلچل مچ گئی۔

حکومت نے رات کے گیارہ بجے دوبارہ اعلان کیا کہ حج بروز جمعہ ہوگا۔ مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ کی اس جرأت رندانہ پر ساری دنیا کے موجود مسلمان شکر گزار اور حیران ہوئے۔
(تبصرہ نمبر ص ۲۵)

کمالِ جرأت:

جناب محمود احمد عارف لکھتے ہیں:

”مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ ایک وفد کے ساتھ جس میں شیخ حسام الدین مرحوم بھی تھے صدر پاکستان محمد ایوب خان صاحب سے ملنے تشریف لے گئے۔ دوران گفتگو ایوب خان نے کسی مسئلہ پر کہہ دیا ”مولانا جہاں تک میں اسلام کو سمجھا ہوں وہ اس طرح ہے“ تو مولانا نے فوراً جواب دیا ”کرسٹن کیلر“ کے ساتھ غسل کرنے والے جو اسلام سمجھتے ہیں وہ ہم کہاں سمجھ سکتے ہیں“ ایوب خان اس پر شرمندہ ہوئے اور شیخ حسام الدین مرحوم بہت خوش! کہ مولانا نے خوب بات لگائی ہے۔
(تبصرہ نمبر ص ۴۴)

اسلام اور غلامی:

قاضی شمس الدین صاحب رقم طراز ہیں

”۱۹۶۴ میں جب جامعہ ازہر مصر کے ہزار سالہ جشن پر موتمر عالم اسلامی کے اجلاس میں مجاہد ملت حضرت ہزاروی حکومت مصر کی دعوت پر شریک ہوئے۔ وہاں ایک سوال یہ بھی تھا کہ جس طرح قرونِ اولیٰ میں اسلام کی اشاعت بہت تیزی سے ہوتی تھی اب کیوں رک گئی ہے؟۔ اس پر ایک یورپ زدہ سوڈانی نے اپنی تقریر میں کہا کہ اسلام چونکہ نظامِ غلامی کو تسلیم کرتا ہے اور انسانی فطرت نظامِ غلامی کو ناپسند کرتی ہے اس لیے اب تعلیم عام ہو جانے کی وجہ سے دنیا اسلام کے اس نظریہ کو ناپسند کرتی ہے۔ اس لیے لوگ اسلام سے رغبت نہیں رکھتے۔ اس مرحلے پر مجاہد ملت مولانا ہزاروی کھڑے ہو گئے اور صدر اجلاس کو مخاطب کر کے کہا۔۔۔۔۔

جناب عالی! مجھے محترم مقرر کے اس نظریے سے اختلاف ہے اس لیے اس مسئلے کی وضاحت کیلئے مجھے وقت دیا جائے۔ صدر اجلاس نے مولانا ہزاروی کیلئے دوسرے دن کا وقت مخصوص کر دیا۔ اس سفر میں مولانا محمد یوسف بنوری کراچی، مولانا تاج الاسلام ڈھاکہ اور مولانا مفتی محمود صاحب بھی ہمراہ تھے۔ مولانا نے ایک اہم تقریر تیار کی اور دوسرے دن سوڈانی یورپ زدہ لیکچرار کی تقریر کے پرچے اڑا کر رکھ دیئے۔ مصر سے مولانا واپس آئے تو راقم الحروف نے مولانا سے اس تقریر کا مسودہ لے کر اس کا سلیبس اردو میں ترجمہ کیا۔ جو روزنامہ ”جنگ“ راولپنڈی ۲۱/۷/۱۹۶۷ء میں شائع ہوا۔ پھر

جنگ سے ہفت روزہ ”ترجمان اسلام“ لاہور نے نقل کیا اور ترجمان اسلام سے ہفت روزہ ”خدام الدین“ ماہ نامہ ”تبصرہ“ لاہور اور ماہ نامہ ”شمس الاسلام“ بھیرہ ضلع سرگودھانے بھی نقل کر کے شائع کیا۔
(تبصرہ نمبر ص ۲۵)

فنائیت و بے نفسی:

مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ میں ایک خاص خوبی یہ تھی کہ اپنے چھوٹے سے چھوٹے کارکن کو بھی ہمیشہ آگے بڑھانے کی فکر میں لگے رہتے اور اپنے آپ کو ہمیشہ پیچھے رکھتے۔ گویا مولوں کو شہبازوں سے لڑانے کا شوق اور ولولہ رکھتے تھے۔ نصف صدی تک اپنے علاقے کے جاگیردار خوانین رؤسا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر میدان سیاست میں مضبوط مقابلہ کرتے رہے۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ غریب عوام یہ سمجھ لیں کہ اقتدار جاگیرداروں کا پدری ورثہ نہیں۔

کام کے آدمیوں کی تلاش:

کوشش کرتے کہ کام کا آدمی مل جائے۔ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۵۵ء میں ایک مرتبہ مجاہد ملت مولانا ہزاروی خانقاہ شریف کنڈیاں آئے تو مولانا مفتی عطا محمد صاحب ساکن چودھوان ضلع ڈیرہ اسماعیل خان نے مولانا کو بتایا کہ ملتان کے مدرسہ قاسم العلوم میں ایک نوجوان عالم مولوی محمود صاحب ڈیروی رہتے ہیں کام کے آدمی ہیں۔ انہیں اپنے ساتھ ملا لیں۔ چنانچہ مولانا ہزاروی خانقاہ شریف کنڈیاں سے سیدھے ملتان مدرسہ قاسم العلوم میں جا پہنچے۔ جناب مفتی صاحب سے ملے اور ان کو اپنے ساتھ آمادہ کر لیا اور بعد میں مفتی صاحب میدان سیاست میں بڑھتے بڑھتے عالمی سیاست تک جا پہنچے تو یہ سب سعی و ہمت تھی

مولانا ہزارویؒ کے اخلاص و بے نفسی کی۔ (تبصرہ نمبر ص ۲۷)

مومنانہ بصیرت:

قاضی شمس الدین صاحب لکھتے ہیں:

”غالباً اپریل ۱۹۷۲ء کی بات ہے راقم الحروف نماز جمعہ میں مولانا ہزارویؒ صاحب سے ملا تو معلوم ہوا کہ مولانا رات کو لاہور جا رہے ہیں اور صبح مولانا عبید اللہ انور صاحب کے ہمراہ ساہیوال جائیں گے اور وہاں سے بذریعہ کارمنچن آباد بہاول نگر تشریف لے جائیں گے۔ ہفتہ کو ایک ذاتی کام کے لئے راقم اسلام آباد سے واپسی پر مری روڈ پر کوہاٹی بازار کے قریب آیا تو یونہی خیال گذرا کہ مدرسہ فرقانیہ سے ہو کر جانا چاہئے۔ جماعت کی نئی تازی کوئی بات شاید معلوم ہو جائے۔ اس خیال کی بنا پر مدرسہ جا پہنچا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔ راقم جا کر ملا تو جناب مفتی صاحب نے اول وہلہ میں پوچھا کہ حضرت مولانا ہزاروی صاحب کا کچھ پتہ ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت مولانا رات لاہور گئے ہیں۔ صبح خیبرمیل سے حضرت مولانا عبید اللہ انور کو لاہور سے لے کر ساہیوال اتریں گے اور وہاں سے بذریعہ موٹر کارمنچن آباد مولانا محمد شریف صاحب منچن آبادی کے مدرسہ کے سالانہ جلسہ پر جائیں گے۔ مفتی صاحب تفصیل سن کر وہاں موجود دوستوں سے کہنے لگے کہ آپ ذرا دوسرے کمرے میں تشریف لے جائیں میں نے قاضی صاحب سے علیحدگی میں کچھ بات کرنی ہے۔ چنانچہ تمام دوست اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلے گئے، اور جب تخلیہ ہو گیا تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ حالات بھٹو صاحب کے قابو میں نہیں آرہے اور بھٹو صاحب سخت گھبرا گئے ہیں اور ملک کو فوج کے حوالے کر کے خود حکومت سے الگ ہو رہے ہیں۔ تم فوراً مولانا کے پیچھے منچن آباد جاؤ اور مولانا کو میری طرف سے کہہ دو کہ پروگرام ملتوی کر کے واپس آ جائیں۔ راقم

الحروف نے عرض کیا کہ میں نے کافی دنوں پہلے دوستوں کو وقت دیا تھا اور آج وہاں جلسہ ہے میں تردید مودودیت کی ضروری کتابیں ہمراہ لایا ہوں۔ وہاں میرے نام کا اعلان ہو چکا ہے اب اگر میں نہ جاؤں تو یہ بہت بری بات ہوگی۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہ ملک و ملت کا مسئلہ ہے اور وہ ایک جلسہ کی بات ہے اور مولانا کے لئے اور میرے لئے اس وقت تم سے زیادہ قابل اعتماد آدمی موجود نہیں ہے۔ اس لئے جلسہ کے لئے کوئی متبادل انتظام کر کے تم ہی منجن آباد جاؤ۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب کی یہ بات سن کر معاملہ کی نزاکت کے پیش نظر میں نے منجن آباد جانا ہی ضروری سمجھا، دوستوں سے معذرت کر دی اور خود اسی وقت اڈہ بس لیاقت آباد سے لاہور روانہ ہو گیا۔ رات گیارہ بجے لاہور بادامی باغ اڈہ پہنچا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ منجن آباد والی بس تو روانہ ہو چکی ہے۔ اب بہاولنگر والی بس مل سکتی ہے۔ چنانچہ راتوں رات بس کا سفر کر کے صبح بہاولنگر پہنچا۔ وہاں سے دوسری بس کے ذریعہ منجن آباد پہنچا، بس سے اتر کر شہر جا رہا تھا کہ مولانا ہزاروی مولانا عبید اللہ انور کے ہمراہ بذریعہ کار بہاولنگر جا رہے تھے۔ چنانچہ انہی قدموں پر بہاولنگر پہنچا تو معلوم ہوا کہ ابھی ابھی حضرت مولانا ہزاروی پورے والا تشریف لے گئے۔ چنانچہ راقم الحروف بھی دوسری بس پر پورے والا روانہ ہو گیا اور خدا خدا کر کے بعد ظہر مولانا سے ملاقات ہوئی۔

جب علیحدگی میسر آئی تو راقم نے مقصد سفر عرض کیا اور حضرت مفتی صاحب کا پیغام سنایا۔ حضرت مولانا ہزاروی نے سنتے ہی جلال میں آ کر فرمایا کہ کس گدھے نے مفتی صاحب سے کہا ہے کہ بھٹو حکومت چھوڑ رہا ہے۔ وہ حکومت کیوں چھوڑتا ہے، دو صوبوں کی اسمبلیوں کا ملہ اسکی جیب میں ہیں، دو صوبوں کی اسمبلیوں میں اسکا حصہ ہے۔ بہت سی سیاسی پارٹیوں کا سیاسی تعاون اس نے حاصل کر رکھا ہے، ملک کے عوام کی عظیم آہ ت بھٹو کے ساتھ ہے۔ بھٹو عوام میں سے ابھر کر آیا ہے نہ تو وہ آسمان

سے ٹپکا ہے نہ ہی وہ فوج یا مارشل لاء کے ڈنڈے کے زور سے اوپر آیا ہے، دراصل مجھے ایک مخلص رفیق سفر کی ضرورت تھی، جناب مفتی صاحب کے ذریعہ اللہ نے تم کو بھیج دیا ہے۔ میں نے ان لوگوں کو جنہیں پہلے وقت دیا ان لوگوں نے اشتہارات شائع کئے ہیں میرے نام کی وجہ سے مسلمانوں نے جلسوں کے لئے چندے دیئے ہیں۔ میں نے یہاں سے میاں چنوں تلچہ چک نمبر ۱۰۹ وغیرہ مقامات پر بھی جانا ہے۔ میں نہ جاؤں تو دوستوں کی کتنی دل شکنی اور سبکی ہوگی۔ آئندہ دوست سیاسی طور پر تباہ ہو جائیں گے نہ میں واپس جاتا ہوں نہ تم ہی کو جانے دیتا ہوں۔ پھر تھوڑی دیر خاموشی سے غور فرماتے رہے، پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ابھی سے میری ایک بات یاد رکھیں یقیناً یہ بے پرکی مودودیوں نے اڑائی ہوگی۔ کیونکہ اس طرح کے چھچھورے شگوفے چھوڑنے کی پریکٹس میں مودودیوں کو ہی ید طولیٰ حاصل ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا کی ہمرکابی میں راقم الحروف نے تمام جلسے دیکھے، اور دونوں اکٹھے راولپنڈی پہنچے۔ پھر جب حضرت ہزاروی صاحبؒ جناب مفتی صاحب کو ملے اور ان سے پوچھا کہ یہ بے پرکی غیر ذمہ دارانہ بات کس نے بتائی۔ تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ خان عبدالولی خان لاہور کھانے کی کسی دعوت میں شریک ہوئے وہاں مختلف قسم کے حضرات جن میں جماعت مودودی کے کچھ لوگ بھی تھے۔ باہم بڑے وثوق سے کہہ رہے تھے کہ بھٹو اب گھبرا گیا ہے اور بھاگ رہا ہے حالات اس کے قابو سے باہر ہیں وغیرہ۔ (الجمعیۃ ۴ جنوری ۱۹۷۲ء)

اقبال کی مشہور نظم ”اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو“ حضرت ہزارویؒ کے ل کی دھڑکن اور لگن تھی۔ اور آپ کی ساری زندگی درج ذیل شعر کی مکمل تفسیر تھی۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے

وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ

باب ۴

اخلاص و اللہیت، صبر و استقامت خوش طبعی

و اطائف، فقیری و درویشی

اور ایثار و ترجیح

مصلح المملت حضرت اقدس مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی خدمت میں محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمان الاعظمیؒ موجود تھے۔ حضرت نے ایک اور صاحب کے واسطے سے حضرت محدث کبیرؒ مولانا حبیب الرحمان سے دریافت کرایا۔ اخلاص کسے کہتے ہیں؟ ان صاحب نے جس وقت یہ بات پوچھی حضرت اس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ اٹھ کر بیٹھ گئے اور دیر تک سر جھکائے رہے اور فرمایا،

”اخلاص یہ ہے کہ آدمی جس کا ہو بس اس کا ہو کر رہ جائے یعنی آدمی

اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے تو بس اللہ ہی کا ہو کر رہے کوئی اور دروازہ اس

کا مرکز نگاہ نہ ہو۔“

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کا ایک دوہا مشہور ہے اس میں بھی اسی اخلاص کی ترجمانی اور اس کے بہترین نتائج کا بیان ہے۔ سننے اور لوحِ دل میں نقش کر لینے کے لائق ہے۔

جہہ کیا دَر دَر پھرے
دَر دَر دَر دَر ہوئے
ایک دَر کو تھام لے
کہے نہ دَر دَر کوئے

آوارہ کتا ہر دروازہ پر جاتا ہے اور ہر جگہ سے دُر دُر ایا جاتا ہے۔ ایک مالک کے دروازے سے چمٹا ہوا کتا روزی پاتا رہتا ہے اور کسی کی دُر دُر اہٹ سننے کی نوبت اسے نہیں آتی۔ اخلاص و للہیت کی یہی شان ہے کہ جب اللہ کو رب مان لیا تو ہر طرف سے کٹ کر بس ایک اللہ ہی کا ہو کر رہے۔

کتنے بے غرض لوگ تھے یہ :

اخلاص کی تعلیم ہر دینی اور مذہبی رہنما نے دی لیکن مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ نے اپنی زبان سے اخلاص کے الفاظ کم استعمال کیے اور عمل سے اس کی تعلیم زیادہ دی ہے۔

شاعر انقلاب جناب امین گیلانی فرماتے ہیں:

”مولانا محمد علی جالندہریؒ نے بتایا کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم

نبوت سے رہائی کے بعد میں نے سوچا کہ مولانا غلام غوث نے کئی ماہ

اس تحریک میں انتھک کام کیا ہے۔ پیہم اسفار میں خرچ ہوا ہوگا۔ گھر

کے اخراجات نہ جانے کیسے پورے کئے ہوں گے۔ مجلس کی طرف

سے کچھ مالی امداد ہونی چاہئے۔ لہذا میں نے شوریٰ سے کہہ کر کچھ رقم مولانا کے لئے مختص کروائی۔ جب وہ رقم مولانا کی خدمت میں پیش کی گئی تو مولانا کہنے لگے مولوی صاحب! میں نے تو یہ کام اللہ کی رضا اور آنحضرت ﷺ کی خوشنودی کے لیے کیا ہے۔ اس میں معاوضے کی کوئی بات ہی نہیں۔ بس اللہ نے کام لے لیا۔ جیسے تیسے بھی ہوا، کام نکل گیا۔ اب اس رقم کی ضرورت نہیں۔

مولانا محمد علی جالندہریؒ فرمانے لگے کہ جب میں نے بہت اصرار کیا تو میرے پیہم اصرار پر بیس روپے رکھ لئے اور باقی رقم لوٹا کر فرمانے لگے کہ مولانا آپ کے بے حد اصرار پر یہ بیس روپے اس لئے رکھ لئے ہیں کہ اب اس سلسلے میں صرف بیس روپے کا مقروض ہوں۔ باقی آپ مجلس کے فنڈ میں جمع کر لیں۔ مولانا جالندہریؒ کہنے لگے کہ میں نے چونکہ وہ رقم کھاتے میں مولانا کے نام لکھوائی تھی۔ اسلئے مولانا ہزارویؒ کو میں نے چندہ کی ایک رسید کاٹ کر دے دی کہ اب یہ رقم آپ کی طرف سے بطور چندہ مجلس کے فنڈ میں جمع کرادوں گا۔ ”واقعی کتنے بے غرض لوگ تھے یہ“

(سوانح مولانا ہزارویؒ از سید منظور احمد شاہ آسی ص ۴۲۸)

سرودی کی رات ایک چادر میں گزار دی :

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندہریؒ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ایک کانفرنس رکھی۔ مولانا مرحوم کے جوہم عصر احباب

تھے۔ ان کو بلا تکلف کہہ دیا کہ کانفرنس میں بسترہ ہمراہ لائیں۔ کانفرنس پنجاب میں تھی اور مولانا غلام غوث مرحوم نے سندھ سے تشریف لانا تھا۔ ان کا سندھ کا دس پندرہ روزہ تبلیغی دورہ تھا۔ پورے دورے میں ایک کانفرنس کیلئے بسترہ ہمراہ رکھنا مشکل تھا۔ مولانا غلام غوث مرحوم بغیر بسترہ کے تشریف لائے۔ مولانا محمد علی مرحوم کے ہمراہ کھانا کھایا۔ رات کو تقریر کی صبح کو ٹرین سے واپس جانا تھا۔ مولانا محمد علی مطمئن کہ میرے کہنے کے مطابق مولانا بسترہ ہمراہ لائے ہوں گے۔ اسلئے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ مولانا ہزاروی نے دل میں خیال کیا کہ مولانا کا حکم تھا کہ بسترہ ہمراہ لائیں۔ اب اگر میں بسترہ ہمراہ نہیں لایا تو قصور میرا ہے۔ اس لئے مولانا جالندہری کو تکلیف کیوں دوں۔

کانفرنس سے فارغ ہوئے پنڈال کے قریب کسی مسجد میں ایک لنگی میں سردی کی رات گذاردی۔ صبح راز منکشف ہوا تو مولانا جالندہری نے افسوس کا اظہار کیا اور کہا آپ نے مجھے بتایا کیوں نہ تھا کہ بسترہ ہمراہ نہ لاسکا۔ مولانا ہزاروی نے کہا آپ میرے بھائی بھی ہیں اور مخدوم بھی۔ اگر میں اس کام میں آپ کا ہاتھ نہیں بٹا سکتا تو تکلیف کا سبب بھی نہیں بننا چاہئے۔ رات گذر گئی۔ ہائے! ایسی اجلی سیرت کے انسان کہاں سے لائیں۔“

اپنا بسترہ مہمانوں کیلئے وقف کر دیا:

”مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے جناب غلام نبی یا مجلس چنیوٹ

کے چوہدری ظہور احمد میں سے کسی ایک نے بتایا کہ ہم لاہور دفتر گئے۔ مولانا دفتر میں اکیلے تھے۔ سردی کی رات تھی، ہم نے آرام کرنا تھا۔ حضرت نے ہمیں بستر عنایت کیا۔ صبح اٹھے تو معلوم ہوا کہ صرف ایک بستر تھا۔ جو حضرت نے ہمیں دے دیا آپ نے ساری رات دسمبر کی سردی ایک لنگی میں گزار دی۔

(سوانح ہزارویٰ از منظور احمد شاہ آسی ص ۴۲۲)

دال چنارِ غبت سے کھایا:

مزدور لیڈر جناب طاؤس خان بیان کرتے ہیں:-

”ایک مرتبہ ہم بورے والا میں ایک جلسے میں شرکت کے لئے گئے۔ یہ بہت بڑا جلسہ تھا۔ اختتام پر بڑے بڑے امراء اور رؤساء نے یہ خواہش ظاہر کی کہ مولانا انہیں شرفِ باریابی بخشیں۔ لیکن مولانا نے جمعیت کے ایک نہایت غریب کارکن کے ہاں جانا پسند فرمایا۔ جب ہم اس کارکن کے ہاں پہنچے تو اس نے مولانا کی مدارات کے لئے بازار سے کچھ منگوانا چاہا۔ لیکن مولانا نے اسے منع فرمایا اور کہا کہ گھر میں جو کچھ ہے لے آؤ۔ دراصل اس شخص کے گھر میں دال چنار پکا ہوا تھا۔ اس لئے وہ ہچکچا رہا تھا۔ مولانا کہنے لگے بھئی! ہمارے ساتھ ایک مزدور لیڈر ہے۔ گھبرانے کی بات نہیں ہم وہی کھائیں گے جو گھر میں پکا ہوا ہے۔ وہ شخص دال لے کر آیا جو سب کے سامنے مولانا نے رغبت سے کھایا۔“ (سوانح مولانا ہزارویٰ ص ۴۲۷)

خشک روٹی :

”نذر محمد آف ترنگڑی بالانے ایک خط میں ہمیں لکھا کہ میرے چچا جناب محمد مسکین خان صاحب مرحوم بیان کرتے تھے کہ مرزائیوں کی تحریک کے دوران جب حضرت مولانا ہزاروٹی صاحب راولپنڈی میں حکومتی اہلکاروں کی وجہ سے روپوش قیام پذیر تھے۔ چونکہ وہ میرے لئے خاص گرامی قدر اور پسندیدہ شخصیت تھے تو کافی دنوں کے بعد دل میں خیال آیا کہ حضرت ہزاروی صاحب سے کیوں نہ ملاقات کی جائے۔ میں اسی تڑپ کو لیکر راولپنڈی گیا مولانا صاحب ٹھنڈی اور خشک روٹی پانی میں بھگو کر نوش فرما رہے تھے۔ میں بے ساختہ آبدیدہ ہو گیا اور ان کی عظمت اور بڑائی میرے دل میں اس قدر بس گئی کہ مولانا ہزاروٹی کو تاحیات میں فراموش نہ کر سکا۔“

پرانی روٹی مزے لے کر کھائی :

مولانا قاضی اسرائیل گڑنگی نے احقر کے نام ایک خط میں مجاہد ملت حضرت ہزاروٹی کے واقعات لکھے تو اس میں قاضی صاحب موصوف لکھتے ہیں:

”ایک دوست نے بیان کیا جو خود اس وقت وہاں پنڈی میں موجود تھے کہ حیدرآباد سے ساتھی کچھ کام کے لئے آئے۔ مجاہد ملت حضرت ہزاروٹی نے فرمایا کہ کھانا کھایا ہے یا نہیں۔ حضرت نے ان کے لئے کھانا منگوایا اور انہوں نے کھایا اور روٹی کے بچے ہوئے ٹکڑے اٹھا کر الماری میں رکھ دیئے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ ایک ہفتہ بعد پھر وہی دوست تشریف لائے اور حضرت ہی کے ہاں کھانا کھایا۔ حضرت نے

ان کو کھانا کھلا کر خود ہی پرانے ٹکڑے لئے اور کھانا شروع کیا اور وہ لوگ بھی حیران تھے کہ قومی اسمبلی کا ممبر اور ایک ہفتے کے پرانے ہمارے بچے ہوئے ٹکڑے کھا رہا ہے۔ حضرت سے ایک نے پوچھا حضرت یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، رزق آخر رزق ہی ہے، کھا کر پیٹ ہی بھرنا ہے۔“

یتیموں کی فکر:

آپ کے داماد حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مانسہرہ نے بیان فرمایا ہے کہ جب سالن تیار ہوتا تو حضرت پوچھتے ”سالن تیار ہے“ ہاں میں جواب ملتا تو فوراً برتن میں پانی لیتے اور اس سالن میں ڈال دیتے۔ اور گھر والے کہتے ”حضرت یہ کیا ہے؟“ حضرت فرماتے اس کو خوب گرم ہونے دو، پڑوس میں یتیم ہیں ان کو کون دے گا۔ اور ساری زندگی یونہی بسر ہو گئی۔

مظہر خدا کا خاص کرم ان کے ساتھ ہو

دکھیوں درد مندوں کا درمان چل بسا

آدھی رات اور یتیم کے سر پر ہاتھ:

”مولانا نذیر احمد آپ کے داماد نے بیان کیا کہ آدھی رات پڑوس میں یتیم بچوں کے رونے کی شدید آواز آئی۔ آپ اٹھے اور پوچھا کیا بات ہے؟ بچوں کی ماں نے بتایا بچے بھوکے سو چکے ہیں۔ حضرت گھر میں تشریف لائے تو کچھ بھی نہ تھا، اسی وقت ہوٹل پر تشریف لے گئے ہوٹل والے کو جگایا، ہوٹل والے نے کہا آدھی رات اور آپ؟ حضرت نے فرمایا آپ فوراً کھانا تیار کریں، کھانا تیار ہوا اور حضرت

نے لا کر ان یتیم بچوں کو کھلایا جب وہ سیر ہو گئے تو مسکرائے۔ حضرت نے اللہ پاک کی تعریف کی اور حضرت عمرؓ کی سنت کو زندہ کیا۔“

کانفرنس میں شرکت کے لئے کمبل بیچ دی :

حضرت مولانا سید منظور احمد شاہ آسی مرتب سوانح مولانا ہزارویؒ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۷ پر رقم طراز ہیں بابو میر احمد صاحب ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جن کو کافی عرصہ مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کی خدمت گزاری کی سعادت نصیب ہوئی۔ بابو صاحب موصوف پشاور کے ایک خوشحال گھرانے کے نوجوان تھے۔ خود مانسہرہ میں چمڑے کے تاجر تھے۔ اور مولانا کے خادم تھے۔ اکثر بفقہ آتے جاتے مولانا ان کے پاس ضرور ٹھہرتے تھے۔ بابو صاحب بتاتے ہیں کہ سخت جاڑا تھا۔ مولانا پنجاب سے گھر جاتے ہوئے میرے پاس ٹھہرے تو مولانا ایک نہایت اعلیٰ اون کی کمبل اوڑھے ہوئے تھے۔ چند دن بعد پھر واپس آئے تو وہ کمبل نہ تھی۔ اس دوران برف باری ہونے کی وجہ سے جاڑا مزید تیز ہو گیا تھا۔ میں نے کمبل کا پوچھا تو فرمایا کہ نہ ہر بات پوچھنے کی ہوتی ہے اور نہ ہر بات بتانے کی۔ مگر جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا کہ ڈیرہ اسماعیل خان احراز کانفرنس پر جانا ہے۔ کرایہ نہ تھا تو کمبل بیچ دی۔ (سوانح ہزارویؒ ص ۲۲۷)

تواضع کی انتہا:

مشہور مزدور لیڈر جناب طاؤس خان بیان کرتے ہیں:

”جون کا گرم مہینہ تھا۔ مولانا کو ضلع فیصل آباد کے دورے پر جانا تھا۔ میں مولانا کو ریل گاڑی پر سوار کرانے کے لئے جمعیت کے دفتر پہنچا۔ دیکھا مولانا اپنے ہاتھ سے دھوئے ہوئے گیلے کپڑوں کو پہلے سے

زیب تن خشک لباس پر پہن رہے ہیں۔ میں نے کہا مولانا! ان کو خشک تو ہونے دیتے تو فرمانے لگے۔ گاڑی کی روانگی میں وقت بہت کم ہے، گرمی ہے۔ اسٹیشن تک پہنچتے پہنچتے ہی یہ کپڑے خشک ہو جائیں گے۔ اور واقعی ایسا ہی ہوا اسٹیشن پر مولانا نے ان کپڑوں کو اتارا اور بیگ میں تہہ کر کے رکھ لیا۔ گاڑی میں بہت رش تھا۔ ایم این اے ہونے کی وجہ سے آپ کے پاس فرسٹ کلاس کا ٹکٹ تھا لیکن انہیں بمشکل ایک ڈبے میں کھڑے ہونے کی جگہ ملی۔ آپ نے کسی سے اپنی حیثیت کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ کھڑے کھڑے آمادہ بہ سفر ہو گئے۔ مجھ سے رہا نہ گیا میں مولانا کو بتائے بغیر گاڑی کے پاس پہنچا۔ اسے تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ مولانا کو میرے لئے مخصوص ڈبے میں بٹھا دیں۔ میں مولانا کو وہاں لے کر پہنچا تو گاڑی اپنے ڈبے میں موجود نہ تھا۔ میں نے مولانا سے بیٹھنے کو کہا تو کہنے لگے کہ گاڑی سے پوچھ کر بیٹھوں گا۔ آپ کھڑے رہے۔ گاڑی آیا اور آپ کو بیٹھنے کے لئے کہا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کہیں میرے بیٹھنے سے آپ کے فرائض کی ادائیگی میں خلل تو نہیں پڑے گا۔ جب اس نے یقین دلایا کہ ایسا نہیں ہوگا تب آپ اس کے ڈبے میں بیٹھنے کو آمادہ ہو گئے۔“

لسی پر گزارا اور اڑھنی کا ایثار :

”مجاہد ملت حضرت ہزاروی کی قناعت پسندی اور ایثار کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ میں ہفت روزہ ترجمان اسلام کے دفتر گیا۔ مولانا اخبار کا دار یہ لکھنے میں مصروف تھے۔ انہوں نے ایک پاؤدھی کی نمکین لسی

جس میں تقریباً تین چار سیر پانی تھا۔ بلکہ اگر میں کہوں کہ وہ لسی کم اور پانی زیادہ تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ مولانا روٹی کا نوالہ منہ میں ڈالتے اور پانی نماسی سے نگل لیتے۔ میں نے دیکھا تو کہا مولانا اتنی سردی میں پانی جیسی پتلی لسی سے روٹی کھا رہے ہیں۔ سالن منگوا لیا ہوتا۔ کہنے لگے طاؤس خان یہ لسی صحت کے لئے بہت مفید ہے۔ یاد رہے مولانا صاحب اس وقت مغربی پاکستان اسمبلی کے ممبر تھے۔ اسی اثناء میں ایک عقیدت مند آیا اور ایک خوبصورت سفید اوڑھنی مولانا کے کندھوں پر ڈال دی۔ مولانا کام میں مصروف رہے۔ وہ شخص چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جمعیت کے ایک کارکن تشریف لائے۔ مولانا کے کندھوں پر پڑی ہوئی اوڑھنی کی تعریف کی اور کہا کہ مولانا جب میں جمعیت کے دوروں پر جاتا ہوں تو مجھے بہت سردی لگتی ہے۔ آپ نے اپنی ایثار پسند طبیعت کے تحت وہ اوڑھنی اپنے کندھے سے اٹھا کر اس کے کندھے پر ڈال دی۔“

ایثار کا ایک دلچسپ واقعہ :

”ایک مرتبہ مجھے مجاہد ملت حضرت ہزاروی کے ساتھ مولانا محمد امیر بجلی گھر کی انتخابی مہم کے سلسلے میں دسمبر میں پشاور جانا پڑا۔ لاہور ریلوے اسٹیشن پر شدید رش تھا۔ شدید سردی تھی اس ڈبے میں ایک انگریز جوڑا بھی سفر کر رہا تھا جن کا لباس سردی روکنے کیلئے ناکافی تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر سردی روکنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے اور صاف محسوس ہو رہا تھا کہ وہ سردی سے پریشان ہیں۔ مولانا نے اپنے جسم پر کبیل اوڑھ رکھا تھا۔ اچانک انہوں نے

اپنا کمبل ان دونوں پر ڈال دیا۔ اور خود وظائف میں مشغول ہو گئے۔ صبح جب ہم پشاور پہنچے تو اس جوڑے نے وہ کمبل شکرپے کے ساتھ مولانا کو لوٹا دیا۔ میں نے مولانا سے پوچھا کہ آپ کو بھی تو سردی لگ رہی تھی آپ نے کمبل ان کو کیوں دیا؟۔ اس پر مولانا نے بتایا کہ میں نے قمیص کے نیچے روئی کی جیکٹ پہن رکھی ہے۔ یہ لوگ غیر مسلم ضرور ہیں لیکن انسان تو ہیں۔ اور انسانیت کا تقاضہ یہی تھا کہ میں ان غیر ملکی مہمانوں کی پریشانی میں ان کی مدد کرتا۔ دورِ حاضر میں ایثار کی ایسی مثال شاید خال خال ہی کہیں ملے۔

(سوانح ہزاروی ص ۲۳۰ تا ۲۳۲)

انسانیت سے ہمدردی :

حضرت مولانا مفتی شمس الدین صاحب راوی ہیں کہ:

”مئی ۱۹۳۵ء میں صبح چار بجے ایک ہوٹل کے چوہی چھجے کو آگ لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک محلے سے دوسرے تیسرے اور چوتھے تک پہنچ گئی امیروں کے محلات اور غریبوں کی جھونپڑیاں، مسجدیں، مندر گیارہ بجے دن تک بھسم ہو کر رہ گئے۔ قبر خداوندی تھا جس مکان پر فائر بریگیڈ کے انجن پانی ڈالتے وہ زیادہ تیزی سے جلنے لگتا یوں معلوم ہوتا کہ پانی میں مٹی کا تیل ہے۔ عجیب افراتفری کا عالم تھا۔ کچھ اللہ کے نیک بندے لوگوں کا سامان بچانے میں امداد کر رہے تھے اور کچھ دوسرے بد قسمت لوٹ مار میں مشغول تھے اخلاق اور بد اخلاقی کے عجیب عجیب تماشے دیکھنے میں آئے۔ اور دیدہ عبرت کیلئے قسم قسم کے بصیرت افروز مناظر قدرت نے دکھائے۔ عجیب نفسا نفسی کا عالم تھا

گیارہ بجے تک شہر کا تین چوتھائی حصہ جل چکا تھا اس زمانے میں ضلع ہزارہ کا ڈپٹی کمشنر سکندر مرزا تھا گیارہ بجے کے بعد سکندر مرزا نے شہر کو فوج کے حوالے کر دیا فوج نے آگ کے اشتعال و اتصال کو ختم کرنے کے لئے طے کیا کہ کچھ مکانوں کو گرنیڈ بم مار کر اڑا دیا جائے تاکہ آگ سے دوسرے مکان بچ جائیں چنانچہ بم مارے گئے اور کچھ مکان اڑ گئے ایک مکان کی چھت کا ٹین اڑ کر ایک سڑک پر جہاں بچے جمع تھے ایک بچے کے سر پر جا گرا۔ بچہ زخمی ہو کر گر پڑا۔ راہ گذر اور اہل محلہ بچے کے ارد گرد جمع ہو کر افسوس کرنے لگے۔ ارے ارے، اوہ اوہ، اُف اُف کے جملوں سے بچے کے ساتھ ہمدردی ہونے لگی۔ اتنے میں مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ آ پہنچے مولانا نے سمجھا کہ شاید کوئی مداری تماشا دکھا رہا ہے اور اس قیامت کے عالم میں لوگ تماشا دیکھ رہے ہیں مولانا نے غصہ سے مجمع کو چیرا اور اندر دیکھا تو ایک بچہ پڑا تڑپ رہا ہے اور لوگ زبانی جمع خرچ سے اس کے ساتھ ہمدردی میں مشغول ہیں۔

مولانا نے عوام کی بھیڑ کو مخاطب ہو کر غصہ سے فرمایا کہ آپ عجیب احمق لوگ ہیں۔ آپ کی اس بے فائدہ آہ آہ اور اُف اُف سے زخمی بچے کا خون بند ہو جائے گا یا اس کی مرہم پٹی ہو جائے گی؟ یہ فرمایا اور فوراً بچے کو اٹھا کر ہسپتال کی طرف بھاگے بے ہوش بچے کا سر مولانا کے کندھے پر تھا اور خون مسلسل مولانا کے اچکن اور شلواری سے بہتا ہوا جوتوں تک پہنچ گیا۔ عجب تماشا تھا مولانا آگے آگے بچہ کو اٹھائے بھاگے جا رہے تھے اور بھیڑ پیچھے پیچھے بھاگ رہی

تھی۔ بچہ کو ہسپتال پہنچا کر ایک بیچ پر لٹا دیا اور ہسپتال کے اردلی کو فرمایا کہ جاؤ ڈاکٹر کو اطلاع کرو کہ ایک خطرناک زخمی بچہ امداد کا محتاج ہے۔ اردلی گیا ڈاکٹر نے جواب دیا کہ ہسپتال کا وقت ختم ہو چکا ہے تین بجے مریض کو لائیں۔ اردلی کا یہ جواب سن کر مولانا نے پھر اردلی کو قسم دے کر کہا کہ ایک بار پھر جاؤ اور جو الفاظ میں کہوں وہی ڈاکٹر کو کہنا۔ اس کو کہنا کہ غلام غوث ہزاروی کہتا ہے کہ تمہارے ہسپتال کا وقت تو ختم ہو گیا ہے لیکن اگر تمہاری انسانیت، شرافت اور ہمدردی کا وقت ختم نہیں ہوا تو فوراً پہنچو کہ ایک بچہ زندگی اور موت کی کش مکش میں مبتلا ہے مولانا ہزاروی کا نام جب ڈاکٹر نے سنا تو دوڑتا ہوا آیا خود ہسپتال کھولا دوائیں تیار کیں اور بچے کے زخم صاف کر کے مرہم پیٹی کی اور ایک بڑے لمبے کپڑے سے اس کا سر باندھ دیا۔ خود بازار سے مولانا نے گرم دودھ منگوایا اور جب بچے نے آنکھیں کھولیں تو اس کو پیار اور شفقت سے وہ دودھ پلایا تھوڑی دیر بعد اس کے متعلقین آگئے تو بچہ ان کے سپرد کر کے مولانا اور مجمع ہسپتال سے رخصت ہوئے۔ راقم الحروف اس تمام کارروائی میں اوّل سے آخر تک مولانا کے ہمراہ رہا اور آج بھی جب وہ مناظر آنکھوں کے سامنے آتے ہیں تو عقیدت کی آنکھیں بے مثال انسانی ہمدردی کی عظمت کے سامنے جھک جاتی ہیں اور بے ساختہ یہ مبالغہ آمیز شعر زبان پر آ جاتا ہے۔

تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

(ہفت روزہ الجمعیتہ ۲۸ دسمبر ۱۹۷۳ء)

اپنے خُدام کی خدمت:

برادر مکرم جناب قاضی محمد اسرائیل صاحب گڑنگی لکھتے ہیں:

”کہ راقم الحروف آپ کا ایک ادنیٰ خادم و ملازم تھا ایک مرتبہ راقم کے والد محترم آبائی گاؤں سے راو پینڈی تشریف لائے جب والد صاحب، جامعہ فرقانیہ میں تشریف لائے تو مولانا ہزارویؒ اپنی مسجد صدر میں تھے۔ راقم الحروف اپنے والد محترم کو مولانا سے ملاقات کے لئے صدر روانہ ہوا۔ جب صدر مسجد کے قریب پہنچے تو مولانا تنور سے روٹی لانے کیلئے جارہے تھے راستہ میں ہی ملاقات ہوئی خیریت دریافت فرمائی اور کھانے کے بارے میں دریافت فرمایا۔ تو ہمارا جواب نفی میں تھا۔ تو حضرتؒ نے فرمایا اچھا اور کہا حجرہ میں چلے جاؤ میں نے حضرتؒ سے عرض کیا میں تنور سے روٹیاں لاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ روٹیاں میں خود تنور سے لاتا ہوں آپ حجرہ میں چلے جائیں۔ ہم حجرہ میں چلے گئے آپ روٹی لائے ہمارے سامنے رکھ کر ساتھ بیٹھ کر تناول فرمایا۔ پانی وغیرہ سب کچھ خود لائے۔ میرے والد نے فرمایا بیٹے ایسے عالم بہت کم پیدا ہوتے ہیں ان کی خدمت ہی میں رہا کرو۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ قومی اسمبلی کے ممبر تھے کیا دنیا میں کوئی ایسا مرد مجاہد ہے جو اپنے غلام کے ساتھ ایسا سلوک کرے۔

(ماہنامہ خلافت راشدہ مارچ ۲۰۰۳)

خودداری :

جناب سردار محمد زمان صاحب بیان فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ آپ نے اسمبلی میں وفاقی وزیر مواصلات ممتاز علی بھٹو کو کچھ کام کرنے کے لئے کہا لیکن وہ پوری بات نہ سن سکے اور کسی ضروری میٹنگ میں چلے گئے۔ جب وہاں سے فارغ ہوئے تو مولانا کے دفتر میں فون کیا۔ فون میں نے ہی سنا۔ حضرت سے کہا کہ وہ آپ سے ملاقات کے لئے آتے ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ میرے ساتھ چٹائی پر ہی بیٹھے گا اور اس کے لئے کسی قسم کا اہتمام کرنے سے قاصر ہوں۔ ان سے کہو کہ کل انشاء اللہ العزیز اسمبلی میں بات ہوگی۔“

(خلافت راشدہ مارچ ۲۰۰۳)

پکتے نہیں ہم فقیر لوگ :

”نصرة العلوم گوجرانوالہ کے مہتمم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ راوی ہیں کہ میرے پاس ایک ریٹائرڈ تحصیلدار آئے۔ انگریز کے دور حکومت میں برطانیہ نے بڑے بڑے قائدین اور مخالفین کو خریدنے پر نہیں متعین کیا تھا۔ اس تحصیلدار کا بیان ہے کہ میں نے صوبہ سرحد کے تمام مخالفین کو پانچ ہزار اور دس ہزار میں انگریز کے حق میں خریدا اور انہوں نے انگریز دشمنی ختم کر دی۔ لیکن اس پورے صوبے میں واحد شخص مجاہد ملت حضرت ہزاروی تھے جن کیلئے خصوصیت کے ساتھ پچاس ہزار روپے دئے گئے۔ تاکہ کسی طرف نہ شخص انگریز دشمنی ترک کر دے۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ

انگریز کے زمانے کا پچاس ہزار آج کے دور کے کم از کم پچیس لاکھ روپے کی خطیر رقم بنتی ہے۔ ریٹائرڈ تحصیلدار کے بقول اس نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر اس مجاہد وقت کو خرید نہ سکا۔

(سوانح مولانا ہزاروی ص ۳۳۷)

حفظِ امانت کا حیرت انگیز واقعہ:

مولانا اسلام الدین صاحب مہتمم مدرسہ مظہر العلوم توروڈھیر تحصیل صوابی مردان نے بیان کیا ہے کہ

”جن دنوں کشمیری مہاجرین آئے ہوئے تھے۔ اور ان کے لئے بطور خاص امداد کیڑے اور لحاف وغیرہ دیے جاتے تھے تو ان دنوں مجھے لاہور جانے کا اتفاق ہوا اور میں جمعیت العلماء اسلام کے دفتر میں مقیم ہوا۔ ناظم دفتر نے ان لحافوں میں سے ایک لحاف بچھا دیا اور میں نے اپنا بسترہ نہ کھولا۔ رات کو تقریباً گیارہ بجے مجاہد ملت حضرت ہزاروی صاحب دفتر تشریف لائے، دروازہ کھٹکھٹایا۔ منتظم نے دروازہ کھولا۔ مولانا اندر تشریف لائے وضو کیا اور نماز پڑھنا شروع کر دی۔ منتظم نے کشمیری مہاجرین کے چندے والے لحافوں میں سے ایک لحاف مولانا کیلئے بھی بچھا دیا۔ مولانا نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا کہ یہ لحاف کس کا ہے؟ ناظم نے بتایا کہ مہاجرین کشمیر کی امداد کے لئے آئے ہوئے لحافوں میں سے ایک ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ لحاف کشمیریوں کی امانت ہیں۔ اور ان کا ذاتی استعمال امانت میں خیانت ہے۔ یہ ناجائز ہے۔ چنانچہ آپ نے وہ لحاف اٹھوا دیا اور اپنی چادر ہی میں پاؤں سمیٹ کر ایک کونے میں لیٹ گئے۔“

مولانا کی یہ بات سن کر میں نے بھی وہ لحاف اٹھوادیا اور اپنا بستر کھول کر بچھایا اور اپنا لحاف مولانا پر ڈال دیا۔ مولانا نے پھر پوچھا کہ یہ لحاف سہ ہے؟ میں نے کہا حضور! یہ میرا ہے۔ تب مولانا خاموش ہوئے اور میں بھی سو گیا۔ تھوڑی دیر بعد میری آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ مولانا مصلے پر کھڑے نماز میں مصروف ہیں۔“

(سوانح ہزاروی ص ۲۲۶)

ایامِ بیض کے روزوں کا اہتمام:

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ رئیس الجامعہ دارالعلوم مدینہ بہاول پور فرماتے ہیں

کہ :

”ہم محترم حضرت مولانا محمد شریف صاحب ہندوستان کے ساتھ سفر پر تھے اس ٹرین پر مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ بھی سفر کر رہے تھے۔ راستے میں علیک سلیک کے بعد کسی اسٹیشن پر اتر کر مولانا بہاولپوریؒ کچھ فروٹ خرید لائے اور حضرت ہزارویؒ کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرت نے فروٹ کھانے سے معذرت چاہی مگر مولانا بہاولپوریؒ جب بہت مُصر ہوئے تو فرمایا! یہ ایامِ بیض ہیں میں روزے سے ہوں۔ فروٹ رکھ لیجئے شام کو افطار کریں گے۔ اندازہ کیجئے کہ قوم کے قائد ہیں اور سفر پر ہیں لیکن صومِ بیض کی پابندی سے مزین ہیں۔ اس طرح کی شخصیات کو چراغ لے کر ڈھونڈیں تو بھی نہ مل سکیں گے۔“

(تبصرہ نمبر ص ۴۵)

حضرت امیر شریعتؒ سے بے تکلفی:

”مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ پیکر زہد و تقویٰ ہونے کے باوجود زاہد خشک نہ تھے ان کے ساتھ جو شخص بھی چند روز رہ جاتا وہ بخوبی جان جاتا کہ آپ فی الواقع باغ و بہار شخصیت کے مالک ہیں۔ لطائف بیان کرتے تو ساری محفل کشتِ زعفران معلوم ہوتی۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے آپ بڑے بے تکلف تھے۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری فرماتے ہیں :

”غالباً صفر ۱۳۶۵ھ، جنوری ۱۹۴۶ء کا واقعہ ہے۔ الیکشن

ہی کا زمانہ تھا میں پنجاب سے فارغ ہو کر سرحد پہنچا۔ شاید کچھ انتخابات ہو چکے تھے۔ اور کچھ باقی تھے۔ مجھے پروگرام کے مطابق کئی جگہ تقریریں کرنی تھی۔ اسی سلسلے میں ہزارہ پہنچا۔ وہاں کانفرنس ختم ہوئی تو اکوڑہ خٹک پہنچے۔ بیٹ الخلاء کی ضرورت ہوئی تو میں نے پوچھا بھائی! پیشاب پاخانے کی کوئی جگہ ہے۔ تو مولانا غلام غوث کہنے لگے جہاں ہم گئے تھے وہیں کہیں آپ بھی بیٹھ جائیے۔ اب جو میں نے باہر نکل کر دیکھا تو کھلا میدان ہے۔ اس میں کوئی دائیں سے آ رہا ہے اور کوئی بائیں سے، کوئی آگے اور کوئی پیچھے سے۔ اب میں بیٹھوں تو کہاں؟ میں واپس آ کر کمرے میں چپ چاپ لیٹ گیا۔ اور وہیں یہ نظم لکھ دی۔ مجھے ”چمگاڈر کے مہمان“ کی ضرب المثل یاد آگئی کہ اس کے ہاں کوئی مہمان آ گیا اسنے کہا کہ بھائی کہاں بیٹھیں اٹھیں دن کا وقت تھا اور دن کو چمگاڈر درختوں یا مکانوں میں اٹنے لٹکے

رہتے ہیں۔ اس نے وہیں سے جواب دیا بھائی جہاں ہم لٹکے ہوئے ہیں تم بھی وہیں لٹک جاؤ اور یہی قصہ مجھے اکوڑہ خٹک میں پیش آ گیا کہ جن کے مہمان تھے۔ انہوں نے بھی ”جہاں ہم لٹکے ہوئے ہیں تم بھی وہیں لٹک جاؤ“ کی قسم کا مشورہ دے دیا۔ یعنی جہاں وہ خود لٹکے ہوئے تھے ہمیں بھی لٹکانا چاہا۔“

”مولانا ہزاروی نے مجھے مشغول دیکھا تو باہر سے ہی بول اٹھے کہ آپ کہیں نظم تو نہیں لکھ رہے ہیں۔ میں نے کہا ہاں لکھ تو رہا ہوں۔ کہنے لگے سنائیے۔ میں نے پڑھی تو کہنے لگے یہ لوگوں کو مت سنائیے گا۔ میں نے کہا اچھا دیکھا جائے گا۔ چنانچہ جب سب اکٹھے ہو گئے تو میں نے چپکے سے کاغذ نکال کر نظم پڑھنی شروع کر دی۔ بس پھر جو حال ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔

وہ نظم یہ ہے :

حضرت ہزاروی سے امیر شریعت کا منظوم مزاحیہ کلام:

ہر ی پور ہزارہ کے جلسہ کے بعد
یہ آرڈر ملا جیش احرار کو
کہ جانا ہے تم کو اکوڑہ خٹک
یہ فرمان سنتے ہی سب سُرچوش
باندازِ خاص و بخوشی و خروش
روانہ ہوئے سوئے روئے اٹک
ہوئی شام اور سُرچوش آگئے
اٹک پر برنگ شفق چھا گئے

دیئے سب نے بکس اور بستر ٹپک

کسی کو جو فطری تقاضہ ہوا

مؤدب وہ اس طرح گویا ہوا

کہ دوں اپنی بوری کو کس جا جھٹک

یہ فرمایا اٹھ کے اک خان نے

وہ اک محترم اور ذیشان نے

بشانِ خصوصی قومِ خٹک

خو! تم نے سنا ہے وہ شیر کا بات

جو اس نے کہا اپنے میزبان سے

دکھا کر اپنی لٹک اور مٹک

یہاں ٹٹی مٹی کی حاجت نہیں

جہاں ہم لٹکتا ہے تو بھی لٹک

(سواطع الالہام ص ۸۱ تا ۸۳)

حضرت غوث ہزارہ کے حکیم حازق:

حضرت شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں۔

”انہی دنوں (یعنی صفر ۱۳۶۵ھ، جنوری ۱۹۴۶ء کی بات ہے) مجلس

احرارِ اسلام پشاور کے دفتر میں میں بخار سے پڑا ہوا تھا کہ اتنے

میں حضرت ہزاروی آئے اور پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا

بخار ہے۔ کہنے لگے میرے پاس ”کرنجوه“ بخار کی دوا ہے وہ کھا لیجئے

۔ میں نے کہا کڑوا ہوگا تو کہنے لگے کہ بخار میں مفید ہوتا ہے۔ میں

نے کہا دیجئے۔ میں نے ہتھیلی پر رکھ کر منہ میں ڈال لیا۔ اور اوپر سے

پانی پی لیا۔ جب میں دوا کھا کر پانی پی چکا تو نہایت متانت سے کہنے لگے۔ آپ کو معلوم ہے اسے فارسی میں کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگے اس کا نام ہے ”خایۂ ابلیس“ اور اس پر ایک زور کا قہقہہ لگایا۔ میں نے کہا خدا کے بندے! یہی کرنا تھا تو کھانے سے پہلے بتا دیا ہوتا۔ تو فرماتے ہیں کہ بتا دیتا تو آپ کھاتے ہی کہاں؟ خیر! کوئی حرج نہیں چیز مفید ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ لے بھائی پٹھان چوٹ کر گیا۔ اگر اس کا جواب نہ ہو تو بات نہیں بنتی۔ خیر اس وقت تو میں نے بات ٹال دی۔ اور چپ ہو کر لیٹا رہا۔ لیکن دھیان اسی طرف تھا کہ کچھ ہونا ضرور چاہئے۔

مولانا تو یہ کہہ کر ایک طرف ہٹ گئے اور باہر برآمدے والے کمرے میں جا کر لیٹ گئے اور میں نے کاپی پنسل جو میرے سر ہانے رکھی تھی اٹھا کر ایک قطعہ لکھا۔ اب مولانا کو فکر ہوئی۔ کیونکہ وہ مجھے لکھتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ تو وہیں سے گھبرا کر پوچھنے لگے کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ آپ کا قصیدہ لکھ رہا ہوں۔ مجھے ”کرنجہ“ بخار کی دوا کھلا کر آپ نے اسے ”خایۂ ابلیس“ بتایا ہے تو آپ کی تعریف لکھی ہے۔ تاکہ بیماروں کو آپ کے علاج اور دواؤں کا پتہ چل جائے کہ آپ کیا کچھ کرتے اور کھلاتے رہتے ہیں۔ کہنے لگے اچھا سنائے۔ میں نے قطعہ پڑھا۔ اب جو سنا تو لاجور ولاقوۃ پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے کہ کُشتہ نہیں بلکہ سفوف تھا۔ میں نے کہا اچھا پہلے نہیں تھا تو اب کُشتہ ہو گیا۔ اس پر بیچارے بہت پریشان ہوئے اور لوگوں کو سنانے سے روکتے رہے اور

مجلس میں ایک تماشہ بنا رہا۔ وہ قطعہ یہ تھا۔۔۔۔۔

حضرتِ غوث ہزارہ کے حکیمِ حاذق
جو کہ بیماروں سے کم فیس لیا کرتے ہیں
اب یہ معلوم ہوا کہ بخاروں میں حضور
گشتہ خایہ ابلیس دیا کرتے ہیں

(سواطع الہام ص ۹۲)

خوش طبعی اور حاضر جوابی:

ایک مجلس میں امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے لفظ قرآنی ”ترہبون“ کا ترجمہ ”یرکانے“ سے کیا اور بطور مثال فرمایا کہ دو بھینسے جب لڑتے ہیں تو آپس میں سر تو جوڑ لیتے ہیں مگر کمزور بھینسا ریک جاتا ہے۔ وہ گو مقابل بھینسے کو دھکیلنے کی کوشش کرتا ہے مگر پچھلی طرف سے اس کا گوبر بھی نکلتا ہے۔ مولانا ہزاروی نے فوراً کہا کہ ”پتلا ہو کر“ شاہ صاحب نے داد دیتے ہوئے فرمایا کہ واہ واہ سچ ہے کہ جائے استاذ خالی نیست۔

نکتہ آفرینی:

اللہ تعالیٰ نے مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کو ذہانت، نکتہ آفرینی اور فی البدیہہ حاضر جوابی کی نعمت سے بطور خاص نوازا تھا۔ مخالف کے وار کو اپنی حاضر جوابی اور نکتہ آفرینی کے زور سے اس کی طرف پلٹا دینا حضرتؒ کی زندگی کا ایک سنہرا باب ہے۔ ذیل میں مختلف واقعات پیش خدمت ہیں۔

شیعہ مجتہد بھاگ نکلا:

”موضع کہنیاں میں ایک لکھنوی شیعہ مجتہد کے ساتھ

حضرت ہزارویؒ کا مناظرہ ہوا۔ اس کا مفصل واقعہ یہ ہے کہ اس مجتہد کا طریقہ واردات یہ تھا کہ وہ بڑی چرب زبانی سے حضور ﷺ کے ساتھ حضرت علیؑ کے قرب ایمانی اور خاندان کو کچھ ایسے لچھے دار الفاظ میں بیان کرتا تھا کہ گویا حضرت علیؑ ہی سب کچھ ہیں۔ دوسرا کوئی صحابی کچھ بھی نہیں۔ جب مولانا ہزارویؒ اس کے سامنے پہنچے تو اس سے جواب نہ بن پڑا۔

مولانا : حضرت علیؑ کا مزار مبارک کہاں ہے؟
مجتہد : نجف اشرف کوفہ میں۔

مولانا : جب حضرت علیؑ حضور ﷺ کے اتنے قریب تھے تو پھر آپ کے مدینہ میں کیوں دفن نہ ہوئے۔ اور بقول تمہارے جو حضرت علیؑ کے معاذ اللہ دشمن تھے وہ حضور ﷺ کے ساتھ دفن ہو گئے؟
مجتہد : یوں اس لئے ہوا کہ دو تین صحابیوں کو چھوڑ کر حضور ﷺ کے وصال کے بعد سب صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ (معاذ اللہ)

مولانا نے مسلمانوں کو توجہ دلاتے ہوئے مجتہد سے پوچھا کہ ایک استاذ نے لاکھوں شاگردوں کو پورے تیس (۲۳) برس لگاتار دن رات پوری جان فشانی سے تعلیم دی، لیکن جب تیس برس بعد امتحان ہوا تو دو تین شاگردوں کو چھوڑ کر لاکھوں شاگرد (صحابہ) بالکل ہی نل ہو گئے تو اس سے تعلیم دینے والے استاذ کی قابلیت ثابت ہوئی یا نالائق۔ یہ خود حضور ﷺ کی تربیت و تزکیہ پر سخت خوفناک اعتراض ہے۔ جب مولانا یہاں پہنچے تو وہ مجتہد لا جواب ہو کر بھاگ نکلا اور حمد اللہ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔“

(سوانح مولانا ہزارویؒ ص ۲۲۹)

لفظ ”مُلاً“ کا دفاع:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر فرماتے ہیں کہ

”ایک طبقہ کی طرف سے علماء کے بارے میں لفظ مُلاً استعمال کیا گیا تھا۔ جس سے غالباً ان کا مقصد اس طبقہ کی توہین تھی۔ حضرت ہزاروی نے ترکی بہ ترکی اس کے مقابلے میں لفظ مسٹر کرنا استعمال کیا اور اخبارات میں یہ لفظ اس زور سے آناً فاناً ملک کے اطراف میں مشہور ہوا کہ مسٹر قسم کے لوگوں کو اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور جب اس کی تشریح و تفسیر کے لئے مولانا ہزاروی کی طرف رجوع کیا گیا تو مولانا مرحوم نے اپنے وسیع تجربہ اور ظرافت کے پیش نظر اس کو معمرہ ہی رہنے دیا۔“

حاضر جوابی:

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:

”بعض اوقات بڑے عجیب انداز سے مخالفین پر چوٹ کرتے۔ لاہور برکت علی ہال میں علماء کا ایک اجتماع تھا اس میں دو مخالف جماعتوں کے سربراہوں کا تذکرہ ہوا تو مولانا نے فرمایا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو جھوٹا کہتے ہیں اور ہم اس میں دونوں کو سچا سمجھتے ہیں۔“

”ڈھا کہ میں علماء کا ایک عظیم اجتماع تھا اس میں ایک صاحب نے کہا کہ اپنی بصیرت اور سیاسی سمجھ بوجھ سے سوراخ کو بند

کریں مولانا ہزاروی نے فی الفور فرمایا کہ مصیبت یہ ہے کہ سوراخ دو
ہیں ایک نہیں اس پر وقت لگے گا۔“ (تبصرہ نمبر ص ۱۷)

انگریز کا گرم خون:

”ایک مرتبہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ برفہ میں تشریف
لائے۔ مولانا ہزارویؒ گھر پر موجود نہیں تھے۔ حضرت نے آتے ہی
فرمایا کہ انگریز کا گرم خون ضرورت ہے۔ گھر والے سوچوں میں گم
تھے کہ انگریز کے خون سے کیا مراد ہے؟ اچانک مولانا ہزارویؒ
تشریف لائے اور فرمایا کہ فوراً گرم قہوہ تیار کیا جائے۔ انگریز کے گرم
خون سے مراد قہوہ ہے۔“

وکیل نے فیس پہلے لی اور تیاری نہیں کی:

مولانا قاضی شمس الدین راوی ہیں کہ

”ایک دفعہ ایک مقدمہ حج نے شرعی فیصلے کیلئے حضرت ہزارویؒ کے
پاس بھیج دیا اور حضرت نے شرعی فیصلہ کر دیا۔ ہارے ہوئے فریق نے
اس فیصلے کے خلاف بالائی عدالت میں اپیل کر دی اور ایک قابل
وکیل بڑی فیس پر کر لیا۔ تاریخ مقدمہ پر اپنے فیصلے کی وضاحت کے
لئے مولانا عدالت پہنچے تو اپیل کرنے والے شخص کے وکیل نے
مولانا پر جرح کی۔ مولانا نے جرح کا جواب دے کر دو تین جرحیں
وکیل صاحب پر کر دیں۔ مولانا کی جرحیں ایسی پر لطف اور شگفتہ تھی کہ
کمرہ عدالت کشت زعفران بن گیا۔ مولانا کی دو تین الزامی اور
ظریفانہ جرحوں کے نتیجے میں سٹ پٹا کروکیل صاحب کی قانونی ترقی

تمام ہوئی۔ حج صاحب نے پوچھا کہ آپ نے کچھ اور پوچھنا ہے؟
 وکیل صاحب بولے جناب عالی! مجھے افسوس ہے کہ میں مقدمہ کی
 تیاری کر کے نہیں آیا۔ اس پر مولانا نے عدالت کو متوجہ کر کے یہ شعر
 پڑھا۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
 لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں
 فیس تو پہلے وصول کر لی مگر تیاری کیلئے بغیر ہی مقدمہ کو ٹرخانے
 آگئے۔ اس پر زبردست قہقہہ لگا اور حج نے کیس خارج کر دیا۔“
 (تبصرہ نمبر ص ۲۲)

مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اخلاص اور صبر و قناعت کا پیکر
 تھے۔ حضرت کا وصال کیا ہوا ایک عالم ایک موحد ایک مخلص ایک حق گو اس دنیا سے
 اٹھ گیا۔ وہ مرد مجاہد، صدق و صفا کا پیکر، خودداری کا پاسبان اور مصائب میں صبر و شکر کا
 علم بردار اب کبھی واپس نہیں آئے گا۔

جان کر منجملہ خاصانِ مے خانہ مجھے
 مدتوں رویا کریں گے جام و پیانہ مجھے

باب ۵

روحانی مقام، تزکیہ اور احسان و سلوک

تصوف و سلوک کی حقیقت:

قافلہ دیوبند کے سرخیل قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ تصوف و سلوک کے متعلق فرماتے ہیں:

” صوفیہ کا علم نام ہے ظاہر و باطن، علم دین اور قوت یقین کا اور یہی اصلی علم ہے۔ صوفیہ کی حالت اخلاق کو سنوارنا اور ہمیشہ خدا کی طرف لو لگائے رکھنا ہے۔ تصوف کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے مزین ہونا اور اپنے ارادہ کا چھن جانا اور بندے کا حق تعالیٰ کی رضا میں بالکلیہ مصروف ہو جانا ہے۔ صوفیہ کے اخلاق وہی ہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ کا خلق ہیں۔ حسب فرمان خداوند تعالیٰ ”کہ بے شک تم بڑے خلق پر پیدا کئے گئے ہو“ اور نیز جو کچھ احادیث میں آتا

ہے اس پر عمل کرنا اخلاقِ صوفیہ میں داخل ہے۔ صوفیہ کے اخلاق کی تعریف اس طرح ہے اپنے آپ کو کمتر سمجھنا اور خلقت کی ایذاؤں کو برداشت کرنا، نرمی اور خوش خلقی کا معاملہ کرنا، غیظ و غضب کا چھوڑ دینا، ہمدردی اور دوسروں کو ترجیح دینا۔ مطلب یہ کہ مخلوق کو اپنے حظ نفسانی پر مقدم رکھا جائے۔ سخاوت کرنا، درگزر کا معاملہ کرنا، خندہ روئی اور بشارت جسم و سہولت اور نرم پہلو رکھنا، تصنع اور تکلف کا چھوڑ دینا، خرچ کرنا بلا تنگی اور بغیر اتنی فراخی کے کہ احتیاج لاحق ہو، خدا پر بھروسہ رکھنا، تھوڑی سی دنیا پر قناعت کرنا، بغض و کینہ اور حسد نہ رکھنا، جاہ و عزت کا خواہش مند نہ ہونا، وعدہ پورا کرنا، بردباری، دوراندیشی، بھائیوں کے ساتھ محبت و موافقت رکھنا اور اغیار سے علیحدہ رہنا، محسن کی شکرگذاری اور جاہ کا مسلمانوں کے لئے خرچ کرنا۔ صوفی اخلاق میں اپنا ظاہر و باطن مہذب بنا لیتا ہے اور تصوف سارا ادب ہی کا نام ہے۔“ (بحوالہ تذکرۃ الرشید، جلد ثانی، ص ۱۲)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ارشاد :

ایک بار ایک طالب علم نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو تصوف و سلوک کی حقیقت جاننے کے بارے میں خط لکھا۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

”مقصودِ اصلی طریق سے رضا اور قربِ حق ہے اور جتنے امور کو ان میں دخل ہے وہ بقدر دخل کے مامور بہ ہیں اور درجہ دخل کا بتلانا صرف درجہ شارع کا ہے خواہ صراحتاً بتلائیں یا دلالتاً جس کا ظہور قیاس صحیح سے ہوتا ہے اور اسی جگہ سے کہا گیا ہے ”القیاس مظهر لا مثبت“۔“

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کا ارشاد:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا اپنی تصنیف ”شریعت و طریقت“ میں تحریر فرماتے ہیں :

”طریقت دراصل اسی احسان کا نام ہے یا تحصیلِ صفتِ احسان کا طریقہ ہے۔ اس کو تصوف و سلوک کہتے ہیں یا جو چاہے نام رکھ دیا جائے یہ سب تعبیرات ہیں۔“

علامہ شبیر احمد عثمانی کا ارشاد:

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

”ایمان جب ترقی کرتا ہے تو اسلام ہوتا ہے اور وہی اسلام ترقی کر کے احسان بنتا ہے۔“

آگے فرماتے ہیں:

”شریعت جو ایمان و اسلام کا مجموعہ ہے اس کی باقاعدہ اور متواتر مزا ولت اور مشق سے احسان حاصل ہوتا ہے۔ یہی طریقت ہے۔ پھر اس پر دنیا میں کچھ ثمراتِ باطنہ ملتے ہیں، اس کو معرفت و عرفان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔“

معرفت و احسان کے حصول کیلئے ہمیں قدم قدم پر راہنمائی کی ضرورت ہے، ہم شیخ کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔ ہم شیخ کے ہوتے ہوئے ڈگمگاتے ہیں۔ اگر شیخ نہ ہو تو پھر کیا حال ہوگا۔ یہ تو وہ زمانہ ہے جس کے متعلق حضرت امام لاہوری فرمایا کرتے:

”دنیا والو! تم کہتے ہو بینا سارے، نابینا کوئی کوئی، میں کہتا ہوں

ناہینا سارے، بینا کوئی کوئی۔“

یہ بات حضرت امام لاہوریؒ کے ملفوظات میں ہے۔ علم کو عمل میں لانا اصل چیز ہے اور یہ شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے آتا ہے۔ پھر مرید شیخ کی خدمت میں حاضر ہوگا تو شیخ اس کو اصلاح کا طریقہ بتائے گا۔

مرشد کی ہدایات پر عمل :

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں کسی مرید نے لکھا حضرت! جی چاہتا ہے کہ آپ کی خدمت کروں مگر فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ صحبت اچھی چیز ہے لیکن جب عمل پیدا ہو۔ عمل پیدا نہ ہو تو چراغ کے پاس آنکھیں بند کر کے بیٹھنے والے کو روشنی کہاں نظر آئے گی۔ حضرت مجددؒ نے بڑا بہترین جواب دیا۔ ارشاد فرمایا.....

جو با منی در یمنی نزد منی

چو بے منی نزد منی در یمنی

یعنی اگر تو میری ہدایات پر عمل کرتا ہے تو میرے پاس ہے اگر چہ یمن میں ہو اور اگر میری بات نہیں مانتا تو میرے پاس بیٹھا رہ کر بھی یہی سمجھ کہ تو یمن میں ہے۔

بیعت کا مقصد:

بیعت کا مقصد یہی ہے کہ مقام شہود حاصل ہو جائے۔ مقام شہود کا مطلب یہ ہے کہ تم خداوندِ قدوس کو اس طرح سمجھو کہ اس کا جلال اور جمال ہر وقت تمہارے سامنے جلوہ گر رہے۔ ہر مصیبت اور گناہ سے محفوظ رہو گے۔ اگر یہ مقام حاصل ہو جائے اور یقین بن جائے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں تو ہم گناہ کیونکر کریں۔

روحانیت کا اصل اور مطلوب:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید کو جو بظاہر

سادہ طبیعت کے تھے، خلافت دے دی تو باقی مریدوں نے اعتراض کی شکل میں آپس میں بات چیت کی کہ ہم اتنی ریاضتیں اور اتنے مجاہدے کرتے ہیں، چلے کاٹ کاٹ کر تھک گئے اور یہ رات دن حضرتؒ کے پاس بیٹھا رہتا ہے، کبھی پاؤں دباتا ہے، کبھی سر دباتا ہے تو حضرتؒ تک یہ اعتراض پہنچ گیا۔ حضرتؒ نے سمجھانے کے لئے ہر ایک مرید کو ایک ایک چھری اور ایک ایک مرغی دی اور فرمایا جاؤ ایسے مقام پر ذبح کر کے لاؤ جہاں کوئی تمہیں نہ دیکھ پائے اور جس کو حضرتؒ نے خلافت دی تھی اسے بھی یہی فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد سارے مرید مرغی ذبح کر کے لائے۔ کسی نے کہا میں نے دیوار کے پیچھے ذبح کی ہے، کسی نے کہا کہ میں نے غسل خانے میں ذبح کی ہے۔

غرض چھپ چھپ کر سارے ذبح کر لائے مگر وہ سادہ لوح چھری اور مرغی زندہ واپس لائے۔ سب نے دل میں خیال کیا ہوگا کہ اسے کوئی جگہ نہیں ملی کہ جہاں مرغی ذبح کر کے لاتا۔ اسے حضرتؒ نے خلافت دی ہے، سب اپنی جگہ خوش تھے کہ ہم نے حضرتؒ کا حکم بجالایا ہے لیکن وہ سادہ لوح دل کی بینائی رکھنے والا سمجھ گیا کہ حضرتؒ نے جو فرمایا کہ جہاں دیکھنے والا کوئی نہ ہو اس میں بھی کوئی راز ہے۔ حضرتؒ نے مصنوعی خفگی کا اظہار کر کے فرمایا اللہ کے بندے تجھے کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہاں پر دیکھنے والا کوئی نہ ہوتا۔ تو اس نے عرض کیا میں جہاں بھی گیا رب العالمین کی ذات کو حاضر پایا پھر میں کس طرح ذبح کرتا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ جہاں دیکھنے والا کوئی نہ ہو اس لئے میں نے ذبح نہیں کی۔ حضرتؒ نے مریدوں کو فرمایا کچھ سمجھے ہو؟ اسے میں نے خلافت اس لئے دی کہ اسے مقام شہود مل چکا ہے جو روحانیت کا اصل اور مطلوب ہے۔

اگر ہم برصغیر پاک و ہند کی مسلم تاریخ پر نظر ڈالیں تو صوفیائے کرام، مشائخ عظام اور اولیائے کرام کے ناموں سے بھری ہوئی نظر آئے گی اور حقیقت یہی ہے کہ برصغیر میں آج اہل ایمان کی جو اتنی بڑی تعداد نظر آتی ہے وہ انہی بزرگوں کے تسلسل کا

ثمر ہے۔ حضرت معین الدین اجمیری کے ہاتھ پر ایک روایت کے مطابق اسی لاکھ آدمی مسلمان ہوئے۔ بزرگانِ دین کی خانقاہیں دراصل تبلیغِ دین کے مراکز تھے۔ مسلم دورِ حکومت کے بعد یہ مشائخ، صوفیہ اور عارفین کا ملین ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سہارا دیا۔ جیسے حضرت شاہ ولی اللہ، سید احمد شہید، حاجی مداد اللہ مہاجر مکی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، اشرف علی تھانوی، احمد علی اہوری، حضرت مدنی اور مولانا زکریا کا نام ہمیں اس فہرست میں سب سے زیادہ مایاں نظر آتا ہے اس لئے کہ انہوں نے ہزاروں نہیں، لاکھوں انسانوں کے تزکیہ نفس و روحانی تربیت کا اہتمام کر کے انسانیت سازی میں اہم کردار ادا کیا۔

دارالعلوم دیوبند میں اساتذہ جب طالب علموں کو درسیات کا سبق پڑھاتے ہاں اس کے ساتھ ساتھ اخلاقیات کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ باطن کا اہتمام بھی کرتے۔ اس طرح طالب علموں میں ذوقِ تصوف کی نشوونما ہوتی رہتی۔ ہمارے

حضرت ہزاروی بھی دیوبند کے فیض یافتہ تھے اور انہیں اکابرین دیوبند کی محبت، معیت اور رفاقت میسر آئی۔ حضرت کی سوانح حیات پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تصوف اور احسان و سلوک کے ایسے فطری جوہر ودیعت فرمائے تھے جن کا ظہور وقتاً فوقتاً ہوتا رہا۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مجاز تھے:

جناب محمود احمد عارف صاحب لکھتے ہیں:

راقم سطور نے ایامِ گرما میں قیلولہ کے دوران ایک دفعہ خواب دیکھا
 ”شیخ مکرم حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالی احقر کی
 دکان پر تشریف لائے ہیں۔ اس خواب کو دیکھے ابھی دواڑھائی گھنٹے

ہی گذرے تھے کہ حضرت مولانا غلام غوثؒ دکان پر تشریف لے آئے۔ میں نے حضرت مولانا مرحوم سے دریافت کیا! کیا جناب والا کو حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ کی طرف سے خلافت و اجازت ہے۔ مولانا نے فرمایا! اس سوال سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ میں نے عرض کیا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نسبت و خلافت آپ کو حاصل ہے تو اس کی تصدیق ہو جائے گی۔ حضرت مولانا نے فرمایا حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ سے مجھے خلافت و اجازت حاصل نہیں البتہ حکیم عبدالجید سیفی صاحب مرحوم سے ہے جو خانقاہ عالیہ سراجیہ سے وابستہ ہیں۔ اس پر میں نے حضرت مولانا سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا۔

غیبی اشارہ :

جناب محمد اختر نعیم صاحب لکھتے ہیں کہ ایک خفیہ ایجنسی کے ملازم نے مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے متعلق کہا کہ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کے دنوں کی بات ہے میں اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں ان کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ موضع بٹل سے ہم مانسہرہ کی جانب آرہے تھے اس دوران کچھ فاصلہ ہمیں پیدل طے کرنا تھا کہ راہ چلتے ہوئے اچانک مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے جھاڑیوں میں آواز آرہی ہو کہ مولانا ہزارویؒ کامیاب ہو جائیں گے۔ مجھے شک ہوا کہ شاید کوئی شخص جھاڑیوں کے پیچھے موجود ہو لیکن میں نے وہاں دیکھا تو کوئی بھی نہ تھا۔ میں نے اسے ایک غیبی اشارہ جانا کہ مولانا اب انتخابات میں ضرور کامیابی سے ہمکنار ہو جائیں گے۔ پھر ایک بار انہوں نے اپنی کامیابی کے بارے میں میری رائے جانتی چاہی تو میں نے کہا مولانا صاحب جنگلی جھاڑیاں بھی آپ کی کامیابی کا مژدہ سنارہی ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت ۱۰ فروری ۲۰۰۰ء)

غلام غوثؒ کو رقم کی ضرورت ہے:

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب خطیب جامع مسجد مانسہرہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے خواب دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا! ”احمد علی غلام غوثؒ کو کچھ پیسوں کی ضرورت ہے۔“ جب حضرت لاہوری بیدار ہوئے تو ایک شخص کو کچھ پیسے دیکر مولانا غلام غوثؒ کی خدمت میں روانہ کیا اس شخص نے آ کر حضرت ہزارویؒ کو رقم دی اور واپس چلا گیا۔ چند دنوں بعد حضرت ہزارویؒ لاہور گئے اور حضرت امام لاہوریؒ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا مجھے تو رقم کی ضرورت نہ تھی آپ نے کیوں تکلیف فرمائی۔ حضرت لاہوریؒ نے فرمایا بھئی وہ تو مجھے نبی اکرم ﷺ نے خواب میں حکم دیا تھا۔ جس کو میں نے پورا کیا۔ یہ بات سن کر حضرت ہزارویؒ خاموش ہو گئے۔

سونانہ بنانا :

حضرت ہزارویؒ ماہر حکیم بھی تھے وہ چاہتے تھے کہ سونا بنایا جائے لیکن اہلیہ نے خواب دیکھا کہ خواب میں کسی نے حضرت کی اہلیہ سے کہا غلام غوثؒ کو کہہ دینا۔ سونا بنانے کی ضرورت نہیں ہے، کامیابی نہیں ہوگی۔ روزی کا مالک خداوند کریم خود ہے، وہی رزق دے گا۔ جب اہلیہ نے یہ خواب بیان کیا تو حضرت ہزارویؒ نے سونا بنانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ (بحوالہ ہفت روزہ جائزہ مانسہرہ ۴ مارچ ۱۹۸۶ء)

کیوں اب تسلی ہوگئی؟

جناب امین گیلانی صاحب رقم طراز ہیں:

” میرے ایک عزیز دوست سید عبداللہ شاہ مظہر برفہ نے مجھ سے بیان کیا کہ مولانا ہزارویؒ کی مودودی صاحب کے خلاف شدت کو میں ان کا ہم خیال ہونے کے باوجود اچھا نہ سمجھتا تھا کہ واشگاف الفاظ میں برسرِ عام اتنی سختی سے پراپیگنڈہ کیا جائے۔ میں نے دبے لہجے میں عرض کیا کہ مولانا یہ ٹھیک ہے کہ مودودی صاحب کا قلم بے راہ رو ہے۔ لیکن آپ کچھ نرمی سے احتجاج کیا کریں۔ مولانا نے جواب میں فرمایا وہ اسی قابل ہے۔ خیر بات آئی گئی ہوگی۔ اسی رات خواب میں سرور کائنات ﷺ کی زیارت ہوئی۔ فرمایا غلامِ غوث ٹھیک کر رہا ہے۔ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے چاہا کہ مولانا کو اپنا خواب بتادوں۔ ابھی ان کی طرف رجوع ہی ہوا تھا کہ مولانا بول پڑے۔ کیوں اب تسلی ہوگئی۔ میں مزید حیران ہوا کہ انہیں خواب کا بھی پتا چل گیا۔ اللہ اکبر۔“

(سوانح مولانا ہزارویؒ ص ۴۲۸)

پیش گوئیاں جو حرف بہ حرف پوری ہوئیں:

حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب بیان فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا بے حد درویش اور صائب الرائے تھے جو بات

فرماتے مستقبل میں ہو بہو صحیح صادق ثابت ہو جاتی۔“

الف: ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں ”صالحین“ نے اشتہار بازی کا طوفان اٹھا

رکھا تھا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ لوگ کاغذی گھوڑے تو بہت دوڑا رہے ہیں لیکن

ان کو پورے ملک میں چار سیٹوں سے زیادہ نہ ملیں گی۔ مبینہ طور پر سات کروڑ روپے

خرچ کرنے کے باوجود پورے ملک سے بمشکل ہی چار سیٹیں ان لوگوں کو ملیں۔

ب: اسی الیکشن میں ڈیرہ اسماعیل خان کی سیٹ سے مفتی محمود صاحب کے مقابلے میں اس وقت کی پاکستان کی مقبول ترین شخصیت ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) بھی کھڑے ہو گئے۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر مسٹر بھٹو جیت گئے تو میں سیاست چھوڑ دوں گا۔ جب انتخاب کا نتیجہ سامنے آیا تو جناب مفتی صاحب بھاری اکثریت سے جیتے ہوئے تھے۔

ج: جیسا کہ گزرا ہے حویلیاں میں مودودیوں نے مولانا پر خوفناک قاتلانہ حملہ کیا جس میں مولانا اور ان کے ساتھ مولوی مسعود الرحمن صاحب بال بال بچ گئے اس کے بعد ایک جلسہ عام میں مولانا صاحب نے فرمایا کہ:-

ان لوگوں کا سربراہ مجھ سے عمر میں دس برس چھوٹا ہے پھر اسے میری زندگی سے خاص دشمنی اور میری موت کی بڑی تمنا ہے مگر مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ میں اس کی زندگی میں نہیں مروں گا بلکہ وہ میری زندگی میں مرے گا اور امریکہ میں مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا مودودی صاحب امریکہ میں ۲۰/۹/۷۹ کو چل بے۔ اس طرح مودودی صاحب سولہ مہینے گیارہ دن مولانا سے پہلے فوت ہوئے۔

فرست ایمانی :

۱۹۵۴ء کے آخر کی بات ہے گورنر جنرل غلام محمد اور وزیر داخلہ سکندر مرزا دیوال شریف جانے کے لئے لکھنؤ کے ہوائی اڈہ پر اترے۔ مرزا سکندر اس وقت پاکستان کے مرد آہن کہلاتے تھے اور ملک میں اسلامی دستور کے نفاذ کا مطالبہ زور و شور سے جاری تھا۔ اخباری نمائندوں نے اسلامی نظام کے بارے میں سوال کیا تو سکندر مرزا نے کہا کہ یہ ہندوستان سے گئے ہوئے مولویوں کی اودھم ہے میں ان کو چاندی کی کشتی میں بٹھا کر یہیں بھیج دوں گا۔ یہ بیان اکثر اخبارات میں شائع ہوا۔ اتفاق سے

مولانا ہزاروی سکھر میں ایک کانفرنس کے سلسلے میں جا رہے تھے۔ رات کو سکھر میں ایک بہت بڑی کانفرنس میں مولانا غلام غوث ہزاروی نے سکندر مرزا کو لاکار اور فرمایا کہ ”سکندر مرزا! تم کہتے ہو کہ علماء کو چاندی کی کشتی میں سوار کر کے سمندر پار بھیج دوں گا۔ یاد رکھو! تم علماء کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ البتہ تمہارے لئے جہاز تیار ہو چکا ہے۔ تمہیں اس ملک میں دو گز کا ٹکڑا بھی میسر نہ آئے گا۔ بلکہ وقت آئے گا تمہاری لاش کو زمین سے نکال کر پھینک دیا جائیگا۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ”مَنْ عَادَ لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنَهُ بِالْحَرْبِ“ ”جو میرے دوست سے دشمنی رکھے میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔“

اب قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ سکندر مرزا کو ۱۹۵۸ء میں جنرل ایوب نے اسی آن بان سے لندن بھیج دیا اور اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ سکندر مرزا صاحب لندن میں ایک ہوٹل کے منیجر رہے اور مرنے کے بعد ان کی لاش ایران میں لاکر شاہ رضا پہلوی نے دفن کرائی۔ جب خمینی برسر اقتدار آیا تو ایرانی رضا کاروں نے سکندر مرزا کی لاش نکلو کر جلا دی۔ اور اس کی لاش سمندر میں بہادی۔ یہ مولانا کی فراستِ ایمانی تھی۔ جو پیشگوئی کی تھی وہ حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔

صوفی باصفا:

حضرت ہزاروی نے کنڈیاں شریف کے حضرت مولانا عبداللہؒ اور قطب زمان حضرت امام احمد علی لاہوریؒ سے بھی فیض حاصل کیا۔ حضرت لاہوریؒ کی مجلس ذکر میں ضرور شریک ہوتے۔ مجلس ذکر کے علاوہ حضرت لاہوریؒ سے وظائف اور

اسباق کی باتیں کرتے۔ مختلف چیزیں پڑھنے کی خاطر حضرت سے رابطہ کرتے۔ سفر و حضر میں ذکر و شغل میں مصروف رہا کرتے تھے۔ آپ کی صوفیانہ گفتگو سے عجیب روحانی سرور نصیب ہوتا تھا۔ سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے اکثر لوگ آپ کو صرف سیاسی لیڈر ہی سمجھتے رہے۔ تصوف حقیقی کا مزہ چکھنے والا یا تصوف کی کتابوں کو عمیق نظر سے پڑھنے والا جس نے تھوڑے وقت کے لئے ہی حضرت ہزارویؒ کی مجلس دیکھی ہو وہ اس بات کا اعتراف کرے گا کہ آپ ایک عظیم صوفی تھے۔ باجماعت نماز کا اہتمام، نوافل اور ذکر سے شغف، ساتھیوں سے شفقت و محبت اور متعلقین کی تربیت کی تڑپ سے انکی زندگی عبارت تھی۔

شانِ قلندرانہ:

مولانا ہزارویؒ کا ایک خصوصی وصف ان کی بلند نظری، زہد و استغناء اور انکی قلندرانہ شان تھی۔ اس طویل عمر میں انہیں طوفان و حوادث کے بے شمار مدوجزردیکھنے پڑے۔ زمانے کے نشیب و فراز کے نامعلوم کتنے تجربات ان کو ہوئے۔ عسرویسر کی خدا معلوم کیسی کیسی حالتیں ان پر گذریں اور نوہائے زندہ باد و مردہ باد کے کیسے کیسے تماشے دیکھنے کا انہیں اتفاق ہوا لیکن ان کی وضع و روش میں کبھی تغیر نہیں آیا اور وہ ہر حالت میں اپنی وضع پر قائم رہے۔ وہ مخلوق کی داد و تحسین یا مذمت و نکوہش دونوں سے بالاتر تھے۔ عام لوگ انہیں ایک عالم، ایک خطیب، ایک مجاہد اور ایک سیاسی ودینی رہنما کی حیثیت سے جانتے پہچانتے تھے مگر ان کے باطن کا سوز و گداز، تعلق مع اللہ اور غیر اللہ سے استغناء ہمیشہ ان کے سینے کا راز رہا۔ بہت کم لوگوں کو محسوس ہو سکا کہ وہ محض سیاسی لیڈر نہیں عابد شب زندہ دار بھی ہیں۔ اس قلندرانہ شان کا ایک مظہر یہ بھی تھا کہ حضرت ہزارویؒ کو مخدومیت سے چڑھتی۔ وہ ہمیشہ خادم کی حیثیت سے رہنا پسند فرماتے تھے کبھی

مخدوم بننا گوارا نہ فرماتے تھے۔ حضرت ہزارویؒ کے زہد و تقویٰ، خشیت، انابت اور عبدیت و تعلق مع اللہ وغیرہ اوصاف و کمالات جن تک ہم ایسے کوتاہ بینوں کی نظر پہنچ سکتی ہے وہ بھی اس قدر ہیں کہ انکی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہئے اور بہت سے کمالات تو ہم ایسوں کی فکری پرواز سے بھی بالاتر ہیں۔

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز خرام نیست

بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

باب نمبر ۶

اوراد و وظائف، معمولات اور افادات

بندوں کے مقام میں سب سے بلند مقام عبادت و انابت الی اللہ کا ہے اور دعا عبادت کا مغز، جوہر اور مظہر ہے۔ اسباب کی دنیا میں انسان کو مختلف احوال سے سابقہ پڑتا ہے، کبھی صحت، کبھی بیماری، کبھی فراخی، کبھی تنگی، کبھی رنج اور کبھی خوشی، کبھی عزت، کبھی ذلت، کبھی خوف، کبھی امن، کبھی فتح اور کبھی شکست..... الغرض ہر حالت میں انسان اسباب و وسائل کی جستجو کرتا ہے۔ مگر جب اسباب سے تہی دست ہو کر مایوسی کے عالم میں پہنچتا ہے تو بے ساختہ اس کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ جاتے ہیں..... کیونکہ.....

ہر چیز ہے سبب، مسبب سے مانگو
 منت سے سماجت سے ادب سے مانگو
 کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو
 بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو

دورِ حاضر میں بہت سی باتوں کی طرح دُعا کے سلسلہ میں بھی افراط و تفریط کا دور دورہ ہے اور تو وسط و اعتدال کی راہ بالعموم مفقود ہے۔ ایک طرف ہمارے کچھ (بزعم خود) روشن خیال افراد کے یہاں دعا کی ضرورت و اہمیت کا سرے سے انکار ہے اور وہ (ڈنکے کی چوٹ) دیدہ دلیری سے یوں کہنے میں کوئی حجاب و حیا نہیں رکھتے کہ ”جی دعاؤں سے کیا ہوتا ہے دعا میں کیا رکھا ہے، جو کچھ ہوتا ہے عمل و محنت سے ہی ہوتا ہے“ اور اس کے بالکل برعکس کچھ عقل و خرد کے کورے اور جہالت کے مارے فکر و عمل کی پونجی سے تہی دست ہو کر ہر زندہ و مردہ، ہر شجر و حجر کو حاجت روا اور مشکل کشا مان کر شرک جیسے عظیم گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ ایسی صورت میں تو وسط و اعتدال کی راہ پر چلتے ہوئے دُعا کی صحیح پوزیشن و حقیقت واضح کرنا اور زندگی کے ہر شعبے اور ہر حالت سے متعلق قرآن و حدیث کی صحیح دعاؤں کو باحوالہ پیش کرنا بنیادی دینی ضرورت ہے۔

ربِّ ذوالجلال ہر کسی کی دُعا سنتا اور قبول فرماتا ہے، مگر جو دعائیں محمد عربی ﷺ نے ارشاد فرمائیں اور اُمت کو ان کی تعلیم فرمائی، وہ دعائیں اللہ کو زیادہ پسند اور پیاری ہیں۔ اُمتِ محمدیہ کو محمد عربی ﷺ کے ذریعہ روحانی دولتوں کے جو عظیم خزانے ملے، اُن میں سب سے بیش قیمت خزانہ اُن دعاؤں کا ہے، جو مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ سے خود آپ ﷺ نے کیس یا اُمت کو ان کو تلقین فرمائی۔

مجھ گناہ گار کا طریقہ بھی یہ ہے کہ جب کبھی عوام و خواص کی کسی مجلس میں گفتگو یا تقریر کا موقع ملتا ہے، تو آپ ﷺ کی کچھ دعائیں ضرور سناتا ہوں۔ اور تجربہ ہے کہ لوگ آپ ﷺ کی منقول دعاؤں سے زیادہ متاثر اور خوش ہوتے ہیں۔ حدیث کے ذخیرے میں آپ ﷺ کی جو سینکڑوں دعائیں محفوظ ہیں، ان میں اگر تفکر کیا جائے تو واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر دعا معرفتِ الہی کا شاہکار اور آپ کے کمال روحانی کا مستقل برہان ہے۔ علاوہ ازیں جو دعائیں آپ ﷺ سے منقول

ہیں، ان کی استجابت و قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے سے زیادہ راضی اور خوش ہوتے ہیں جو محمد عربی ﷺ کے ارشاد فرمودہ الفاظ و کلمات میں اپنی حاجت اس کی بارگاہِ قدس میں پیش کرے.....

جو مانگنے کا طریقہ ہے اُس طرح مانگو

درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ محمد عربی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ بہت حیا دار ہے، جب بندہ دعا کے آداب و شرائط اور پختہ یقین کے ساتھ اس کی

جانب ہاتھ پھیلاتا ہے تو وہ انہیں خالی ہاتھ واپس کرنے سے حیا کرتا ہے۔ مفکرِ اسلام

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی والدہ محترمہ نے دعا اور التجا کو اپنے شاعرانہ خیالات

میں یوں پیش کیا ہے.....

جو مانگا ہے، جو مانگیں گے، خدا سے ہم وہی لیں گے

مچل جائیں گے، روئیں گے، کہیں گے، ہم یہیں لیں گے

نہیں دشوار کچھ تجھ کو، جو تو چاہے ابھی دیدے

کہ ہم محتاج تیرے ہیں، جو تو دے گا وہی لیں گے

نہیں گو ہم کسی قابل، مگر تیری عنایت ہے

جو تیری شان کے لائق ہے، ہم تجھ سے وہی لیں گے

کیا تو نے طلب ہم کو، اٹھیں گے ہم نہ اس در سے

نہ جائیں گے نہ جائیں گے، ابھی لیں گے وہی لیں گے

ہر زمانے میں علماء کرام نے محمد عربی ﷺ کی تعلیم و ارشاد فرمودہ دعاؤں کو

جمع کرنے کا اہتمام کیا اور اس سلسلہ میں بعض بڑے عمدہ اور موثر و قیوم مجموعے تالیف

فرمائے، مگر مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ نے جس خاص انداز میں قرآن و حدیث کی ان

دعاؤں کو جمع فرمایا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

احقر کے خیال میں مجاہد ملت حضرت ہزاروی مرحوم کی اس سعی بلیغ سے جہاں ہمیں قرآن کریم اور محمد عربی ﷺ کی نفیس و مقدس دعاؤں کا ایک بہترین و مستند مجموعہ مہیا ہو گیا، جس میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق قرآن و سنت کی عمدہ و پاکیزہ دعائیں موجود ہیں، وہاں مرحوم کی یہ کاوش ان کے ایصالِ ثواب اور ترقی درجات کے لئے بھی ان شاء اللہ نافع ہوگی۔ ذیل میں حضرت ہزارویؒ کی مرتب فرمودہ دعائیں نذرِ قارئین ہیں۔ جنہیں حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی دامت برکاتہم نے حضرت کے صین حیات شائع فرمایا اور آغاز میں جامع مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔

(۱) غموں اور مصیبتوں سے نجات کا سریع التاثير و طيفه :

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا ” لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ “۔ (الانبیاء: ۸۷) ترجمہ:- آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، آپ سب بڑی باتوں اور حدوث و امکان سے پاک ہیں، میں یقیناً ظالم تھا یا ظالموں میں سے تھا۔

پڑھنے کا طریقہ ! با وضو ہو کر عشاء کی نماز کے بعد تاریکی میں علیحدہ قبلہ رو بیٹھے، پھر اول آخر ایک بار کوئی سادہ و شریف پڑھے اور مٹی کے ایک برتن میں پانی ڈال کر اپنے پاس رکھے اور بار بار ہاتھ اس پیالہ میں بھگو کر اپنے منہ پر ملے اور دل میں اپنی حاجات اور غم کی نیت ہو تو اکتالیس دن پورے نہ ہونے پائیں گے کہ اس کی مراد انشاء اللہ پوری ہو جائے گی اور قرآن پڑھنے کا ثواب اس کے سوا ہوگا۔

ایک صحابی نے پوچھا کہ کیا یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے یا مومنین کے لئے عام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا عام ہے اور آیت کریمہ کی طرف متوجہ کیا وَ كَذَلِكَ نُنَجِّ الْمُؤْمِنِينَ (الانبیاء: ۸۸) کہ اس طرح ہم سب

ایمان والوں کو نجات دیں گے۔ (امام احمد نے اس کی روایت کی)

(۲) وسعتِ رزق کی دُعا :

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ، إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ، قَدْ جَعَلَ اللَّهُ
لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا - (طلاق: ۳) یہ قرآنی عمل ہے، فجر کی نماز کے بعد اول آخردرود
شریف پڑھ کر اس کو پڑھا کرے۔ بعضوں نے تین سو بار پڑھنا لکھا ہے۔

(۳) قرض سے چھٹکارا حاصل کرنے کا وظیفہ :

اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ
سِوَاكَ . (ترجمہ) ”اے اللہ کافی ہو جا میرے لئے اپنے حلال کے ذریعے اپنے
حرام سے اور مجھے غنی کر دے اپنے فضل سے اپنے ماسوا سے“۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات سکھائے اور
بعد میں فرمایا کہ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کی راہ
نکال دے گا بہتر یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد یہ وظیفہ عاجزی سے پانچ سو بار پڑھے،
ان شاء اللہ جلد ہی قرض ادا ہو جائے گا۔

(۴) سختی اور گھبراہٹ دور کرنے کی دُعا :

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ خندق کے
دن ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ گھبراہٹ کی وجہ سے ہمارے دل گلے تک پہنچ
گئے ہیں، اس کے لئے کوئی دُعا بتائیں، جس کو پڑھیں۔ آپ ﷺ نے مندرجہ ذیل

دُعایان فرمائی :

”اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ آمِن رَّوْعَاتِنَا“۔ (اے اللہ ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال دے اور ہماری گھبراہٹوں کو امن عطا کر دے)

اس دُعا کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی اور دشمنوں کے منہ پھیر دیئے۔

(۵) جسم کے ہر درد کی دُعا :

امام مسلم اور امام بخاری اور امام مالک نے روایت کی ہے اور یہ مجرب عمل ہے۔ جہاں درد ہو وہاں دایاں ہاتھ رکھ کر تین بار بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے اور سات بار اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَ قُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ پڑھے۔ اس کے بعد سورہ بقرہ اور سورہ ناس پوری پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے۔ مجرب ہے۔

(۶) ہر آفت سے بچنے کی دُعا :

نزول الابرار میں یہ دعا مروی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ موت کے سوا اس کے پڑھنے والا اپنے اہل و عیال میں کوئی آفت نہ دیکھے گا۔ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں، وہی ہوتا ہے کسی میں کوئی قوت و طاقت اللہ کے سوا نہیں ہے)

اس کو میں بطور تعویذ نظر بد کے لئے لکھتا ہوں، مگر شرط یہ ہے کہ کوئی نقطہ نہ ہو اور نہ کوئی حرف دوسرے کو کاٹے، پھر دائیں کو بائیں پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر لپیٹ دے اور پاک کپڑے یا چمڑے میں لپیٹ کر گلے یا بازو پر باندھے، لیکن لکھ کر اس کو ایک سادہ کاغذ میں لپیٹ دے کہ بے وضو ہاتھ نہ لگے۔ اس لئے کہ یہ قرآن پاک کی آیت ہے۔ میں اس کی اجازت سب کو دیتا ہوں۔

۷) نظرِ بد کی دُعا :

بخاری شریف میں ہے: ”أَعِيذُكَ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ عَنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَأَمَّةٍ“ (میں تجھے پناہ میں دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے پورے کلموں کے ساتھ ہر شیطان کی بدی سے اور ہر موذی جانور کے شر سے اور آنکھ کے لگنے کے شر سے)

مناسب ہے کہ جس کو نظر لگی ہو، اس دُعا کو چند بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے بیمار کے منہ پر چھینٹیں دیں۔

۸) نیند میں ڈرنے کی دُعا :

ترمذی شریف میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کوئی تم میں سے نیند میں ڈرے، تو یہ دُعا پڑھے: ”أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَعَنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ وَأَنْ يَحْضُرُونَ“ (میں اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اس کے غضب سے اور اس کے وسوسوں سے اور اس بات سے کہ وہ شیطان میرے پاس آئیں)

یہ دُعا چند دفعہ پڑھ کر سینہ پر پھونک دیں اور اگر بچہ ہو تو اس کے بدن پر دم کر دیں۔ تین دن تک صبح و شام کریں۔

۹) صبح و شام کی دُعا :

ترمذی، ابوداؤد اور ابن حبان وغیرہ نے روایت نقل کی ہے، سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: ”مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُولُ فِي صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَمَسَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَا يَضُرُّهُ شَيْءٌ“۔

”جو بندہ بھی ہر روز صبح کو اور ہر رات شام کو یہ دعائیں بار پڑھے، اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ دعا یہ ہے: ”بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ“۔

اس روایت کو حضرت ابان بن عثمان نے نقل کیا ہے جن کو ایک طرف فالج ہو گیا تھا تو ایک شخص نے حضرت ابان سے یہ حدیث سنی تھی، ان کو دیکھنے لگا۔ مطلب یہ تھا کہ دعا بتانے والا خود کیوں اس مرض میں مبتلا ہو گیا؟ حضرت ابان نے فرمایا ”کیا دیکھتا ہے۔ حدیث جو میں نے نقل کی ہے، اسی طرح صحیح ہے، لیکن میں جس دن بیمار ہو رہا تھا، اس دن یہ دعا پڑھنی بھول گیا تھا۔ (تو خدا کا کرنا پورا ہو گیا)

۱۰) دُعَاةُ حَاجَتِ :

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے کہا حضور ﷺ نے فرمایا: جس کسی کو خدا سے کسی آدمی سے کوئی حاجت ہو تو عاجزی سے یہ دعا پڑھے، مگر پہلے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے، پھر اللہ کی تعریف کرے اور حضور ﷺ پر درود بھیجے، پھر یہ دعا عاجزی اور اخلاص سے پڑھے :

”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ، اَسْئَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدْعُ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ“

”کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو حلیم و کریم ہے پاک ہے عرش عظیم کا مالک اور ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے۔ میں آپ سے ان باتوں کا سوال کرتا ہوں جو آپ کی رحمت کا سبب بنیں اور جن سے آپ کی بخشش یقینی ہو

اور مانگتا ہوں میں غنیمت ہر نیکی کی اور سلامتی ہر گناہ سے میرا کوئی گناہ نہ چھوڑ جو آپ بخش نہ دیں، نہ کوئی غم جو آپ دور نہ کر دیں نہ کوئی حاجت جو تیری رضا کے مطابق ہو، مگر اس کو پورا کر دیں اے ارحم الراحمین۔

۱۱) ابو مغلط انصاریؒ کی دعا اور اس کا اثر :

علامہ ابن قیمؒ نے ”الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی“ میں تحریر کیا ہے کہ ابو مغلط انصاریؒ جو متقی اور خدا تعالیٰ کی قدرت اور صفتوں پر کامل یقین رکھنے والے تھے، ایک بار وہ مال تجارت لے کر سفر پر روانہ ہوئے، راستہ میں ایک ڈاکو ملا، اس نے ان سے سارا مال لے لیا، پھر قتل کرنے پر آمادہ ہوا۔ حضرت انصاریؒ نے بہت کہا کہ مال لے لو، مگر مجھے قتل نہ کرو، لیکن وہ نہ مانا۔ پھر انہوں نے چار رکعت نماز کی اجازت طلب کی جو اس نے منظور کر لی۔ انہوں نے بڑے خلوص اور عاجزی سے نماز پڑھی اور آخری سجدے میں یہ دعا کی جس پر آپ غور کریں کہ دنیا میں آپ نے آخری نماز سمجھ کر کس عاجزی اور خلوص سے پڑھی ہوگی۔ دُعا یہ تـ

”يَا وَدُودُ يَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِيدُ يَا فَعَالُ لِمَا يُرِيدُ ، اسْئَلُكَ بِعِزَّتِكَ الَّذِي لَا يُرَامُ وَبِمُلْكِكَ الَّذِي لَا يَضَامُ وَبِنُورِكَ الَّذِي مَلَأَ أَرْكَانَ عَرْشِكَ أَنْ تَكْفِينِي شَرَّ هَذَا اللَّصِّ يَا مُغِيثُ اغْنِنِي يَا مُغِيثُ يَا مُغِيثُ اغْنِنِي“

”اے محبت کرنے والے اے بڑے عرش کے مالک اے اپنے ارادے کو کر ڈالنے والے میں آپ کو تیری عزت و غلبے کا واسطہ دیتا ہوں، جس کا کوئی ارادہ نہیں کر سکتا اور تیری اس بادشاہی کا واسطہ دیتا ہوں جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا اور تیرے نہ کے واسطے سے دعا کرتا ہوں جس نے آپ کے عرش کے پائے بھر دیئے ہیں نہ تو کافئ ہو جا میرے لئے اس ڈاکو کے شر سے اے فریادرس میری فریاد سن لے، اے فریادرس

میری فریاد سن لے اے فریادرس میری فریاد سن لے۔

جب ابو مغلط سجدے میں یہ دعا کر رہے تھے کہ اچانک ایک سوار آیا اور نیزے سے اس ڈاکو کا کام تمام کر دیا، پھر ابو مغلط کو کہا سجدے سے سر اٹھا لو۔ ابو مغلط نے پوچھا کہ آپ کون ہیں، انہوں نے کہا میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں، جب آپ نے دعا کی تو میں نے آسمان کے دروازے کھلنے کی آواز سنی، جب آپ نے دوسری دفعہ یا مغیث اغثنی کہا فرشتوں میں ہل چل پڑ گئی، جب آپ نے تیسری بار کہا تو مجھے حکم ملا میں نے فوراً پہنچ کر اس کا کام تمام کر دیا۔

(۱۲) دشمنوں اور آسیب سے حفاظت کی عجیب دعا :

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ مولانا وارث حسن گوہیہ دعا ”حزب الاکبر“، ”سیف قاطع“ خاص طور سے سیدنا امام العارفين حضرت امام زین العابدین سے پہنچی ہے۔ اس دعا کو پڑھنے والا ان شاء اللہ کبھی ضرر نہ اٹھائے گا، چور ہرن سے اور آسیبی خلل سے محفوظ رہے گا۔ اعداء مغلوب ہوں گے اور خود غالب رہے گا، کوئی دشمن اسے کبھی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔

”بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَ مِنَ اللّٰهِ اَصْبَحْتُ بِنُورِ وَجْهِ اللّٰهِ الْقَدِيمِ الْكَامِلِ وَ تَحَصَّنْتُ بِحُصْنِ اللّٰهِ الْقَوِيِّ الشَّامِلِ وَ رَمَيْتُ مَنْ بَغَى وَ ضَلَّ بِسَهْمِ اللّٰهِ وَ سَيْفِهِ الْقَاتِلِ . اَللّٰهُمَّ يَا غَالِبًا عَلٰى اَمْرِهِ وَ قَائِمًا فَوْقَ خَلْقِهِ وَ قَاهِرًا فَوْقَ عِبَادِهِ وَ يَا حَائِلًا بَيْنَ الْمَرءِ وَ قَلْبِهِ حُلِّ بَيْنِي وَ بَيْنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ وَ اَعْدَائِي وَ بَيْنَ مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ مِنْ عِبَادِكَ كُفَّ عَنِّي السِّنْتَهُمْ وَ اَغْلَلْ اَيْدِيَهُمْ وَ اَرْجُلَهُمْ وَ اجْعَلْ بَيْنِي وَ بَيْنَهُمْ سَدًّا وَ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاعْشَيْنَهُمْ فَهَمْ لَا يُبْصِرُونَ . اَللّٰهُمَّ اَعْشِ عَنِّي اَبْصَارَ النَّاطِرِينَ حَتّٰى اَرِدَ الْمَوَارِدَ وَ اَعْشِ عَنِّي الْاَبْصَارَ حَتّٰى لَا اُبَالِيْ اَبْصَارَهُمْ يَكَاذِبُنَا بَرَقِهِ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ يَقْلِبُ اللّٰهُ الْاَيْلَ وَ النَّهَارَ . اِنَّ فِي

ذَلِكَ لِعِبْرَةٍ لِأُولَى الْأَبْصَارِ كَمَا أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ
فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَّاحُ .

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ . عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ . هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ
يَوْمَ الْأَزْفَةِ إِذَا الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظْمِينَ . مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ
يُطَاعُ . عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ . فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُوسِ الْجَوَارِ الْكُنُوسِ وَاللَّيْلِ
إِذَا عَسَسَ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ . ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي
عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ . ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ . شَاهَتِ الْوُجُوهُ . وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ
الْقَيُّومِ . وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا . وَعُمِيَّتِ الْأَبْصَارُ وَخَرَسَتِ الْأَلْسُنُ وَ
تَبَّتِ الْأَيْدِي وَالْأَرْجُلُ مَنْ حَامِلٍ كِتَابِي هَذَا وَذَلَّتِ الْأَعْنَاقُ لِعَظْمَةِ الْخَلْقِ إِنْ
نَشَأُ نُزِّلَ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةٌ فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ خَيْرُهُمْ بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ
وَشَرُّهُمْ تَحْتَ أَقْدَامِهِمْ وَلَا غَالِبَ إِلَّا اللَّهُ سُبْحَانَ الْقَادِرِ الْمُقْتَدِرِ الْقَوِيِّ الْقَاهِرِ
الْكَافِي الْوَكِيلِ . فَسَيَكْفِيكَهُمْ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ . وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
إِلَّا بِاللَّهِ الْعَظِيمِ .

(۱) صبح و شام کی قرآنی دعا :

جو شخص اس دعا کو صبح و شام پڑھے گا اس کے سارے کام پورے ہوں گے۔

”حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ“

(کافی ہے مجھے اللہ تعالیٰ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اُس پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ
عرشِ عظیم کا مالک ہے۔)

(۲) مسجد میں داخل ہونے کے وقت :

ترمذی ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت کی
ہے کہ سرورِ عالم ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے ”بِسْمِ اللَّهِ

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ“ (اللہ تعالیٰ کے نام سے درود و سلام ہو اللہ تعالیٰ کے رسول پر اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

(۳) مسجد سے نکلنے کے وقت :

یہ دعا پڑھتے تھے : ”بِسْمِ اللَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ“ (اللہ تعالیٰ کے نام سے اور درود و سلام ہو اللہ تعالیٰ کے رسول پر اے اللہ! میرے گناہ معاف فرمایا اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔

(۴) وضو کرتے وقت دعا :

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا، جبکہ آپ ﷺ وضو فرما رہے تھے، آپ یہ کلمات کہہ رہے تھے۔
 ”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَوَسِّعْ لِي فِي دَارِي وَبَارِكْ لِي فِي رِزْقِي“ (نسائی)
 (اے اللہ میری غلطیاں معاف کر دے، میرے گھر میں فراخی عطا کر اور میرے رزق میں برکت ڈال)

حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا میں آپ ﷺ سے یہ کلمات سن رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کلمات سے تمہیں کوئی چیز باہر نظر آئی ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ دنیوی معاملات سے متعلق بھی یہ دعا مانگنی جائز ہے۔

(۵) وضو سے فارغ ہو کر :

مسلم شریف نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے

فرمایا :

”مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَتُحْتَلُّ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ“۔ (تم میں جو بھی وضو کرے یہ دعا کہے
 أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
 وَرَسُولُهُ۔ اس شخص کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں،
 جس سے چاہے داخل ہو)

(۶) بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت :

بخاری و مسلم اور دیگر محدثین نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے۔

”كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي
 أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ“۔ (کہ سرور عالم ﷺ جب بیت الخلاء میں
 داخل ہوتے، فرماتے اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ۔
 خُبْثِ خبیث کی جمع ہے اور خبائث خبیثہ کی جمع ہے، یعنی اے اللہ میں آپ کی
 پناہ مانگتا ہوں کفر اور شیطانونوں سے یا شیطان اور گناہوں سے۔ اس میں بیت الخلاء کے
 اندر سانپ اور بچھو وغیرہ سے پناہ بھی آگئی ہے۔

(۷) بیت الخلاء سے فارغ ہو کر :

سنن اربع نے اور دوسروں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے :

”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ
 غُفْرَانَكَ“ (کہ حضور ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر آتے تو فرماتے
 ”غُفْرَانَكَ“ یعنی اللہ! میں آپ سے معافی مانگتا ہوں)۔

یا اس لئے کہ اتنی دیر میں زبانی ذکر اتنی مدت ترک ہوا تھا یا اس لئے کہ روزی دینے اس کے ہضم کرنے اور اس کے نکلنے کی آسانی کا شکر یہ ادا نہیں کیا جاسکتا، جس کی معافی مانگی گئی ہے۔ بعض روایات میں ہے :

”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَ عَافَانِي“ (شکر ہے اللہ کا جس نے مجھ سے یہ ناپاکی دور کر دی اور مجھے عافیت عطا فرمائی۔
مناسب ہے کہ دونوں دعائیں پڑھ لیں۔

(۸) سوتے وقت کی دعا :

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے جب آپ بستر پر جاتے تو فرماتے :
”اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَ أَحْيَا“ (اے اللہ! میں آپ کے نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں)

(۹) جاگتے وقت کی دعا :

اسی روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ اٹھتے تو یہ پڑھتے :
”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَ إِلَيْهِ النُّشُورُ“ (ساری تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہم کو موت دے کر پھر زندہ کر دیا اور اسی کے پاس زندہ ہو کر پھر جانا ہے)

(۱۰) سوتے وقت کے دیگر کلمات :

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت خاتونِ جنت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سرورِ عالم ﷺ کے ہاں تشریف لا کر چکی پیسنے سے اپنے ہاتھ کی تکلفی بیان کر کے ایک خادم چاہتی تھی، مگر آپ ﷺ نہ تھے تو یہ بات حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کہہ کر چلی گئیں، جب آپ ﷺ تشریف لے آئے تو حضرت صدیقہؓ نے آپ ﷺ

سے وہ بات فرمادی۔

حضرت ﷺ ہمارے ہاں تشریف لے آئے۔ ہم لیٹ چکے تھے، میں اٹھنے لگا آپ ﷺ نے فرمایا اپنی جگہ رہو، پھر ہمارے درمیان بیٹھ گئے، یہاں تک آپ ﷺ کے پاؤں کی ٹھنڈک میں نے سینے پر محسوس کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ :

”أَلَا أَدَاكُمَا عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ إِذَا أُوْتِمَا إِلَى فِرَاشِكُمَا وَ أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِينَ وَ سَبِّحَا ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِينَ وَ أَحْمِدَا ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِينَ وَ هَذَا خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ“۔

(کیا تم کو ایسی بات نہ بتا دوں جو خادم سے بہتر ہو، جب سونے لگو ۳۳ بار سبحان اللہ پڑھ لیا کرو، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر۔ یہ خادم سے بہتر ہے۔ بعض روایات میں ایک کے لئے ۳۳ بار آیا ہے یہ بھی بخاری شریف کی روایت ہے)

تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا رَضِيْتُ عَنْ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ عَنْ رَسُوْلِهِ ﷺ کہ میں خدا اور اس کے رسول سے راضی ہوں۔

یعنی آپ نے خادم دینے کے بجائے اُلٹے اور کچھ کام کرنے کا بوجھ ڈال دیا، مگر وہ بھی اسی پیغمبر کی بیٹی تھی، فوراً راضی ہو گئیں۔ ان سب کے ہاں دنیا سے آخرت کا مفاد مقدم تھا۔

۱۱) سوتے وقت کا ایک اور عمل :

بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ ہر رات کو جب بستر پر آتے تو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اکٹھی کر کے ان میں پھونکنے کا ارادہ فرماتے پھر قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ تینوں سورتیں پڑھ کر ان پر دم کر کے ان کو اپنے جسم مبارک پر پھیر دیتے۔ پہلے

سر پر، منہ پر، پھر جو جسم سامنے ہوتا یا ہاتھ پہنچ سکتا، آپ ﷺ اس پر دونوں ہاتھ پھیر دیتے، اسی طرح تین بار کرتے۔ (او کما قال)

(۱۲) آیت الکرسی پڑھنا :

حضرت ابو ہریرہؓ صدقہ کی کھجوروں کا رات کو پہرہ دے رہے تھے، ایک شخص آ کر چوری کرنے لگا، آپ نے پکڑ لیا۔ اس نے منت سماجت کر کے جان چھڑائی۔ سرورِ عالم ﷺ نے پوچھا کہ تم نے رات کو اپنے قیدی کے ساتھ کیا کیا۔ انہوں نے کہا اس کی باتوں، اس کی عاجزی اور ضرورت پر رحم کر کے چھوڑ دیا۔ جب تین رات ایسا ہی ہوا حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا تم کو میں اب حضور ﷺ کے پاس پیش کروں گا۔ اس نے کہا میں تم کو چند کلمات بتاتا ہوں، ان کو پڑھنے سے تم کو نفع ہوگا۔ اس نے کہا جب تو سونے لگے تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، تو تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر ہو جائے گا اور صبح تک تمہارے قریب کوئی شیطان نہ آسکے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور ﷺ کو سارا قصہ سنایا آپ ﷺ نے فرمایا، اس نے تم کو سچ بتایا، مگر ہے وہ کذاب (او کما قال) (یہ جھوٹا شیطان تھا، مگر جان چھڑانے کے لئے سچی بات بتلا گیا) (بخاری شریف وغیرہ)

(۱۳) کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر :

ترمذی اور طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا :

”مَنْ رَأَى مُبْتَلًى فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا بَتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا لَمْ يُصِبْهُ ذَلِكَ الْبَلَاءُ“۔

”جس نے کسی شخص کو مصیبت میں (یا مرض میں) مبتلا دیکھا پھر یہ دعا پڑھی

کہ ساری تعریفیں اس خدا تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے اس مصیبت سے بچا رکھا ہے، جس میں تم کو مبتلا کیا اور مجھے اپنی بیشتر مخلوق پر فضیلت دی تو یہ مصیبت اس پر نہ آئے گی“

علماء کرام نے لکھا ہے کہ یہ دعا آہستہ پڑھے کہ وہ مصیبت زدہ نہ سن سکے تاکہ اس کو تکلیف نہ ہو۔

(۱۴) آئینہ دیکھتے وقت :

ابن حبان اور ابن مردویہ نے حضرت مسعودؓ سے روایت کی ہے :

”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَظَرَ وَجْهَهُ فِي الْمِرْآةِ قَالَ اللَّهُمَّ أَنْتَ حَسَنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي“ (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا چہرہ مبارک آئینے میں دیکھتے تو فرماتے، اے اللہ! آپ نے مجھے اچھا بنایا تو میرے اخلاق بھی اچھے کر دے)

اور حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں :

وَحَرَمٌ وَجْهِي عَلَى النَّارِ كَمَا مِيرَةُ چہرے کو آگ پر حرام کر دے۔

(۱۵) بازار میں جاتے وقت :

حضرت عمر بن خطابؓ سے امام ترمذی اور حاکم نے روایت کی ہے کہ سرور

عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

”مَنْ دَخَلَ السُّوقَ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَ هُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَ هُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ وَ مَحَا عَنْهُ أَلْفَ أَلْفِ سَيِّئَةٍ وَ رَفَعَ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ دَرَجَةٍ.“

”جو شخص بازار میں داخل ہو اور یہ پڑھے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا

شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَ يُمِيتُ وَ هُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ
بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَ هُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں
لکھ دیتے ہیں اور دس لاکھ برائیاں مٹا دیتے ہیں اور دس لاکھ درجے بلند کرتے ہیں۔
روایت میں یہ لفظ بھی ہیں۔ وَ بَنِي لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (یعنی) اور اس کے
لئے جنت میں ایک گھر بنا دیتے ہیں۔

(۱۶) پسندیدہ اور ناپسندیدہ چیز دیکھنے کے وقت :

ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کیا ہے :

”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى مَا يُحِبُّ قَالَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَمَّ الصَّلِحْتُ وَإِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ قَالَ الْحَمْدُ
لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ“

”حضور ﷺ جب کوئی ایسی چیز دیکھتے، جس کو پسند فرماتے تو الْحَمْدُ لِلَّهِ
الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَمَّ الصَّلِحْتُ اور جب وہ چیز دیکھتے جس کو ناپسند فرماتے تو
فرماتے الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ۔“

(۱۷) چاند (ہلال) دیکھتے وقت :

ترمذی اور ابن حبان نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کی ہے کہ سرورِ
عالم ﷺ جب چاند (ہلال) دیکھتے تو فرمایا کرتے :
”اللَّهُمَّ أَهْلُهُ عَلَيْنَا بِالْيَمْنِ وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ رَبِّي وَ
رَبُّكَ اللَّهُ“۔ ابن حبان نے یہ لفظ زائد کئے ہیں۔ (والاسلام کے بعد)
وَالتَّوْفِيقِ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضَى۔

”اے اللہ! اس مہینے کو ہم پر برکت، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ گزار۔
میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔ ابن حبان نے وَالْإِسْلَامِ کے بعد یہ الفاظ زائد کئے

ہیں اور ساتھ توفیق کے اس کام کے لئے جس کو تو پسند کرے اور جس کے کرنے سے تو راضی ہو۔

(۱۸) چڑھائی کے وقت تکبیر کہنا :

بخاری شریف کتاب الدعوات میں ہے :

”عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

سَفَرٍ فَكُنَّا إِذَا عَلَوْنَا كَبَّرْنَا“۔

”حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں ہوتے

تھے تو جب چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے“۔

(۱۹) اترائی کے وقت تسبیح :

بخاری شریف کے حاشیہ پر لکھا ہے :

”عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا (وَ إِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا)“۔

”حضرت جابر سے روایت ہے کہ جب ہم اوپر چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب

نیچے اترتے تو تسبیح کہتے“۔

(۲۰) اچھایا برا خواب دیکھنے کے وقت :

ترمذی شریف میں ہے حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور

سرور عالم ﷺ سے سنا، فرماتے تھے :

”إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ الرُّؤْيَا يُحِبُّهَا فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى فَلْيُحْمَدِ

اللَّهِ عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ ، بِمَا رَأَى وَإِذَا رَأَى غَيْرَ ذَلِكَ مِمَّا يَكْرَهُهُ فَإِنَّمَا هِيَ

مِنَ الشَّيْطَانِ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّهَا وَلَا يَذْكُرْهَا لِأَحَدٍ فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ“

”جب تم میں سے کوئی خواب دیکھے، جس کو پسند کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تو خدا کی حمد کرے اس پر اور جو خواب دیکھا ہے وہ بیان کرے اور جب اس کے سوا دیکھے وہ خواب جس کو یہ بُرا سمجھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے، اس کے شر سے اور اس کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے تو وہ (یعنی بُرا خواب) اس کو ضرر نہ پہنچا سکے گا۔“

(۲۱) رعد و بجلی کے وقت :

ترمذی شریف میں روایت ہے :

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَمِعَ صَوْتَ الرَّعْدِ وَالصَّوَاعِقِ قَالَ اللَّهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تَهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَلِكَ“

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گرج اور بجلی کی آواز سنتے، تو فرماتے اے اللہ! ہم کو اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہم کو عافیت نصیب کر۔“

(۲۲) تیز ہوا چلنے کے وقت :

ترمذی شریف میں ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ تیز ہوا دیکھتے تو فرماتے :

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَخَيْرِ مَا أُرْسَلَتْ بِهِ وَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِيهَا وَ شَرِّ مَا أُرْسَلَتْ بِهِ“

”اے اللہ! میں اس ہوا کی خیر کو آپ سے چاہتا ہوں اور جو خیر اس میں ہے اور جس خیر کے ساتھ یہ ہوا بھیجی گئی ہے اور آپ کی پناہ مانگتا ہوں، اس ہوا کے شر سے

اور جو شر اس میں ہے اس سے اور جس شر کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے، اُس سے۔
 اور بعض لوگ یوں نقل کرتے ہیں ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ
 هَذِهِ الرِّيحِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَخَيْرِ مَا أَمَرْتُ بِهِ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هَذِهِ
 الرِّيحِ وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أَمَرْتُ بِهِ“۔

(۲۳) سفر پر رخصت کرتے وقت :

ترمذی شریف میں حضرت سالم بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب وہ سفر پر
 جاتے تو کسی آدمی کو جو وہاں ہوتا کہتے :

”أَنْ أُذِنَ مِنِّي أَوْ دَعِيَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يُودِعُنَا فَيَقُولُ اسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكَ وَآمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ“۔
 ”کہ مجھے سے قریب ہو جاؤ تا کہ میں تجھ کو رخصت کروں جیسے رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم ہم کو رخصت کرتے، پھر فرماتے کہ میں تمہارے دین و امانت اور پچھلے عمل
 کو خدا تعالیٰ کے حوالہ کرتا ہوں“۔

(۲۴) جہاز یا کشتی پر سوار ہونے کی دعا :

یہ قرآنی دعا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی پر سوار ہوتے وقت پڑھی تھی،
 ”بِسْمِ اللَّهِ مَجْرِيهَا وَمُرْسَلُهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ“۔ (ہود:
 ۴۱) ”اللہ ہی کے نام سے اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا ہے، بیشک میرا رب بڑا بخشنے والا
 مہربان ہے“۔

(۲۵) کسی سواری پر چڑھنے کے وقت کی دعا :

”سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرْنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا
 لَمُنْقَلِبُونَ“۔ (زخرف: ۱۳، ۱۴)

”پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے قابو میں کر دیا۔ ہم تو اس کو قابو میں نہیں لاسکتے تھے اور ہم تو اپنے رب کے پاس ہی لوٹ کر جائیں گے۔“

(۲۶) اولاد کے لئے دعا :

حضرت زکریا علیہ السلام بوڑھے ہو گئے، بیوی بھی بانجھ ہو گئی، انہوں نے یہ دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت یحییٰ علیہ السلام دیدیئے۔ دعا مجرب ہے با وضو اکثر پڑھنی چاہئے اور وقت مقرر کر کے بھی پڑھنی چاہئے اور آگے پیچھے بھی۔ دعا یہ ہے جو قرآن پاک میں ہے :

رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ ۝ (الانبیاء: ۸۹) ایک

اور حدیث میں یوں آیا ہے : رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (صافات: ۱۰۰)

”اے اللہ! مجھے صالح لڑکا عنایت کیجئے۔“

کوئی یہ نہ کہے کہ یہ دعا انبیاء علیہم السلام کے وارث اور مورث نہ ہونے والے قول کے خلاف ہے کیونکہ قرآن ہی میں دوسری جگہ ارشاد ہے : يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ الْاٰیة۔ آل یعقوب تو بہت تھے جو وارث شرعی نہ تھے تو یہ وارث پیغمبری اور نیک کاموں کی ہے۔

(۲۷) مباشرت کے وقت کی دعا :

بخاری شریف میں ہے :

”بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا“

”شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے، اے اللہ! ہم کو شیطان سے بچائے

رکھ اور دور رکھ شیطان کو اس سے جو آپ ہم کو عنایت کریں یعنی اولاد نیک ہو۔“

(۲۸) گھر میں اندر جانے کی دعا :

مشکوٰۃ شریف میں ہے :

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلِجِ وَ خَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللَّهِ
وَلَجْنَا وَعَلَى اللَّهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا“۔

”اے اللہ! میں آپ سے اچھے داخلے کا اور اچھے نکلنے کا سوال کرتا ہوں۔

اللہ ہی کے نام پر ہم داخل ہوئے اور اللہ ہی کے نام پر جو ہمارا رب ہے ہم نے
بھروسہ کیا۔“

(۲۹) گھر سے نکلنے کی دعا :

ترمذی شریف میں ہے :

”بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“۔

”اللہ کے نام سے اور اللہ ہی پر میں نے بھروسہ کیا، کوئی طاقت اور قوت خدا

کے سوا نہیں۔“

(۳۰) مجلس سے اٹھنے کے وقت :

مجلس سے اٹھنے کے وقت یہ دعا پڑھے۔ اللہ کریم اس مجلس کی غلط باتیں

معاف کر دیتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

”سُبْحٰنَكَ اللَّهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَتُوبُ إِلَيْكَ“۔

”پاک ہے تو اے اللہ اور ہم تیری ہی تعریف کرتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں

کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں میں آپ سے معافی مانگتا ہوں اور آپ کی طرف

رجوع کرتا ہوں۔“

(۳۱) دشمن کے شر سے بچنے کے لئے دعا :

ابوداؤد شریف میں ہے :

”اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ“۔

اے اللہ! ہم آپ کو ان کے مقابلہ میں کرتے اور ان کے شر سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں

(۳۲) کھانا کھانے کی دعا :

کھانا شروع کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ کہو اور کھانا ختم کر کے یہ دعا پڑھو :

”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ“۔

”ساری تعریف اس خدائے برتر کی ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا اور پانی پلایا

اور ہم کو مسلمانوں میں سے بنایا“۔ (حسن حصین)

(۳۳) عیادت کی دعا :

جب بیمار کی عیادت کے لئے آئے تو کہے :

”لَا بَأْسَ ظَهَرَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ“۔ ”کوئی ڈر کی بات نہیں انشاء اللہ یہ گناہوں

سے پاک کرنے والی ہے“۔

(۳۴) دوسری دعا بیمار پرسی کی :

بخاری شریف میں ہے :

”اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَأْسَ إِشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ

إِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقْمًا“۔

”اے لوگوں کے رب اس بیماری کو دور کر دے اور شفا بخش تو ہی شافی ہے کوئی

شفا نہیں سوائے آپ کی شفا کے ایک شفا دے جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے“۔

(۳۵) قیامت میں خوش ہونے کی دعا :

ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی صبح و شام تین بار یہ دعا پڑھے، اس کو اللہ تعالیٰ زیادہ ثواب دے کر خوش کرے گا۔ دعا یہ ہے :

”رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْإِسْلَامِ دِينًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا“

”راضی ہوا میں اللہ سے رب ہونے کی وجہ سے اور اسلام کو دین مانا میں نے،

حضرت محمد ﷺ کو نبی اور رسول مانا میں نے (میں ان تین باتوں سے خوش ہوں)“

(۳۶) ہدیہ دینے والے کے لئے دعا :

بخاری شریف میں ہے: حضرت عائشہؓ ہدیہ دینے والے کو یہ دعا دیتی تھیں:

”بَارَكَ اللهُ فِيْ أَهْلِكَ وَ مَالِكَ“ ”اللہ تعالیٰ تیرے اہل و مال میں برکت دے“

(۳۷) حضور ﷺ کی زیادہ تر دعا :

”رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ“۔

”اے ہمارے رب دے ہم کو دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی

عطا کر اور بچا ہم کو آگ کے عذاب سے“۔

(۳۸) عجیب دعا :

صحیح مسلم میں ایک عجیب دعا ہے، جو ہزاروں بار پڑھے جانے والی دعاؤں

سے زیادہ وزن رکھتی ہے۔ دعا یہ ہے

”سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَ رِضَى نَفْسِهِ وَ زِنَةَ عَرْشِهِ وَ

مِدَادَ كَلِمَتِهِ“۔

”میں پاکی بیان کرتا ہوں اللہ پاک کی اس کی مخلوق کی تعداد اور اس کی مرضی

کے مطابق اور اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کے موافق۔“

(۳۹) مصافحہ کے وقت :

مشکوٰۃ شریف میں ہے: ”يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ“ (بخشے خدا ہم کو اور تم کو)

(۴۰) قبرستان میں جانے کی دعا :

ترمذی شریف میں قبرستان جاتے وقت حضور ﷺ نے یہ دعا سکھائی۔

(۴۱) پہلی دعا : ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ
وَإِنَّا أَنْشَاءُ اللَّهُ بِكُمْ لَأَحِقُونَ ، نَسْتَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمْ الْعَافِيَةَ“۔ (مشکوٰۃ)

”سلامتی ہو تم پر اے ان مکانوں میں رہنے والے ایمان و اسلام والو! اور ہم
انشاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہیں اور ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے
عافیت چاہتے ہیں۔“

(۴۲) دوسری دعا : ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ ، يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ
أَنْتُمْ سَلَفْنَا وَنَحْنُ بِالْآثَرِ“۔

”سلامتی ہو تم پر اے اہل قبور اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو بخش دے تم ہمارے آگے
جانے والے ہو اور ہم پیچھے آنے والے ہیں۔“

(۴۳) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کی فضیلت :

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَ اطْعَمُوا الطَّعَامَ وَ صَلُّوا وَ النَّاسُ
نِيَامٌ فَادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِالسَّلَامِ.“

”اے لوگو! سلام پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور اس وقت نمازیں پڑھو جب لوگ
سوئے ہوئے ہوں، تو جنت میں امن و امان سے چلے جاؤ۔“

السلام علیکم سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ سے

ہیں اور السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ سے تمیں۔ یہی اجر جواب دینے میں بھی ہے۔ یہ حدیث کا مضمون ہے۔ بعض صحابہؓ بازار میں صرف اس لئے جاتے تھے کہ زیادہ مسلمانوں سے مل کر سلام کریں اور اس کا اجر حاصل کریں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) یہ ایک جامع دعا ہے۔

(۴۴) عافیتِ دارین کی دعا :

بزاز نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرمایا آپ کہا کرتے تھے:

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَ دُنْيَايَ وَ أَهْلِي وَ مَالِي“
 ”اے اللہ! میں آپ سے عفو اور عافیت کی درخواست کرتا ہوں اپنے دین و دنیا میں اور اپنے اہل و مال کے اندر۔“

(۴۵) سب سے افضل و پیاری دعا :

امام طبرانیؒ نے کبیر میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

”مَمْنُ دَعْوَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ اللَّهُ أَنْ يَدْعُوا بِهَا أَحَدٌ مِنْ أَنْ يَقُولَ
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْمَعَاوَةَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“۔

”کوئی دعا جس کے ذریعہ کوئی دعا مانگے، اس سے پیاری اللہ کے ہاں نہیں ہے کہ کہا کرے، اے اللہ! میں آپ سے معاوہ اور عافیت دنیا اور آخرت کی چاہتا ہوں۔“

(۴۶) ترمذی نے ابن حبانؒ سے نقل فرمایا کہ اذان و اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی تو آپ سے کہا گیا کہ ہم اس وقت کیا کہا کریں۔ آپ نے فرمایا :

”سَلُّوا اللَّهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“۔

”کہ اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی عافیت مانگا کرو۔“

(۴۷) ترمذی شریف نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا۔

”أَيُّ الدَّعَاءِ أَفْضَلُ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَافِيَةَ وَالْمَعَاوَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“

”کوئی دعا سب سے افضل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اپنے رب سے دنیا اور آخرت کی عافیت و معاوہ مانگا کرو۔“

وہ دوسرے دن پھر آیا اور وہی سوال دہرایا۔ آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسرے دن پھر آیا آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا اور فرمایا:

”إِذَا أُعْطِيَتِ الْعَافِيَةُ فِي الدُّنْيَا وَأُعْطِيَتْهَا فِي الْآخِرَةِ فَقَدْ أَفْلَحَتْ“

”جب تم کو دنیا میں عافیت دیدی گئی اور آخرت میں بھی عافیت دیدی گئی تو تم کامیاب و بامراد ہو گئے۔“

عافیت کی دعا تقریباً پچاس روایتوں میں آئی ہے۔ حضور ﷺ نے اس کو سب سے افضل و محبوب دعا فرمایا ہے تو اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ اور بندوں سے محبت و رحمت کا ذرا سا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ وہ بات بتائی جو اس کو پیاری ہے اور جس میں دونوں جہان کی بھلائیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا ہے کہ جو دعا جامع ہو یا سارے مسلمانوں کے لئے ہو وہی اس کو پسند ہوتی ہے۔

(۴۸) نورانی دعا بعد سنتِ فجر :

بخاری شریف میں ہے حضور ﷺ فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ میں نے اس کا نام نورانی دعا رکھا ہے۔ اس میں نور ہی نور کی دعا ہے۔

اگر کوئی اس لحاظ سے حضور ﷺ کو نور کہے تو کیا حرج ہے پھر نور کے معنی روشنی کے ہیں، حضور ﷺ صرف روشن ہی نہ تھے بلکہ اوروں کو روشن کرنے والے تھے۔ نور ہی نہ تھے بلکہ منیر بھی تھے۔ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا۔ البتہ حضور ﷺ کو بشر کہنے سے انکار کر کے قرآن کا انکار نہ کریں، جس میں ارشاد ہے: "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" کہ میں تو تمہاری طرح بشر ہوں۔ بہت سے آدمیوں کو مِثْلُكُمْ (تمہاری طرح) سے دھوکہ ہوتا ہے کہ دراصل آپ ہماری طرح اولاد آدم ہونے میں ہیں۔ باقی حضور ﷺ کا مرتبہ، حضور ﷺ کا درجہ، حضور ﷺ کی روحانیت، حضور ﷺ کی معرفت، حضور ﷺ کا قرب الہی اور حضور ﷺ کی شان کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بلکہ آپ ﷺ کے صحابہ کی شانِ عالی کا تصور بھی نہیں کر سکتے، چہ جائیکہ حضور ﷺ کی۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا :

”لِي مَعَ اللَّهِ وَقْتُ لَا يَسْعُنِي فِيهِ مَلَكٌ كَرِيمٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ“۔

(اوکما قال)

”یعنی میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت ہوتا ہے جس میں کسی مکرم فرشتے یا مرسل نبی کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہوتی“۔ (سبحان اللہ)

ایک بار حضرت حظلہؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے عرض کیا کہ میں تو منافق ہو گیا میری حالت جو حضور ﷺ کے سامنے ہوتی ہے، وہ وہاں سے جا کر نہیں رہتی۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ یہی حالت تو میری بھی ہے، پھر دونوں مل کر حضور ﷺ سے پوچھنے آئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر وہ حالت قائم رہتی تو فرشتے تم سے مصافحہ کرتے، واقعی حضور ﷺ کا قلب مبارک بشریت کے مسالہ کی وجہ سے شیشہ سے آئینہ بن گیا تھا، جو شے بھی سامنے آتی جگمگا جاتی۔ صحابہؓ کے قلوب آئینہ تھے، حضور ﷺ کے دل پر تجلیات الہی کے انوار تھے، جب صاف آئینے والے صحابہؓ

سامنے آتے تو ان کے دل بھی ان انوار سے جگمگا جاتے، لیکن سامنے سے ہٹنے کے بعد وہ کیفیت کیسے رہ سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کا ایمان بڑا قوی اور مضبوط تھا۔ ان کا یقین ہم سب سے زیادہ تھا۔ حضور ﷺ کے سامنے آنا، کلمہ پڑھنا اور حضور ﷺ کی ایک نگاہِ کرم ان پر پڑنا، حضور ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن سننا، معجزات دیکھنا، وحی دیکھنا اور حضور ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھنا، یہ وہ فضائل ہیں کہ ان کا ہزارواں حصہ کسی کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ ان کے درجات سوائے انبیاء علیہم السلام کے سب سے اونچے تھے۔ یہ دعا بخاری شریف میں منقول ہے، جس کے مبارک الفاظ یہ ہیں :

”اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَ فِي بَصَرِي نُورًا وَ فِي سَمْعِي نُورًا وَ عَن يَمِينِي نُورًا وَ عَن يَسَارِي نُورًا وَ أَمَامِي نُورًا وَ خَلْفِي نُورًا وَ اجْعَلْ لِي نُورًا وَ فِي لِسَانِي نُورًا وَ عَصَبِي نُورًا وَ لَحْمِي نُورًا وَ دَمِي نُورًا وَ شَعْرِي نُورًا وَ بَشْرِي نُورًا وَ اجْعَلْ فِي نَفْسِي نُورًا وَ اعْظِمْ لِي نُورًا، اللَّهُمَّ اعْظِمْنِي نُورًا“۔ (بخاری)

”اے اللہ! ڈال دے میرے دل میں نور اور میری آنکھوں میں نور اور میرے کان میں نور اور میرے دائیں نور اور میرے بائیں نور اور میرے سامنے نور اور میرے پیچھے نور اور پیدا کر دے میرے لئے (بہت) نور اور میرے زبان میں نور اور میرے پھوں میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میرے چہرے میں نور اور میری جان میں نور اور بڑا کر دے میرے لئے نور۔ اے اللہ عطا کر مجھ کو نور“۔

(۴۹) بُرا خواب دیکھنے کے وقت دعا :

ابن سنیؒ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم کوئی برا خواب دیکھو تو یہ دعا پڑھو، پھر کچھ نہ ہوگا :

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ وَ سَيِّئَاتِ الْأَحْلَامِ“
 ”اے اللہ! میں شیطان کے عمل سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور بُرے خوابوں
 سے۔“

ایک اور روایت کے مطابق دعا بھی پڑھے اور بائیں طرف تین دفعہ تھوکے یا
 تھتھیادے اور اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھے تین بار اور کروٹ بدل
 دے۔ بخاری شریف میں ہے یا کھڑا ہو جائے اور نماز پڑھے دو رکعت نفل اور عافیت
 کی دعا مانگے۔ اس کی برکت سے ضرر رفع ہو جاتا ہے۔ کروٹ بدلنے اور نماز کو اس
 میں بڑا دخل ہے۔

(۵۰) دنیا اور آخرت میں انجام بخیر ہونے اور رسوائی سے بچنے کی دعا :
 مؤطا میں امام مالک نے روایت کی ہے :

”اللَّهُمَّ أَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا وَ اجْرُنَا مِنْ خِزْيِ
 الدُّنْيَا وَ عَذَابِ الْآخِرَةِ“

”اے اللہ! ہمارا انجام سارے کاموں میں اچھا کر دے اور ہم کو دنیوی رسوائی
 اور آخرت کے عذاب سے بچا۔“

(۵۱) اللہ تعالیٰ کی محبت اور نیک بندوں کی محبت کے لئے دعا :

ترمذی شریف میں روایت ہے کہ سرورِ دو عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کی محبت اور
 اس کے اچھے بندوں کی محبت کے لئے یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَ الْعَمَلَ
 الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَ مَالِي وَ
 أَهْلِي وَ مِنْ الْمَاءِ الْبَارِدِ“

”اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت اور تجھ سے محبت کرنے والے کی محبت اور اس عمل کی درخواست کرتا ہوں، جو تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ میرے نزدیک اپنی محبت میری جان و مال اور اہل و عیال اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ کر دے۔“

(۵۲) عرش کے خزانوں میں سے ایک :

بخاری شریف و مسلم شریف میں ہے، حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن قیسؓ کو عرش کے خزانوں میں سے ایک بتایا، وہ خزانہ یہ دعا ہے۔ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“

مشکوٰۃ شریف میں ہے یہ دعا نناوے بیماریوں کے لئے شفا ہے جن میں کم درجہ کی بیماری غم ہے۔

(۵۳) خدا تعالیٰ کے ہاں محبوب کلمات :

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ارشاد ہے :

”كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ“، ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ“۔

”دو کلمے ہیں جو زبان پر تو ہلکے ہیں (لیکن) میزان میں بھاری ہیں (اور) خدائے رحمن کے نزدیک پیارے ہیں (وہ یہ ہیں)

”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ“۔

(۵۴) دُعاءِ استخارہ :

بخاری شریف میں ہے جب کوئی کام کرنا ہو تو پہلے استخارہ کرنا اچھا ہے۔ گویا یہ کام اللہ کے سپرد کر دیا، اچھا ہے تو توفیق دیدیں برا ہے تو روک دیں۔ اس کی مرضی پر

چھوڑ دیا، اگر اس دُعا کو پڑھ کر سو جائیں تو ممکن ہے خواب میں کرنے یا نہ کرنے کا کوئی اشارہ ہو جائے۔ اگر کام دین و دنیا کے لئے اچھا ہے تو اللہ تعالیٰ توفیق دے دیں گے ورنہ نہیں۔ دعا یہ ہے :

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَ أَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَ أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَ لَا أَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَ لَا أَعْلَمُ وَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَ مَعَاشِي وَ عَاقِبَةِ أَمْرِي فَأَقْدِرْهُ لِي وَ يَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ وَ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَ مَعَاشِي وَ عَاقِبَةِ أَمْرِي فَاصْرِفْهُ عَنِّي اصْرِفْنِي عَنْهُ وَ اقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ“۔

”اے اللہ! میں بھلائی چاہتا ہوں تیرے علم کے ساتھ اور قدرت چاہتا ہوں تیری قدرت کے ساتھ اور تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں اس لئے کہ آپ طاقت رکھتے ہیں اور میں نہیں رکھتا اور آپ جانتے ہیں اور میں نہیں جانتا آپ غیبوں کے جاننے والے ہیں۔ اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے دین و دنیا اور میرے کام کے انجام کے لئے بہتر ہے تو مجھے اس کی طاقت عطا کر دیں اور اس کو میرے لئے آسان کر دیں پھر مبارک کر اس کو میرے لئے، اور اگر آپ جانتے ہیں کہ کام میرے دین و دنیا اور انجام کار کے لئے بُرا ہے تو اس کام کو مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس کام سے پھیر دے اور میرے لئے بھلائی مقدر کر دے جہاں کہیں ہو پھر مجھے ساتھ اس کے راضی کر دے۔“

اگر یہ یاد نہ کر سکیں تو اپنی زبان میں کہہ دیں کہ اے اللہ اگر یہ کام میرے دین و دنیا اور انجام کے لئے اچھا ہے تو اس کو میرے لئے آسان کر دے ورنہ مجھے اس سے

پھیر دے اور یہ کام مجھ سے پھیر دے۔ آپ جانتے ہیں اور میں نہیں جانتا۔

(۵۵) اسمِ اعظم کا بیان :

اسمِ اعظم کے بارہ میں روایات بہت ہیں۔ پہلے وہ روایات بیان کی جاتی ہیں جو سب سے قوی اور راجح ہیں۔

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فرمایا کہ اسمِ اعظم کے سلسلہ میں سند کے لحاظ سے قوی اور راجح یہ حدیث ہے :

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِإِنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ
الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ“۔ (ترمذی،
نسائی)

”اے اللہ میں آپ سے اس بات کے تو سئل سے مانگتا ہوں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ ہی اللہ ہیں۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ ایک ہیں آپ صمد ہیں (یعنی سب آپ کے محتاج ہیں اور آپ کسی کے محتاج نہیں ہیں) جس نے نہ کسی کو جنا اور نہ اس کو کسی نے جنا اور نہ اس کا کوئی کفو ہے (یعنی اس کا کوئی ہم جنس، ہمسرا اور مثال نہیں ہے)۔“

(۲) ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا :

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ
لَا شَرِيكَ لَكَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا بَدِيعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا
الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ“۔

”اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں، اس واسطے سے کہ آپ ہی کے لئے ساری تعریف ہے، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ وحدہ لا شریک ہیں (آپ کا کوئی

شریک نہیں) اے حنان اے منان اے آسمانوں اور زمین کے ایجاد کرنے والے اے ذوالجلال والا کرام اے حی اے قیوم۔“

جب رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا تو ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے اسمِ اعظم کے ذریعہ دعا مانگی، جس کے ذریعے جو دعا مانگی جائے وہ دے دیتے ہیں۔ اس روایت میں کہیں حنان ہے ہیں نہیں ہے ہیں یا حنان یا منان ہے کہیں یہ لفظ یا کے بغیر ہے کسی میں یا حی یا قیوم ہے کسی میں نہیں ہے (بہر حال یہ سارے الفاظ مبارک ہیں) حضرت یونس علیہ السلام کی دعا کو امام حاکم نے یہ بیٹ سے اسمِ اعظم کہا ہے۔

(۳) جیسے کہ امام ترمذی، امام احمد اور امام حاکم نے حدیث نقل کی کہ مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کی دعا جب مچھلی کے پیٹ میں تھی، ”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ“ تو بات یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی کام میں جب کبھی ان کلمات کے ذریعے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتے ہیں۔

(۴) ابن ماجہ حاکم اور طبرانی نے ابو امامہ باہلی سے روایت کی ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ :

”اسمُ اللّٰهِ الاعظمُ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ فِي ثَلَاثِ سُورٍ مِنَ الْقُرْآنِ فِي الْبَقْرَةِ وَ آلِ عِمْرَانَ وَ طه“۔

”اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم جس سے ہر دعا قبول ہوتی ہے قرآن کی تین سورتوں میں ہے۔ سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، سورہ طہ“۔

حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ میں نے تلاش کیا تو آیت الکرسی کی ابتداء میں ”اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ“ دیکھا۔ دوسرے آل عمران کی ابتداء میں ”اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ“ دیکھا۔ سورہ طہ میں ”وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ“

الْقِيَوْمُ“ اسمِ اعظم ہے۔ اسی لئے بعض حضرات یَا حَیُّ یَا قِیُوم کا وظیفہ پڑھتے ہیں

(۵) امام ترمذی، ابوداؤد، امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت یزید سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا :

”اِسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ فِیْ هَاتِیْنِ الْاٰیَتِیْنِ وَالْهٰکُمِ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ، وَفَاتِحَةَ اِلْ عِمْرٰنِ ، اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقِیُومُ“۔

اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم ان دو آیتوں میں ہے، ”وَالْهٰکُمِ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ“، اور ابتداء سورہ آل عمران کی آیت ”اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقِیُومُ“۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو ”لا الہ الا هو“ اسمِ اعظم ہے یا یہ دونوں آیتیں ایسی ہیں کہ ان میں اسمِ اعظم ہے۔ اگر ہم ”لا الہ الا هو“ کے معنی پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ معبود صرف اسی کی ذات ہے، اس لئے کہ اس کا وجود اپنا، اصلی اور دائمی ہے اور دوسروں کو اسی نے وجود بخشا ہے، پھر صفتِ رحمن نے عدم سے کُن کے ذریعے مخلوق کو موجود کیا اور موجود کرتے رہے ہیں اور صفتِ رحیم نے ان کے وجود کو باقی رکھا اور باقی رکھتے رہتے ہیں، گویا غیر محدود اشیاء کو پیدا کرنے کی وجہ سے رحمن ہیں اور ہمیشہ وجود اور نعمتوں کو باقی رکھنے کی وجہ سے رحیم ہیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے حی اور زندہ ہے اور دوسروں کو حیات اسی نے بخشی ہے۔ پھر حیات کے بعد اشیاء کے قیوم ہیں، ان کو تھامتے اور باقی رکھتے ہیں۔ گویا وجود اور حیات اصل میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفات ہیں۔ باقی کائنات کا وجود اور حیات مستعار ہیں۔ اس طرح دونوں کا مال ایک ہو جاتا ہے اور دونوں آیتیں اسمِ اعظم کہلاتی ہیں۔

(۶) امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم جس کے ذریعے دعا کی جائے تو وہ قبول کرے، اس آیت میں ہے :

” قُلِ اللّٰهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَ تَعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تَذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرِ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ “۔ (آل عمران: ۲۶)

”(اے مخاطب) کہہ اے ملک کے مالک تو ملک بخشا ہے جسے چاہتا ہے اور ملک چھین لیتا ہے جس سے چاہتا ہے اور عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ذلت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، تیرے ہاتھ ہے ہر خوبی، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔“

(۷) امام دیلمی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسمِ اعظم سورہٴ حشر کی آخری آیتوں میں ہے۔ سورہٴ حشر کی آخری آیتیں یہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نام اور صفتیں ہیں :

”هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۝ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝“

”وہ اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی۔ جانتا ہے جو پوشیدہ ہے اور جو ظاہر ہے وہ ہے بڑا مہربان رحم والا۔ وہ اللہ ہے جس کے سوائے بندگی نہیں کسی کی وہ بادشاہ ہے۔ پاک ذات ہے سب عیبوں سے سالم امان دینے والا پناہ میں لینے والا زبردست دباؤ والا صاحبِ عظمت پاک ہے اللہ اس کے شریک بتلانے سے۔ وہ اللہ ہے بنانے والا نکال کھڑا کرنے والا صورت کھینچنے والا اسی کے ہیں سب نام عمدہ پاکی بول رہا ہے اس کی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا۔“

سورہ حشر کی آخری آیتوں میں صرف یہی آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نام گنوائے گئے ہیں یا اس کی صفتیں بتائی گئی ہیں۔ ان آیتوں میں ممکن ہے۔ ”هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ“ اسمِ اعظم ہو یا صرف لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ اسمِ اعظم ہو یا صرف هُوَ كَلِمَةُ اسْمِ اعظم ہو، یا هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ اسمِ اعظم ہو۔ اگر یہ ساری آیتیں اور سارے کلمات مبارک پڑھ کر دعا مانگی جائے تو زیادہ مفید ہوگا۔ یہ سات روایات ہیں جن میں اسمِ اعظم کا ذکر ہے۔

در اصل زندگی کا مقصد اپنے مالکِ حقیقی اور خالق کو پہچاننا، اس کی عبادت کرنا اور اس کی عظمت کے سامنے جھک کر اس کے احکام کی تعمیل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لئے اس کے ناموں اور صفتوں سے زیادہ کوئی چیز موثر ہو سکتی ہے اور ان آیاتِ کریمہ میں اس کی صفات بھی ہیں اور ذاتی نام بھی ہے۔

اسمِ اعظم کو پوشیدہ رکھنے کی حکمت :

اس اسمِ اعظم کو پوشیدہ رکھنے میں بڑی حکمت یہ ہے کہ آدمی اس کی تلاش میں رہے اور متعدد آیتیں پڑھتا رہے۔ اللہ تعالیٰ یہی شوق و شغف پسند فرماتے ہیں۔ وہ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین۔ اور یہ بھی حکمت ہے کہ یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ہر مبارک نام بڑا ہی نام ہے جس کو اسمِ اعظم کہہ سکتے ہیں اور پیغمبر خدا ﷺ تو رسول تھے، وہ جانتے تھے کہ اس شخص کی یہ دعا قبول ہوگئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نام مبارک کی لاج رکھی ہے، پھر صحابی کا سوال اخلاص پر مبنی ہوتا تھا۔ اسمِ اعظم لیلۃ القدر اور ساعۃ الاجابۃ (یعنی قبولیت کی گھڑیاں) کو چھپانے کی حکمت آپ معلوم کر چکے ہیں، لیکن یہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اس میں غلط بیانی یا جھوٹ معاذ اللہ نام کے لئے بھی نہیں ہے۔

ہر شب شبِ قدر است اگر قدر بدانی :

جب کسی اسمِ مبارک سے دعا قبول ہوئی تو حضور ﷺ نے اللہ پاک سے اطلاع پا کر اس کی اطلاع دی۔ اللہ تعالیٰ کا ہر نام بڑا نام ہے، ہر ایک کو اسمِ اعظم کہہ سکتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ لیلة القدر عشرہ اخیرہ رمضان میں دائر سائر ہو۔ اسی طرح ساعۃ اجابت اور ہو سکتا ہے کہ مل بھی جائے تو کہنے والے کے اخلاص کی کمی کی وجہ سے دعا قبول نہ ہو، پھر قبول ہو، تو ان طریقوں سے کسی ایک طریقہ سے قبول ہو، جس کی دعا اپنے لفظوں میں قبول ہو وہ سمجھے کہ میری دعا قبول ہوئی اور دوسروں کی نہ ہوئی، اس کو حکیم و علیم خدا تعالیٰ کی حکمتیں کیسے معلوم ہو سکتی ہیں، ممکن ہے قبول کر کے اس کو قیامت کے لئے رکھ چھوڑا ہو ممکن ہے قبول کر کے اس کے بدلے اس کے بعض گناہ معاف کر دیئے ہوں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے رسول کے ارشاد پر ایمان لانا ضروری ہے۔ نہ دعا سے تھکنا چاہئے نہ عاجزی اور انکساری کو چھوڑنا چاہئے۔

امام ابن تیمیہ کی جامع دعا اسمِ اعظم کے ساتھ :

شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہ حرانیؒ نے فرمایا ہے جیسے کہ مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم ناظم مکتبہ علوم شرقیہ دارالعلوم پشاور نے اپنے ترجمہ میں ضمیمہ تفسیر آیت کریمہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے نقل فرمایا ہے :

اسمِ اعظم جس سے ہر جائز دعا کی مقبولیت اغلب نہیں بلکہ یقینی ہے یہ ہے اس میں تقریباً تمام روایات جمع کی گئی ہیں، جن میں اسمِ اعظم یا دعا کی مقبولیت کا ذکر ہے۔
دعا یہ ہے :

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلَمْ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ
لَقِیُّوْمٌ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ

الرَّحِيمِ ۝ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۝ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ
 الْمُؤْمِنُ الْمُهِيمُنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ، سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝
 هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ، يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝

قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ
 الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ،
 إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي
 اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ
 تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَنَّانُ
 الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ .
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ
 الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الطَّاهِرِ الطَّيِّبِ الْمُبَارَكِ الْأَحَبِّ
 إِلَيْكَ الَّذِي إِذَا دُعِيتَ بِهِ أَجَبْتَ وَإِذَا سُئِلْتَ بِهِ أَعْطَيْتَ وَإِذَا
 سُرِّحْتُمْ بِهِ رَحِمْتَ وَإِذَا اسْتَفْرَجْتَ بِهِ فَرَجْتَ اللَّهُمَّ ادْعُوكَ اللَّهُ
 وَادْعُوكَ الرَّحْمَنَ وَادْعُوكَ الرَّحِيمَ وَادْعُوكَ بِأَسْمَائِكَ
 الْحُسْنَى كُلِّهَا مَا عَلِمْتَ مِنْهَا وَمَا لَمْ يَعْلَمْ يَا رَبِّ يَا رَبِّ .

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبَّنَا وَ

رَبُّ الْمَلِكِ الرَّوْحِ -

قرآن مجید اور احادیثِ رسول اللہ ﷺ کی منقول دعائیں ربّ ذوالجلال کے دربار میں کھرے سکتے کی طرح قبول ہوتی ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ دعا کرتے وقت پختہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ اللہ پاک اپنے وسیع کرم اور کمالِ قدرت اور علم محیط کی بدولت ہمیں محروم نہ رکھیں گے۔ اللہ پاک ہم سب مسلمانوں کو اپنی مرضیات والی زندگی نصیب فرمائے اور محمد عربی ﷺ کی سچی اتباع نصیب فرمائے۔

باب ۷

فرقِ باطلہ کا جرأت مندانہ تعاقب

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے بعد کئی گروہ، فرقے اور جماعتیں پیدا ہو جائیں گی۔ بعض روایات میں تہتر (۷۳) کا عدد بھی مذکور ہے۔ لیکن ان میں ناجی فرقہ اور نہ منصورہ صرف ایک ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس فرقہ یا گروہ کی علامت کیا ہوگی؟ فرمایا: ”ما انا علیہ و اصحابی“ جس راستے پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں اسی راستے پر چلنے والا گروہ ناجی اور کامیاب ہوگا۔ خود حضور ﷺ نے بھی کئی فرقوں کی نشاندہی فرمادی تھی مثلاً جبریہ اور قدریہ وغیرہ۔

فرقوں کی ابتداء باضابطہ طور پر حضرت عثمانؓ کے مقدس دور میں اس وقت شروع ہوئی جب منافقین کی ریشہ دوانیاں اپنی حد سے بڑھ گئیں حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کا واقعہ پیش آ گیا۔ پھر حضرت علیؓ کے بارے میں دو گروہ بن گئے۔ ایک رافضی اور دوسرا خارجی۔ جوں جوں رسول اللہ ﷺ کا مبارک زمانہ گزرتا

گیا فتنے بھی زیادہ ہوتے گئے۔ ہر دور میں علماء حق نے ان کا مقابلہ کیا۔ علماء حق کبھی امام ابوحنیفہؒ کی قیادت میں صف آرا تھے تو کبھی امام شافعیؒ کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر باطل سے برسرا پیکار تھے۔ کبھی حق امام احمد بن حنبلؒ کی صورت میں کوڑے کھا کر باطل کا راستہ روکتا رہا تو کبھی امام مالکؒ کی شکل میں گدھے پر سوار ہو کر بھی اپنے موقف کا اعلان برسربازار کرتا رہا۔ کبھی حق شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کی شکل میں تو کبھی مجدد الف ثانیؒ کے روپ میں ظاہر ہوتا رہا۔ کبھی علماء حق کا یہ کاروان سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی قیادت میں چلتا رہا تو کبھی اس کی زمام قاسم نانوتویؒ اور رشید احمد گنگوہیؒ کے ہاتھوں میں رہی۔ اس قافلہ حق کے مجاہدین میں حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت امام لاہوریؒ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، قائد ملت مفتی محمودؒ اور مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کا نام نمایاں نظر آتا ہے۔

مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ نے اپنے دور میں اپنے اکابر اور اسلاف کی روایات پر عمل پیرا ہو کر ان باطل فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ کبھی مناظرہ کی شکل میں تو کبھی تصنیف و تالیف کی شکل میں، کبھی تقریر کی شکل میں اور کبھی جہاد کی شکل میں۔ موجودہ دور کے باطل فتنوں کے خلاف حضرت مجاہد ملتؒ کی مساعی کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

فتنہ قادیانیت:

ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے جس پر قرآن کریم کی سو سے زائد آیات مبارکہ اور دو سو سے زائد احادیث طیبہ شاہد ہیں۔ ان نصوص قطعہ کا منکر کافر ہے۔ ہر دور میں مختلف ناموں سے مدعیان نبوت دعویٰ نبوت کرتے رہے۔ دور حاضر میں جب مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا۔ تو علمائے اسلام نے شب و روز محنت کر کے دلائل و براہین سے اس کا کفر عوام الناس کے سامنے واضح کیا۔

مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ نے بھی تحریک ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا جو کہ اس کتاب کا ایک مستقل باب ہے۔

فتنہ رافضیت و خارجیت:

روافض خلفائے راشدینؓ میں سے صرف حضرت علیؓ کو برحق اور پہلا خلیفہ مانتے ہیں اور باقی تین خلفاء کرام کی نفی کرتے ہیں اور جماعت صحابہؓ میں سے چند صحابہؓ کو برحق اور مسلمان مانتے ہیں جبکہ باقی صحابہؓ کو نعوذ باللہ کافر قرار دیتے ہیں۔ جبکہ خوارج حضرت علی المرتضیٰؓ کی صحابیت کا انکار کر کے انہیں مسلمان بھی تسلیم نہیں کرتے۔ یزید کو خلیفہ برحق اور حضرت حسینؓ کو باغی سمجھتے ہیں۔ ان فتنوں کے خلاف امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ پھر چند سال قبل مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ نے بھی اس میدان میں اپنی صلاحیتوں کے مطابق حصہ لیا۔

حضرت ہزارویؒ جس علاقے میں پیدا ہوئے اس وقت علاقہ میں رافض و شیعیت کا کوئی وجود نہ تھا۔ اگر کہیں سے اس کی اطلاع ملتی کہ فلاں جگہ رافض مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو حضرت ہزارویؒ وہاں دشمنان صحابہ پر دلائل و براہین کے ساتھ کاری ضرب لگانا فرض منصبی سمجھتے تھے۔

ہزاروں گنا بڑی جیت:

حضرت مولانا شمس الدین صاحب (ہری پور ہزارہ) رقم طراز ہیں:

”ایک دفعہ صوبائی انتخاب تھا۔ مولانا کا مقابلہ خاں عطاتی خان ساکن ٹیل کے ساتھ تھا۔ کل پولنگ ہے اور آپ بے حد مصروف ہیں کارکنوں کو ووٹروں کی فہرستیں دے رہے ہیں۔ ہدایات جاری فرما رہے ہیں کہ اچانک ایک آدمی گھوڑے پر سوار

ہانپتا کانپتا پہنچتا ہے یہ موضع بھیڑکنڈ کا ایک خان ہے وہ بہت پریشانی سے بتاتا ہے کہ میرے بھانجے میاں فتح اللہ کا کاخیل کے گاؤں میں لکھنؤ کا ایک تیز طرار شفیع الحسنین نامی شیعہ مجتہد آ گیا ہے جو لاکار لاکار کر مسلمانوں کو رافضی کرنے پر تلا ہوا ہے اور علاقے کے سب مولوی اس نے لا جواب اور بے بس کر دیئے ہیں۔ خدارا آپ جلدی پہنچیں تاکہ میرے بھانجے اور دوسرے مسلمانوں کا ایمان بچ سکے۔ حضرت ہزاروی نے کہا کہ بھائی! میں سخت مجبور ہوں کل صبح میری پولنگ ہے آج کا ہی ایک دن میرے پاس ہے اس لئے میں نہیں جاسکتا اس نے کچھ اصرار کیا۔ تو مولانا نے سختی سے اس کو جھڑک دیا اب اس نے ایک دوسرا رخ اختیار کیا اور مولانا سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا، اچھا مولانا! میں رخصت ہوتا ہوں اب جا کر ہم سب شیعہ ہو جائیں گے قیامت کو اللہ تعالیٰ پوچھے گا تو ہم کہیں گے کہ ہمارے پاس لکھنؤ سے ایک شیعہ مجتہد آ گیا تھا جس کا جواب ہم سے نہ بن سکا اور ہم مولوی غلام غوث ہزاروی کے پاس بھی گئے تھے مگر اس نے جواب دیا کہ میرا لیکشن ہے میں نہیں جاسکتا اس وجہ سے ہم شیعہ ہو گئے۔

تو ہزاروی صاحب! آپ بھی اس دن کے لئے اپنا جواب تیار رکھنا یہ کہہ کر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر جانے لگا تو مولانا نے دوڑتے ہوئے اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور فرمایا کہ بھائی تم نے بہت سخت بات کہہ دی میں چلتا ہوں چنانچہ سب کام چھوڑ کر مولانا بھیڑکنڈ روانہ ہو گئے اللہ کی شان وہ شیعہ مجتہد مولانا کے پہلے سوال پر ہی ایسا جواب اور

مرعوب ہوا کہ بدحواسی میں کتابیں، جوتے وہیں چھوڑ کر پہاڑیوں کھیتوں کو پھلانگتا دوڑتا، ہانپتا، کانپتا لکھنؤ پہنچ کر دم لیا۔ نتیجہ میں مولانا لیکشن ہار گئے۔ مگر علاقہ مانسہرہ کے مسلمانوں کا ایمان بچ گیا۔ مولانا کبھی اس واقعہ کا ذکر کرتے تو فرماتے کہ ”کہنیاں والی یہ جیت لیکشن جیتنے سے ہزاروں گنا بڑی جیت ہے“ (تبصرہ ہزاروی نمبر ص ۲۴)

دفاع صحابہ اور جرأتِ زندانہ:

جناب دوست محمد خان رقمطراز ہیں

”ایک دفعہ پنڈ ہاشم خاں ہری پور کی تحصیل کے گاؤں میں حضرت مجاہد ملتؒ کو سیرت النبیؐ کے جلسہ پر بلایا گیا۔ وہاں کا نمبردار رافضی تھا مدح صحابہ اور خلفائے راشدینؓ کے ناموں سے گھبراتا تھا۔ وہاں کے خطیب صاحب نے روٹی کھلاتے وقت حضرت ہزارویؒ کے کان میں یہ بات کہی کہ آپ ذرا محتاط طریقہ سے تقریر کریں کہیں نمبردار فتنہ فساد پر نہ اتر آئے۔ حضرت مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ نے تقریر میں فرمایا کہ ”حضور ﷺ نے ایسے وفادار بہادر، شجاع، ایثار پیشہ لوگ پیدا کئے جن کی نظیر نہ پہلی امتوں میں ملتی ہے اور نہ قیامت تک ان کا مثیل پیدا ہو سکتا ہے۔“ پھر ابو بکر صدیقؓ کے حالات اتنی رقت انگیز اور دل سوزی کے ساتھ پیش کئے کہ سارا مجمع رو پڑا۔ پھر حضرت عمرؓ کے حالات، فتوحات اور سیاسیات پیش کیں۔ کہ سامعین حیران تھے۔ تقریر جب شباب پر پہنچی تو آپ نے فرمایا میں نے سنا ہے یہاں کا نمبردار حضرت صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ کے حالات سن کر بدکتا ہے۔ میں آج اس کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ سامنے آئے میں اس کا چہرہ دیکھوں۔ آج صحابہؓ کے جانثاروں کو یہ بات کھل کر کہتا ہوں کہ تم ایسے نمبردار کے دانت کیوں نہیں توڑ دیتے۔ پھر مقامی خطیب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مت ڈرو۔ مت گھبراؤ، مدح صحابہؓ ڈنکے کی چوٹ بیان کرو۔ وہ دن اور یہ دن کبھی کسی رافضی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ صحابہ کرامؓ کے متعلق کوئی بات کرے۔

(تبصرہ نمبر ص ۵۰)

دفاع صحابہؓ اور امامِ حرم کی توثیق:

حضرت مولانا علی اصغر خطیب نیلا گنبد لاہور لکھتے ہیں کہ:

”۱۰ مارچ ۱۹۷۶ء کو پشاور میں منعقدہ عالمی سیرت کے اجلاس میں پاکستانی مندوب کی حیثیت سے مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ نے سیرت النبیؐ کے ضمن میں حضور ﷺ کے جانثار صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب پر ایک علمی مقالہ عربی زبان میں عرب ممالک کے جلیل القدر علماء کی موجودگی میں پڑھ کر سنایا۔ مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ نے اپنا مقالہ جب ختم کیا تو امام حرم فضیلۃ الشیخ جناب محمد عبداللہ بن السبیل نے کھڑے ہو کر عربوں کے انداز میں حضرت ہزارویؒ کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے اس مقالہ پر مبارک باد دی۔ جبکہ صحابہ کرامؓ کی یہ تعریف بعض لوگوں پر بہت شاق گزری۔ اور ایک دو آدمی تو احتجاج کرتے ہوئے ہال سے نکل گئے۔ امام حرم فضیلۃ الشیخ جناب محمد عبداللہ بن السبیل نے حضرت مجاہد ملت کے اس مقالہ پر فوراً عربی زبان میں تقریظ لکھی اور جناب امام حرم نے اس مقالے کا عربی نام خود ہی الذب عن الصحابہ تجویز فرمایا (صحابہ کی طرف سے دفاع)

تقریظ کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”میں نے فضیلۃ الشیخ مولانا غلام غوث ہزاروی سربراہ جمعیت علمائے اسلام پاکستان اور رکن پارلیمنٹ کا مقالہ سنا۔ یہ ایک ایسا بیش قیمت مقالہ ہے۔ جس میں تمام صحابہ کرامؓ کا دفاع کیا گیا اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ محبت کا اظہار کیا گیا ہے اور جو کوئی ان پر عیب جوئی کرے اس کی مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو بہترین جزا

عطا فرمائے اور اپنے پسندیدہ اور محبوب کاموں کی توفیق بخشے۔ اللہ تعالیٰ کا درود و سلام ہو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل اور ان کے سب اصحاب پر۔ (تبصرہ ہزارویٰ نمبر ص ۶۲)

گدوال کا بارہ امام:

سبائی فتنہ عالم اسلام کے خلاف وہ یہودی ہتھیار ہے کہ اس کے ذریعے وہ ایک طرف تو اسلام کے ہر رکن اور عقیدے پر حملہ کرتے ہیں اور دوسری طرف سادہ لوح لوگوں سے مال بٹورتے ہیں۔ اس طرح چند سبائی ہندوستان کے قصبہ گدوال میں بارہ امام کے نام سے بت بنا کر عوام کے دین و ایمان اور مال و متاع کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے تھے۔ مجاہد ملت حضرت ہزاروی نے اس کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت ہزاروی خود تحریر فرماتے ہیں:

”قصبہ گدوال حیدرآباد دکن میں ہے۔ وہاں عام رواج

یہ تھا کہ ہر سال محرم میں مسلمان کہلانے والے لوہے یا پیتل کے پنچے ”پنچتن“ کے نام سے بنا کر بارہ امام یعنی بارہ شاخوں کا پنچہ بارہ اماموں کے نام سے بنا کر پٹاری میں رکھتے تھے اور محرم کا چاند چڑھتے ہی ان کو صیقل کر کے ایک منبر پہ رکھ کر ان کے سامنے جانور ذبح کرتے۔ ان سے بچے مانگتے۔ پھر ان کا جلوس نکالتے۔ ایک آدمی حال بھر کر اس پنچے کو اٹھا کر چلتا۔ لوگ کہتے کہ اس شخص میں امام حسین گھس آئے ہیں۔ اس طرح کا ایک بارہ امام گدوال میں بھی تھا۔ ان لوگوں نے مجھ سے فتویٰ مانگا۔ پھر میرے کہنے سے اس کو توڑ دیا اور رقم مسجد میں داخل کر دی اور اس مکان کو مسجد میں تبدیل کر دیا۔ پھر کیا تھا میرے خلاف قیامت کا شور کھڑا ہو گیا۔ لیکن میں جوان تھا۔ پرواہ ہی

نہیں تھی۔ جب میرا تبادلہ پورن جنکشن ہوا۔ وہاں میں نے چند بچوں کے خلاف تبلیغ کی۔ اور ان کے جلوسوں کو بند کرادیا۔ وہاں کے ڈی سی سے معلوم ہوا کہ ان علموں (بچوں) کے نام تو بڑی جائیداد ہے۔ بہر حال ڈی سی منظور جنگ بہادر مسلمان تھا۔ اس نے میری تائید کی۔“

شرک کے مراکز زمین بوس کر دیے:

”پرتھنی میں جب تبادلہ ہوا۔ اس محلے میں جہاں میں رہتا تھا سہراہ ایک چبوترے پر شیر کا مجسمہ گھج کا بنا ہوا تھا۔ محرم شروع ہوتا تو لوگ اس شیر کے منہ میں گوشت دیتے اور گلے میں کھوپروں کا ہار ڈالتے۔ اس سے بیٹے مانگتے۔ ریاست کے اکثر مقامات پر اسی طرح تھا۔ اس شیر کا نام وہاں مولیٰ علی رکھتے ہیں۔ گویا ایک برگزیدہ ہستی پر درندے کا نام رکھتے ہیں۔ بہر حال میں نے اس کو تڑوایا۔ طویل قصہ ہے۔ دس ماہ ہم توڑنے یا تڑوانے والوں پر ثابت علی مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ چلتا رہا۔ بالآخر مقدمہ خارج ہوا۔ پھر کیا تھا وہاں پرتھنی میں تو شیر بنا نہیں۔ دوسرے مقامات جب بھی ہم جاتے تو لوگ ڈر کے مارے اپنے شیروں کی حفاظت کرتے۔“

میدان کس کا اور جیت کس کی؟

آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفر آباد میں پیر صاحب دیول شریف کا جلسہ تھا جس میں پیر صاحب کے ہزار ہا مریدین جمع تھے۔ پیر صاحب نے جب تقریر شروع

کی تو مجمع ہمہ تن گوش تھا۔ پیر دیول صاحب کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے بندوں میں حلول کرتی ہے اور اللہ کے بندوں کی عزت و تکریم گویا اللہ کی عزت و تکریم ہوتی ہے۔ مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ بھی مظفر آباد گئے ہوئے تھے اور پیر صاحب سے اچھی طرح واقف تھے کہ پیر صاحب بدعت و شرک کے رسیا ہیں۔ چنانچہ حضرت مجاہد ملتؒ بھی اکیلے ہی اس جلسے میں جا کر سامعین میں بیٹھ گئے۔ پیر صاحب کی تقریر کے دوران ہی حضرت ہزارویؒ نے چٹ بھیجی کہ ایک مولوی تقریر کرنا چاہتا ہے۔ لیکن پیر صاحب نے توجہ نہ دی۔ پھر حضرت ہزارویؒ نے چٹ بھیجی کہ مولانا غلام غوث ہزارویؒ تقریر کرنا چاہتے ہیں تو پیر صاحب کے اوسان خطا ہو گئے۔

مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ کھڑے ہو گئے اور جلسہ عام میں پیر صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم کہتے ہو کہ خداوندِ قدوس مخلوق میں حلول کرتا ہے تو یہ عقیدہ تو پڑوس (یعنی بھارت کے ہندوؤں) والوں کا ہے کہ خدا بھینس میں، گائے میں، شجر میں، حجر میں، پھول میں، کلی میں حلول کرتا ہے۔ پھر حضرت مجاہد ملتؒ نے تفصیلی جواب دیا۔ پیر صاحب کو وہاں سے کھسکنے میں ہی عافیت نظر آئی۔ جس جلسہ پر پیر صاحب کے چیلوں نے ہزاروں روپے لگائے تھے اس پر حضرت مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ نے قبضہ کر لیا اور ایسا سماں باندھا کہ ”بدعتی کمپنی“ کو بھاگنے ہی میں عافیت نظر آئی۔ آج کوئی مؤحد مولوی ایسی جرأت کا مظاہرہ کر کے اپنے ایمان کا عملی ثبوت تو دے۔ اس کا روائی کی روداد جب جماعتی پرچے میں آئی تو اس کا عنوان تھا ”میدان کس کا تھا اور جیت کس نے لیا۔“

فتنہ خاکسار:

ایک زمانہ تھا کہ علامہ عنایت اللہ مشرقی کی تحریکِ خاکسار جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ اس تحریک کی نیم فوجی تنظیم اور ڈسپلن سے متاثر ہو کر بعض علماء بھی

اس کے جال میں پھنس گئے۔ مشرقی صاحب نے اپنی کتاب ”تذکرہ“ حصہ عربی اور اردو مقالات اور مولوی کا غلط مذہب وغیرہ کتابوں میں اپنے باطل نظریات کا بڑے زور و شور سے پرچار کیا۔ مجاہد ملت مولانا ہزاروی نے اپنی خداداد ذہانت و فطانت اور جرأت سے کام لیتے ہوئے اس فتنے کا بھی خوب خوب تعاقب کیا اور علماء کرام کو دلائل سے قائل کیا کہ یہ تحریک اسلام کے خلاف ہے اور اس کے بانی کے نظریات ملحدانہ ہیں۔ جو مذہبی قسم کے لوگ اس میں شامل ہیں وہ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ حضرت مولانا شمس الدین صاحب روایت کرتے ہیں:

”۱۹۳۹ء میں خاکسار تحریک پورے جوہن پرتھی اور ہری

پور میں اس کا خاص طور سے بہت زور تھا۔ علاقے کا سب سے بڑا رئیس اعظم یہاں کا سپہ سالار تھا اور تھانیدار ابوطالب کا بیٹا بھی خاکسار تھا جو اپنے باپ کی سرکاری وردی پر یڈ کے وقت پہن لیتا تھا۔ ان حالات میں ہم نے ہری پور میں خاکساروں کے خلاف جلسہ کا اعلان کیا۔ اعلان کیا تھا؟ کہ گویا بھڑوں کے چھتے میں پتھر لگ گیا۔“

راقم الحروف، مجاہد ملت مولانا ہزاروی اور مولانا عبدالحی ساکن بھوئی گاڑ ضلع اٹک اسی دن قبل دوپہر درویش آرہے تھے سپہ سالار ہمارے محلہ کا تھا۔ اس کو معلوم ہوا تو وہ ہری پور سے ہمارے تعاقب میں درویش آ پہنچا اور ہم کو محلے کی گلی میں آ لیا۔ علیک سلیک کے بعد حضرت ہزاروی سے کہنے لگا۔

ہندو، سکھ کا کھانا کھا لیتا ہوں لیکن خاکساروں کا نہیں:

مولانا! آپ دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھائیں گے۔

مولانا ہزاروی: آپ کا شکر یہ مگر میرا اصول یہ ہے کہ میں خاکساروں کا کھانا نہیں

کھایا کرتا۔

سپہ سالار: لیکن میرا اصول یہ ہے کہ اگر کوئی ہندو سکھ بھی میرے گاؤں میں آجائے تو میں اس کو بھی کھانے کی دعوت دیتا ہوں۔

مولانا ہزاروی: آپ کو ضرور ایسا ہی کرنا چاہیے وجہ یہ ہے کہ آپ خاندانی رئیس ہیں اور مہمان نوازی سرحدی خوانین کی خاندانی فطرت اور فرائض میں داخل ہے۔

لیکن میرا اصول یہ ہے کہ ہندو، سکھ کا کھانا تو کھالیتا ہوں لیکن خاکسار کا کھانا نہیں کھاتا۔ آپ کا بہر حال شکر یہ۔ مولانا کا یہ مسکت جواب سن کر سپہ سالار خاموش ہو گیا اب اس نے ہری پور واپس جا کر حکم دیا کہ خاکسار مسلح باوردی جامع مسجد میں پہلے پہنچ جائیں اور اگلی صفوں پر قبضہ کر کے منبر کو گھیر لیں ہم دیکھیں گے کہ کوئی کیسے ہمارے خلاف تقریر کرتا ہے چنانچہ ساٹھ ستر خاکسار باوردی باہیلچہ آ کر اگلی صفوں میں بیٹھ گئے۔ نماز کے بعد میری صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ اور خاکساروں

نے اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق بیچوں کو الٹنا پلٹنا شروع کر دیا۔ گویا حملے کے لئے پر تول رہے ہیں۔ مولانا قاری فقیر محمد کی تلاوت کے بعد یہ آیت ولنبلونکم تا ہم المہتدون (سورۃ بقرہ پارہ ۲ آیت ۱۵۳ تا ۱۵۷) تلاوت کر کے کہا کہ مومنوں پر آزمائش کا آنا ضروری ہوتا ہے اور جب مومن استقامت سے ان کو اپنے سروں پر جھیلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں۔

یہ نیچے میرے آزمائے ہوئے ہیں :

چونکہ میری مرعوبانہ تقریر مخالفین کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی۔ اس لئے مجاہد ملت مولانا ہزاروی نے میری تقریر ختم کر دی خود منبر پر آ گئے اور خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا جناب قاضی صاحب کی تقریر سے یہ سماں آنکھوں کے سامنے پھر گیا کہ گویا توہین کسی ہوئی ہیں اور پھانسیاں لٹکی ہوئی ہیں اور حق بات کہی نہیں کہ پھانسی پر لٹکا

دیئے گئے اور توپوں سے اڑادیئے گئے اور جناب قاضی صاحب مرعوب کس چیز سے ہو گئے ہیں ان چمچوں (یعنی بیلچوں) سے حالانکہ قاضی صاحب کو معلوم نہیں کہ

نہ خنجر چلے گا نہ تلوار ان سے

یہ چمچے میرے آزمائے ہوئے ہیں

بھائیو! ہماری اور ان کی کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے بات رسول اللہ ﷺ کی عزت

کی ہے۔ شاعر کہتا ہے:۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحاء کی عزت پر

خدا شاہد ہے کہ کامل مرا ایمان ہو نہیں سکتا

یہ دیکھو مسلمانو! میرے ہاتھ میں مشرقی کی کتاب ”تذکرہ“ ہے اس میں لکھا

ہے کہ رسول اللہ مر کر مٹی ہو گئے ہیں۔ کیوں مسلمانو! یہ رسول اللہ کی توہین ہے یا نہیں؟

سب مسلمانوں نے بیک وقت کہا توہین ہے توہین ہے۔

مولانا ہزاروی: اب آپ لوگ یہ بتائیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی توہین کسی ڈر کے

مارے برداشت کرتے رہیں؟

عوام: ہرگز ہرگز نہیں ہم کبھی برداشت نہ کریں گے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔

اب اس کے بعد جو دوسرے کفریات تھے مجاہد ملت مولانا ہزاروی نے کھول

کر بیان کر دئے اور ہر کفر بیان کر کے عوام سے پوچھتے کہ کیوں یہ کفر ہے کہ نہیں؟

سب کہتے ہاں یہ کفر ہے تو مجاہد ملت مولانا ہزاروی شرعی مسئلہ بیان کرتے کہ جو مسلمان

اس کفر کو صحیح سمجھے یا کہنے والے کو مسلمان سمجھے وہ کافر ہو جاتا ہے کہ نہیں؟ (عوام) بیشک

وہ کافر ہو جاتا ہے۔ مولانا پوچھتے اس کی بیوی طلاق ہو جاتی ہے کہ نہیں؟ عوام کہتے

ہو جاتی ہے ہو جاتی ہے۔

ایک پر لطف تماشہ:-

قارئین سے معذرت کے ساتھ اس درمیان میں ایک پر لطف تماشا دکھانا ضروری ہے۔ جب شہر میں ہمارے جلسے اور خاکساروں کے حملے کا چرچا ہوا تو اس دن ایک شعر کی حقیقت سامنے آئی۔

سرفروشوں کے قبیلے اور ہیں

عافیت کو شوں کی نسلیں اور ہیں

تو اس چرچے کی وجہ سے اس دن دو قسم کے عوام تھے جو عافیت کو ش بزدل تھے وہ تو ہماری مسجد کے امام صاحب کے سلام پھیرتے ہی جوتے اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے کہ مبادا ہم نہ مارے جائیں۔ لیکن جو منچلے سرفروش مزاج تھے وہ پورے شہر کی دوسری مساجد سے نماز سے فارغ ہو کر گروہ درگروہ اٹھ کر ہماری مسجد میں پہنچ گئے اور مسجد کے ہر طرف مجمع بڑھتے بڑھتے ہزاروں تک پہنچ گیا اور اس مجمع عظیم میں ساٹھ ستر خاکساروں کی پیٹھ پر تل کے مصداق بن کر رہ گئے۔

اب جب مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ خاکساروں کا ہر کفر بیان کر کے طلاق ہو جانے کا اعلان عوام سے کرواتے تو یہ صورت حال خاکساروں کے لئے ”نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن“ کا مصداق بن گئی آخر مجبور ہو کر سپہ سالار صاحب نے ”برخیز“ کا حکم دیا اور خاکسار اٹھ کر نکلنے لگے تو اب عوام نکلنے کے لئے راستہ نہ دیتے بالآخر بڑی مشکل سے بے آبرو ہو کر بیچارے نکلے اور میدان مولانا کے ہاتھ رہا۔

بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

(تبصرہ ہزاروی نمبر ص ۲۵)

ایک معرکہ الآراء مناظرہ :

۱۹۳۷ء میں اکوڑہ خٹک میں خاکساروں اور مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ کے

درمیان علامہ مشرقی کے کفریہ عقائد کے بارے میں مناظرہ طے پایا۔ اس مناظرہ میں ایک طرف مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ تھے جبکہ دوسرے طرف مولانا عبدالقہار عرف مروت مولوی صاحب تھے۔ اس مناظرہ میں باتفاق فریقین استاذی الکریم محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ حکم مقرر کیے گئے۔ اس مناظرہ کی مکمل روئیداد جناب حکیم عبدالخالق صاحب خلیق نے ارسال کی تھی جو اس مناظرہ کے چشم دید گواہ تھے۔ جس کا اردو ترجمہ برادر مکرم حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی نے کیا ہے۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں:

”بروز جمعہ المبارک بتاریخ ۱۹ نومبر ۱۹۳۷ء اکوڑہ خٹک کی ایک مسجد میں حضرت ہزارویؒ نے خاکسار جماعت کے خلاف ایک پر جوش تقریر کی اور اعلان کیا کہ بانی جماعت خاکسار علامہ عنایت اللہ خان مشرقی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ بات تحصیل نوشہرہ کی خاکسار جماعت سے تعلق رکھنے والے رہنماؤں پر ناگوار گزری اور انہوں نے مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے ساتھ علامہ صاحب کے کفر کے بارے میں مناظرہ اور مباحثہ کر کے دلائل سے ان کے کفر کو ثابت کریں۔ مولانا ہزارویؒ نے جواب میں کہا کہ میں بحث کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔ تاریخ، وقت اور مقام کا تعین آپ خود کر کے مجھے اطلاع دیں۔ خاکساروں نے جواب دیا کہ گذشتہ جمعہ کے دن آپ نے جس مسجد میں تقریر کی تھی اس مسجد میں آئندہ جمعہ ۲۶ نومبر ۱۹۳۷ء مطابق ۲۲ رمضان ۱۳۵۶ھ ہمارا اور تمہارا آئنا سامنا ہوگا۔ دور دراز اور قرب و جوار کے علاقوں سے بہت لوگ اکوڑہ خٹک پہنچ گئے۔ مجھے بھی جامع مسجد نوشہرہ صدر کے

خطیب مولانا قاضی عبدالسلام صاحب نے اطلاع دی، چنانچہ میں جمعہ کی نماز کے لیے اکوڑہ خٹک پہنچا۔ مجلہ ملت مولانا ہزاروی صاحب کے ساتھ چند احراری علماء تھے اور خاکساروں میں قابل ذکر افراد کے نام یہ ہیں۔ شماس خان، مولانا مروت، مولانا شاکر اللہ، مولانا عبدالرؤف صاحب نوشہرہ اور شیر بہادر خان وکیل آف بدرشی۔

نماز جمعہ کے بعد ایک عالم اٹھ کھڑے ہوئے جو کہ اسی مسجد کے پیش امام معلوم ہوتے تھے، انہوں نے اعلان کیا کہ آج ہماری مسجد میں ایک مذہبی مسئلہ پر دو فریقوں کے درمیان بحث ہوگی۔ چونکہ دونوں فریق ہمارے مہمان ہیں اس لیے ہم ان کے درمیان بحث میں غیر جانبدار رہیں گے اور ہمارے لئے یہ دونوں فریق قابل احترام ہیں، البتہ یہ ایک مذہبی اجتماع ہے اس لئے اس کی صدارت کے لئے ایک مسلم مذہبی عالم کی ضرورت ہے اور میرے خیال میں ہمارے اکوڑہ خٹک کے نامور فاضل حضرت مولانا عبدالحق صاحب اگر اس کی صدارت فرمائیں تو یہ بات بہت موزوں ہوگی، تین چار آوازیں اس کی تائید میں بلند ہوئیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مسجد کے صحن کے وسط میں منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ایک اور منبر کی ضرورت ہے، چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ پھر مولانا صاحب نے کہا کہ ایک فریق تو صرف مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب ہیں اور دوسری طرف پورا خاکسار گروہ! اس لئے ان کو چاہئے کہ اپنا ایک نمائندہ منتخب

کر کے بحث کے لیے نامزد کریں۔ چنانچہ خاکساروں نے مولانا مروت صاحب کو اپنا نمائندہ چن لیا۔ شیخ الحدیث مولانا صاحب نے اعلان کیا کہ ہر فریق کو صرف پندرہ پندرہ منٹ تقریر کرنے کی اجازت ہے لیکن پہلی تقریر مولانا ہزاروی کی ہوگی۔ کہ انہوں نے عنایت اللہ مشرقی پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے وہ اپنے اس فتویٰ پر دلائل دیں گے۔ مولانا ہزاروی کھڑے ہوئے اور کہا کہ مجھے تذکرہ (علامہ مشرقی کی کتاب) چاہئے، چنانچہ ان کو وہ کتاب دے دی گئی۔ انہوں نے ایک صفحہ نکالا اور عربی عبارت پڑھنی شروع کی، اور اس کا مفہوم انہوں نے یہ بیان کیا کہ ”فرنگی نیک اور صالح لوگ ہیں، یہ لوگ جنت میں ہوں گے اور ان کے لڑکے اور لڑکیاں حور اور غلمان کی شکل میں ہوں گے۔“ اس وجہ سے یہ کافر ہے۔ اس طرح اس کی دیگر کتابوں مثلاً تذکرہ، اشارات، قول فیصل اور مولوی کا غلط مذہب سے حوالے دئے اور تقریباً ۵۲ دلائل بیان کئے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نے مولانا ہزاروی سے کہا کہ آپ کا وقت پورا ہو گیا۔ مولانا ہزاروی نے کہا کہ میرا کام بھی پورا ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرے فریق کے مولانا مروت کھڑے ہوئے اور اپنی عادت و فطرت کے مطابق نہایت دھیمے انداز میں تقریر شروع کی اور کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ مولانا ہزاروی صاحب ایک بہترین عالم اور نیک مسلمان ہیں، انکی علامہ مشرقی سے کیا عداوت اور دشمنی ہے جو کہ ایک اچھا مسلمان ہے اور اسلام کا عسکری غلبہ اس کا مطمح نظر ہے، مسلمانوں کی ترقی کا خواہشمند ہے، نماز پڑھتے وقت اس کی آنکھوں سے سیل اشک

رواں ہوتا ہے، اس کی زبان سے الفاظ کفر یا کفریہ کلمات کبھی نہیں نکل سکتے۔ اس طرح کی باتوں میں مولانا مروت صاحب کا وقت ختم ہو گیا۔

مجاہد ملت مولانا ہزاروی صاحب دوبارہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ آپ نے دیکھا میں نے علامہ مشرقی کے کفر پر ۵۲ دلائل دیئے، ملا مروت نے ایک اعتراض کا بھی جواب نہیں دیا، صرف یہ کہا کہ وہ ایک اچھا مسلمان ہے، مسلمانوں کا عسکری غلبہ چاہتا ہے، وہ روتا ہے وہ ہنستا ہے، اس کا کیا مطلب ہے ”مروتو ملا“ (مروت مولوی) میرے اعتراضات کے صحیح جوابات دو، آئیں بائیں شائیں نہ کرنا۔ اس موقع پر شیر بہادر خان وکیل نے کہا کہ یہ کوئی طریقہ نہیں یہ غلط انداز ہے، صرف ایک اعتراض ہونا چاہئے، اس کے لیے ایک منٹ بھی کافی ہے جبکہ اس کے جواب کے لیے کم از کم آدھا گھنٹہ ہونا چاہئے۔ اسی پر فیصلہ ہوا، مولانا ہزاروی نے تذکرہ کی وہی عبارت پھر شروع کی اور پھر بیٹھ گئے۔ مروت مولانا صاحب جواب کے لئے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اس عبارت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انگریز اور فرنگی آخرت میں جنت میں ہوں گے، مشرقی صاحب کہتے ہیں کہ انگریزوں کی زندگی ان کی اپنی عملی صلاحیت کی وجہ سے ایسی ہے گویا یہ لوگ جنت میں رہتے ہیں، ان کے بیٹے بیٹیاں حورو و غلمان کی طرح حسین و جمیل ہیں۔ ایک آواز آئی کہ آگے نہ جائیں، پہلے یہ فیصلہ کریں کہ بحث آخرت کے متعلق ہے یا نا کے؟ دوسری آواز آئی کہ یہ صدر صاحب کا کام ہے وہ فیصلہ

دیں کہ مولانا ہزاروی صاحب صحیح کہتے ہیں یا مولانا مروت! مولانا عبدالحق صاحب نے کہا کہ میں صدر جلسہ ہوں حکم نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اگر دونوں فریق مجھ پر اعتماد کر لیں تو پھر میں فیصلہ دوں گا۔ مولانا ہزاروی نے مصنوعی انداز میں کہا کہ میرا تو ان پر اعتماد نہیں اس لیے کہ یہ مولانا مروت کے شاگرد ہیں اور استاذ کا لحاظ ضرور رکھیں گے۔ اس وقت کچھ شور بلند ہوا لیکن مولانا ہزاروی نے باواز بلند کہا کہ توکل بر خدا میں بھی مولانا عبدالحق پر اعتماد کرتا ہوں۔ لیکن اے مولانا عبدالحق! اگر آپ نے استاذ کا لحاظ کیا تو قیامت کے روز میں آپ کا گریبان پکڑوں گا۔ مولانا عبدالحق صاحب نے حاضرین سے پوچھا کہ حاضرین کرام خصوصاً اکوڑہ خٹک کے رہنے والو! آپ لوگ تو مجھے جانتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ میں کتنے طلبہ کو پڑھاتا ہوں اور اس بات سے بھی آپ آگاہ ہیں کہ میں نے دارالعلوم دیوبند میں سبق پڑھا ہے، تو پھر میں عربی سمجھتا ہوں گا؟ تمام لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہاں آپ کا علم تو مسلم ہے۔ پھر آپ نے تذکرہ مانگا اور کہا کہ اس عبارت سے پہلے ایک دو صفحے دیکھنے چاہیں تاکہ عبارت کا سیاق و سباق معلوم ہو سکے۔ آپ نے عبارت پڑھنی شروع کی، جب بحث ختم ہوئی تو مولانا عبدالحق صاحب نے فرمایا کہ یہ بحث آخرت کے متعلق ہے دنیا سے متعلق نہیں۔ اسی کے ساتھ آوازیں بلند ہوئی کہ بس بات کو طول نہ دیں اس لیے کہ روزہ ہے، علامہ کافر ہے۔ خاکساروں نے بھی کچھ شور بلند کیا لیکن کون سنتا تھا؟ جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ مولانا ہزاروی صاحب جلوس کی شکل میں

اکوڑہ خٹک کی گلیوں میں پھرائے گئے اور خاکسار بوجھل قدموں کے ساتھ واپس ہوئے۔ (شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نمبر ص ۷۳۴)

فتنہ مودودیت:

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق مولانا مودودی صاحب کے خیالات و نظریات کی وجہ سے مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کا اس گروہ سے بھی بطور خاص مقابلہ رہتا تھا۔ اس میدان میں مولانا کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ مودودیت سے مقابلے میں مولانا ہزارویؒ پر کئی بار قاتلانہ حملے ہوئے۔ کردار کشی ہوئی۔ انتہائی بازاری زبان استعمال کی گئی۔ لیکن مولانا ہزارویؒ آخری دم تک مودودیت کے مخالف رہے۔ ہمیں اس موقع پر مولانا مودودی کے نظریات و افکار پر گرفت کرنا مقصود نہیں صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ مجاہد ملت حضرت مولانا ہزارویؒ کی زندگی اور سوانح کا تذکرہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک مودودیت سے ان کے اختلاف کو ظاہر اور واضح نہ کر دیا جائے۔ جماعت اسلامی کے امیر جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے (جو کہ بنیادی طور پر ایک صحافی اور صاحب طرز مضمون نگار تھے) جب مذہبی محقق کا انداز اختیار کیا تو مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ نے باقاعدہ ان کا علمی تعاقب شروع کیا۔ مولانا ہزارویؒ دیانتداری سے سمجھتے تھے کہ یہ جماعت اور اس کے بانی کے افکار و خیالات سے اسلام کی عظمت مجروح ہوتی ہے اور مودودی صاحب کے طرز فکر اور طرز قلم سے انبیاء کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؑ کی تنقیص لازم آتی ہے۔

شمشیر بے نیام:

مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ مودودیت کے خلاف شمشیر بے نیام تھے۔ تمام

دینی، ملکی اور سیاسی مصروفیات کے باوجود بڑی شد و مد سے مودودیت کے خلاف برسرِ پیکار رہتے اور اس کو اپنی زندگی کا مقدس مشن سمجھتے تھے۔ اس حوالہ سے آپ پر کئی بار قاتلانہ حملے ہوئے لیکن اللہ نے آپ کو بچالیا۔

مودودی صاحب کے بعض باطل نظریات:

ذیل میں مودودی صاحب کی وہ عبارات نذرِ قارئین ہیں جن میں انبیاء کرام اور صحابہ کرام کو نشانہ تنقید بنایا گیا ہے۔ یہی وہ عبارات ہیں جن کی بنیاد پر جماعتِ اسلامی سے مولانا ہزاروی کا سیاسی نہیں بلکہ دینی اور شرعی اختلاف تھا۔ ہمیں اس موقع پر مودودی صاحب کے نظریات و افکار پر گرفت کرنا مقصود نہیں بلکہ مودودی صاحب کی من مانی تعبیرات کی ایک جھلک دکھانی مقصود ہے۔

مودودی صاحب لکھتے ہیں:

۱- عصمت (گناہوں سے پاک ہونا) انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں۔
(تفہیمات حصہ دوم ص ۴۲)

۲- مودودی صاحب رقم طراز ہیں۔ حضرت موسیٰؑ سے نبوت سے پہلے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا تھا۔ کہ انہوں نے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔
(رسائل و مسائل حصہ اول ص ۲۸)

۳- مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں حضرت یونسؑ کے قصہ میں لکھا ہے کہ حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی تبلیغ میں کوتاہیاں ہوئیں۔

۴- زنا وغیرہ کی شرعی سزاؤں کے بارے میں مودودی صاحب نے اپنی کتاب تفہیمات حصہ دوم صفحہ ۲۸۱ کی بحث تعزیرات میں لکھا ہے کہ جہاں مردوں اور عورتوں کی مخلوط سوسائٹی رکھی گئی ہو، جہاں کلبوں میں خلوت و جلوت ہر جگہ میں جواں مردوں اور بنی ٹھنی عورتوں کے ملنے جلنے کا موقع ملتا ہو۔ ایسی جگہ زنا کی شرعی سزا جاری کرنا بلاشبہ ظلم

ہوگا۔ رجم اور کوڑوں کی سزا اور حقیقت ایسے گندے ماحول کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقرر نہیں کی۔ یہ ایک نمونہ ہے مودودی صاحب کے افکار و خیالات کا جن کی بنیاد پر حضرت ہزارویؒ نے مودودیت سے اختلاف کیا۔

اسمبلی میں مودودیت کا تعاقب:

ایک دفعہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں شیخ الحدیث محدث کبیر حضرت مولانا عبدالحقؒ نے قرارداد پیش کی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ اسلامی اخلاق و عقائد پر برا اثر ڈالنے والے لٹریچر پر پابندی لگائی جائے۔ اس پر بحث ہوئی۔

مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ نے نہ صرف اس قرارداد کی حمایت کی بلکہ واضح طور پر فرمایا میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی قرارداد کی تائید کرتا ہوں یہ ضروری ہے کہ اس قسم کے تمام لٹریچر کو ضبط کر لیا جائے جس سے اسلامی عقائد پر زد پڑتی ہے چاہے وہ مرزائی لٹریچر ہو یا مودودی لٹریچر ہو یا پھر پرویزی لٹریچر۔

اس موقع پر مودودی ممبر صفی اللہ نے مداخلت کی کہ مودودی کا نام نہ لیں وہ مشہور اور بلند ہستی ہے۔ مجاہد ملت مولانا ہزاروی نے فرمایا آپ اسے بلند کہیں میں اسے گم راہ کہتا ہوں۔ صفی اللہ نے پھر کچھ کہا جس کے جواب میں مولانا ہزارویؒ نے پھر فرمایا کہ آپ کے مفتی فرما چکے ہیں کہ مودودی نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو نبوت سے پہلے شرک کی منزلوں سے گذرنا پڑا تھا۔ پھر مولانا ہزارویؒ نے سپیکر کے کہنے پر مودودی کا نام چھوڑ کر کہا کہ مرزائی، پرویزی اور فحش لٹریچر کو ضبط کیا جائے۔ (اخبار الجمعیت ۱۵ فروری ۱۹۷۴ء)

زندگی بھر کی مساعی کا ہدف:

۱۹ اپریل ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کے کیفے ٹیریا میں ہفت روزہ ”چنگاری“ کے

نمائندہ نے حضرت ہزارویؒ سے انٹرویو لیا۔ دورانِ انٹرویو نمائندہ سوال کرتا ہے۔ مولانا صاحب آپ نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ کن سرگرمیوں میں گزارا ہے؟
جواب: میری عمر کا بڑا حصہ الحمد للہ مرزائی، پرویزی اور مودودی فتنوں کے خلاف جدوجہد میں گزرا ہے۔

مودودیت، مرزائیت ایک ہیں:

ایک بار جمعیت علمائے اسلام کی مجلس عاملہ کی میٹنگ ہوئی تو مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ نے تمام ارکانِ عاملہ کو فرمایا:

”میں تمام ارکانِ جمعیت اور عام اہل اسلام سے درخواست کروں گا کہ موجودہ حالات میں کسی ایسی جماعت میں شریک نہ ہوں جس میں مودودی کو شریک کیا گیا ہو۔ ہم مودودی اور مرزائی کو بہن بھائی تصور کرتے ہیں جو مودودی قرآنی سزاؤں کو ظلم کہے جو مودودی کروڑوں مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہؓ کو زبانِ دراز کہے اور پھر حدیث بھی نقل کرے کہ مومن زبانِ دراز نہیں ہوتا اور اس طرح کی سینکڑوں خرافات کہے ہم کسی طرح ان کو مسلمانوں میں نہیں ملا سکتے یہی حضرت مدنیؒ، حضرت امام لاہوریؒ، حضرت غورغشتیؒ اور تمام علماء کرام کا فتویٰ تھا۔“ (ہفت روزہ الجمعیتہ شمارہ ۲۷ جون)

مودودیت کا رد، تمام توجہات کا مرکز تھا:

مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کی عادت تھی کہ اکثر مطالعہ میں مصروف رہتے اور اس میں ڈوب جایا کرتے حضرت مولانا حامد میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے کوئی اخبار یا رسالہ ہاتھ میں لیا ہوا تھا اور اس کے مطالعہ میں ایسے مستغرق

ہوئے کہ کئی دفعہ ان سے بات کی گئی لیکن انہوں نے نہ سنی۔ مولانا محمد اجمل خان نے ازراہِ ظرافت انہیں متوجہ کرنے کیلئے ایک خبر کا تذکرہ کیا جس میں مودودی صاحب کا نام آیا۔ اس پر مولانا چونک پڑے اور مطالعہ چھوڑ کر فوراً ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔
(ماہنامہ تبصرہ ہزاروی نمبر ص ۱۳)

مودودیت سے نفرت کی انتہاء:

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سرائے عالم گیر حضرت ہزارویؒ کی مودودیوں سے طبعی نفرت اور الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی ایک مثال بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

”میں اپنے علاقہ کابی ڈی ممبر تھا۔ ممبر بننے کے بعد میں نے حضرت ہزارویؒ کی کامیابی کیلئے جدوجہد شروع کر دی۔ جب ۱۹۶۳ء کا الیکشن قریب آیا۔ تو میں نے مولانا مرحوم کے لئے مزید تگ و دو تیز کر دی۔ میری اس شب و روز کی مسلسل محنت سے بوکھلا کر کسی مخالف نے مجاہد ملت مولانا ہزاروی صاحب کو میرے بارے میں جھوٹا مغالطہ دیا۔ کہ وہ مودودی ہو گیا ہے۔ جس کا مجھے بعد میں علم ہوا۔ چنانچہ اس انتخابی مہم کے سلسلہ میں ایک دن میں بس میں سوار ہو کر بالاکوٹ سے مانسہرہ جا رہا تھا تو حسن اتفاق سے مولانا ہزارویؒ بھی اسی بس میں سوار آگے والی سیٹ پر تشریف فرما تھے۔ جب بس گڑھی حبیب اللہ کے سٹاپ پر جا کر رکی تو میں نے مولانا ہزاروی مرحوم کی خدمت میں السلام علیکم کہا۔ مولانا مرحوم نے برجستہ میرے سلام کے جواب میں نہ وعلیکم السلام کہا۔ میں بے تکلفی سے آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ عرض کی کہ حضرت! میں ایک علاقے کابی ڈی ممبر ہوں

اور آپ الیکشن لڑ رہے ہیں۔ آپ کی امداد کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ فرمانے لگے، کہ مجھے آپ کے ووٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو ضرورت نہیں ہے لیکن میں مجبور ہوں کہ آج اگر میں نے آپ کو اپنا قیمتی ووٹ نہ دیا تو دیوبند کے محدثین کی ارواح مجھ پر لعنت بھیجیں گی۔ فرمانے لگے کہ دیوبند کے محدثین کو مودودیوں کی ضرورت نہیں۔ میں نہایت خفگی کی حالت میں اٹھ کر جانے لگا تو حضرت ہزارویؒ نے میری پشت کو اپنے سینے سے لگا کر فرمایا کہ مجھے ایک خبیث نے آپ کے بارے میں مغالطہ دیا ہے کہ آپ مودودی ہو گئے ہیں لیکن آج میری غلط فہمیاں دور ہو گئیں ہیں۔“ (ماہنامہ تبصرہ ہزاروی نمبر ص ۵۳)

جان بچی سولا کھوں پائے:

مودودی صاحب اور ان کے پیروکار مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ کے مزاج سے واقف نہ تھے مولانا پر ایک مرتبہ مقدمہ ہتکِ عزت کا ایبٹ آباد میں دائر کر دیا۔ مقصد یہ تھا کہ مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ مرعوب ہو جائیں گے لیکن جب مودودیوں کے توقعات کے برعکس مولانا ڈٹ گئے اور گواہوں کی فہرست میں مودودی صاحب کو بھی طلب کر لیا تو صالحین ایبٹ آباد کو چوکڑی بھول گئی دن کو تارے نظر آ گئے اور اپنے مقدمہ کی خود ہی عدم پیروی کر کے مقدمہ خارج کر لیا اور متوقع رسوائی سے جان چھڑائی گویا ”جان بچی سولا کھوں پائے۔“

قاتلانہ حملہ :

اس کے بعد مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ نے بھی رفتار تیز سے تیز تر کر دی تو بالآخر

ان مفسدوں نے بھی مولانا کی زندگی کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اجرتی قاتلوں سے مولانا پر بس اڈہ حویلیاں میں آتشیں اسلحہ اور تیز دھار ہتھیاروں سے بھر پور حملہ کیا چھ انچ کے فاصلے سے گولی سے مولانا کے دل کو نشانہ بنایا۔ چھری سے دوسرے اجرتی نے بھی حملہ کیا مگر تینوں اجرتی موقع پر ہی رنگے ہاتھوں پکڑے گئے اور حضرت مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ اور ان کے ساتھی مسعود الرحمان ٹیکسلا بال بال بچ گئے۔

مخالفین کی ایک بدترین کمینی حرکت:

ایک دفعہ ان دشمنوں نے یہ حرکت کی کہ مولانا کے فوٹو کے ساتھ کسی نوخیز خوبصورت عورت کا فوٹو جوڑ کر اس کا دوبارہ فوٹو لیا تو نیا فوٹو یوں لگتا تھا کہ مولانا کسی عورت کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہیں پھر یہ فوٹو برفہ کے کسی عورت کے ذریعے مولانا کی اہلیہ محترمہ کے پاس اس بیان کے ساتھ پہنچایا کہ مولانا نے اس خوبصورت عورت کو نئی دلہن بنا کر لاہور کی عالیشان کوٹھی میں رکھا ہوا ہے۔

مولانا سفر سے گھر پہنچے تو بیوی صاحبہ بگڑی بیٹھی تھیں وجہ پوچھنے پر وہ فوٹو نکال کر سامنے رکھ دیا کہ لاہور میں اس کے ساتھ شادی رچا رکھی ہے مولانا اپنے مخالفین کی اس حرکت پر حیران رہ گئے۔ (تبصرہ نمبر ص ۲۶)

ایک پیش گوئی جو سچ ثابت ہوئی:

مجاہد ملت حضرت مولانا ہزارویؒ اکثر جلسوں میں فرمایا کرتے۔ مودودیوں کا سربراہ مجھ سے عمر میں دس برس چھوٹا ہے پھر اسے میری زندگی سے خاص دشمنی اور میری موت کی بڑی تمنا ہے۔ مگر میں اس کی زندگی میں نہیں مروں گا بلکہ وہ میری زندگی میں مرے گا اور امریکہ میں مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا مودودی صاحب امریکہ میں ۲۰/۹/۷۹ کو چل دئے۔

ایک اور پیش گوئی :

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جہاں جمعیت علماء اسلام کا مقابلہ خوانین اور جاگیرداروں سے تھا وہاں جماعت اسلامی کے صالحین سے بھی ٹکراؤ تھا اور عام میڈیا یہی پروپیگنڈہ کر رہا تھا کہ جماعت اسلامی بھاری اکثریت سے جیت لے گی۔ لیکن مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ الیکشن کے ہر جلسہ میں گلی گلی قریہ قریہ یہ اعلان کرتے پھرتے تھے کہ جماعت اسلامی کو پورے ملک میں چار سیٹوں سے زیادہ کچھ نہ ملے گا۔ کیونکہ جنازہ کو کندھا دینے کیلئے چار آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب نتائج آئے تو حضرت ہزارویؒ کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور پورے ملک میں جماعت اسلامی کو چار سیٹیں ملیں۔

حضرت ہزارویؒ کی ساری زندگی احیائے اسلام، دفاع صحابہ اور تبلیغ دین کے لئے انتھک جدوجہد اور قربانیوں سے بھرپور ہے۔ حضرت ہزارویؒ جیسے لوگ صدیوں بعد دھرتی کی کوکھ پر جنم لیتے ہیں اور جب رخصت ہوتے ہیں تو تاریخ انہیں اپنا عنوان قرار دیتی ہے تو میں اور افراد ایسے ہی لوگوں کے نقش پا پر اپنے مستقبل کی نشت اول رکھتے ہیں۔ اور انہیں کو منزل کا سنگ میل گردانا جاتا ہے۔

کل کا مورخ جب مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ کی سیرت و کردار کی چھان پھٹک کرے گا تو حضرت ہزارویؒ کی سیرت و کردار کے روشن نقوش اس اندھیرنگری میں روشنی کا مینار ثابت ہوں گے جس سے بھولے بھٹکے راہی منزل کی راہ پائیں گے اس لئے کہ دین کے معاملے میں مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ نے جس ثابت قدمی اور استقامت کا مظاہرہ کیا وہ صرف انہی کا حصہ تھا۔

آئینِ جواں مردی حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

باب ۸

تحریک ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار

اسلامی تاریخ کے ہر دور میں احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے لئے امتِ مسلمہ کا ایک طبقہ ہمیشہ برسرِ پیکار رہا ہے جس دور میں جس طرح کے افراد، شخصیات اور اداروں کی ضرورت ہوتی رہی منشاءِ خداوندی سے وہ امتِ مسلمہ کی رہنمائی کے لئے میدانِ عمل میں آتے رہے۔ کذب و دجل کے فرعون جب بھی اور جہاں بھی پیدا ہوئے علم و فضل کے موسیٰ فوراً ہی ان کے تعاقب میں لگ گئے۔ جب کذب و دجل کے فرعون نے مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں ظہور کیا تو اس فتنے کے سرکوبی کے لئے کئی علماء، صلحاء، اربابِ قلم، اصحابِ علم، اصحابِ خطابتِ ردِّ قادیانیت کے میدان میں اترے اور اس فتنے کی سرکوبی کی۔

قادیانیوں کے خلاف پاکستان میں ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت آج بھی تاریخ کا معتبر اور روشن حوالہ ہے۔

تحریک ختم نبوت میں مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے جو کردار

ادا کیا وہ بجائے خود ایک تحریک، ایک تاریخ اور دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب ہے۔ مستقبل کا مورخ جو لکھے گا سو لکھے گا ہم یہاں اپنے قارئین کو حضرت ہزاروی کے بارے میں چند تاریخی، انقلابی اور اثر انگیز واقعات سنا کر فکر و عمل کی انگیخت کا ساماں کرتے ہیں۔

مرزا بشیر الدین محمود کی سازش :

”۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۳ء میں مرزا بشیر الدین محمود نے ہزارہ کو فتح کرنے اور اپنے اثر و رسوخ کو بڑھانے اور مزید پختہ کرنے کے لئے ان خوانین کی دعوت یا سازش پر اپنے تیز و طرار اور شاطر قسم کے مناظر ”اللہ دتہ“ کو ہزارہ بھیجا۔ ہزارہ میں بڑے بڑے جید علماء کرام موجود تھے۔ مگر یہ مدرس، مفتی صوفیاء، صالحین اور اساتذہ قسم کے لوگ تھے۔ مناظرہ کے فن میں انہیں مہارت نہ تھی نہ ہی مرزائیت کے مغالطوں اور چالاکیوں سے کما حقہ آگاہ تھے چنانچہ مرزائی مناظر مختلف جگہوں پر تقریر کرتا ہوا علمائے کرام کو چیلنج دیتا اور اپنی فضا بناتا ہوا پھگلہ آ پہنچا۔ (پھگلہ مانسہرہ اور بالا کوٹ کے درمیان ایک پر فضا مقام ہے)۔“

حضرت ہزارویؒ میدانِ مبارزت میں :

”یہاں کے بااثر سادات اور بالا کوٹ کا ایک بااثر خان قلیچ خان مرزائیت سے وابستہ ہو کر سب کچھ اس پر نچھاور کرنے کے لئے تیار تھا۔ ان سب کی ملی بھگت اور سازش سے مرزائی مناظر اللہ دتہ پھگلے پہنچا تھا۔ ان لوگوں نے مختلف دیہاتوں میں دعوت نامے بھیج

کر لوگوں کو بلایا اور بہت بڑے جلسے کا انتظام کیا دوسرے دن اللہ
 دتہ پروگرام کے مطابق پولیس کی نفری اور اپنے مسلح محافظوں کے
 جھرمٹ میں سٹیج پر آیا اور مرزا کے قصیدے پڑھنے لگا۔ جب اس
 پروگرام کا علم علماء کرام کو ہوا تو وہ سخت پریشان ہوئے اور عوام کے
 ایمان کو خطرہ میں محسوس کیا۔ پھر مرزائی مناظر کو جواب دینا ان کے
 بس میں نہ تھا اور اتنے جاگیرداروں، خوانین اور حکام کی مخالفت کرنا
 اور ان کے روبرو بات کرنا ان کی طاقت سے باہر تھا۔ یہ کسی بیٹھک
 یا مسجد کی بات نہ تھی بلکہ میدانِ مبارزت میں جو ہر دکھانے کا مرحلہ
 تھا۔ اللہ تعالیٰ قاضی محمد یونس صاحب بالا کوٹی کو جزائے خیر دے کہ
 ان حالات کو سنا تو فوراً مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کی خدمت
 میں حاضر ہوئے اور صورتِ حال سے آگاہ کیا۔

زین العابدین موت و حیات کی کشمکش میں:

مگر مولانا کے گھر حالت یہ تھی کہ ان کا نہایت ہی ذہین و فطین اور
 جی دار اکلوتا بیٹا موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا کہ ابھی فوت
 ہوا، ابھی دم نکلا۔ سب اہل خانہ اس کے تصورِ فراق میں درد مند اور
 آزرده تھے اور آنسوؤں کا سیلاب آنکھوں سے جاری تھا۔ مولانا
 نے چند منٹ سوچا اور قاضی صاحب سے فرمایا۔ ذرا ٹھہریں میں
 کتابیں لے کر آتا ہوں۔ آپ اندر آئے، چند کتابیں لیں اور
 اپنے لختِ جگر کو خدا کے حوالے کر کے گھر سے جانے لگے۔ آپ کی
 والدہ مرحومہ نے فرمایا زین العابدین مر رہا ہے اور آپ کتابیں لے
 کر گھر سے جا رہے ہیں۔ آپ نے بے تکلف فرمایا، اماں جان،

یہاں ایک زین العابدین کی موت کی بات ہے اور ادھر نبی ﷺ کی امت کے ایمان کی بات ہے۔ اگر ایک آدمی بھی مرتد ہو گیا تو میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟ مجھے زین العابدین کے مقابلے میں امت کا ایمان زیادہ عزیز ہے۔ یہ کہہ کر آپ گھر سے رخصت ہو گئے۔ بھہ اڈہ پر اطلاع پہنچی کہ بچہ فوت ہو گیا ہے۔ نماز جنازہ پڑھ کر جائیں۔

قادینیت کے زہر کا تریاق:

آپ نے فرمایا نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور مسلمانوں کے ایمان کو بچانا فرض عین ہے۔ اگر میرے پہنچنے سے پہلے مرزائی مناظر اللہ دتہ واپس چلا گیا تو بہت سے مسلمانوں کا ایمان خراب کر جائے گا۔ بچے کو دفن کرنے کے لئے عزیز واقارب اور اہل محلہ کافی ہیں۔ مگر اللہ دتہ کے زہر کا تریاق میرے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ یہ کہہ کر آپ قاضی محمد یونس کے ہمراہ پھگلہ روانہ ہو گئے اور ایسے وقت پر وہاں پہنچے جب مرزائی مناظر اللہ دتہ بڑے جوش و خروش سے سٹیج پر براجمان پولیس کی نفری اور مسلح گارڈ کے گھیرے میں تقریر کر رہا تھا۔ لوگوں کو ہم خیال بنانے کے لئے علماء پر چوٹیں کرتا ہوا نہیں چیلنج دے رہا تھا۔

مولانا ہزارویؒ کا اسٹیج پر قبضہ:

سارے گھیراؤ کو توڑ کر مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ اسٹیج پر چڑھ گئے اور صاعقہ الہی بن کر اس پر ٹوٹ پڑے اور کڑک کر مرزائی مناظر اللہ دتہ سے فرمایا:

”او اللہ دتہ، لوگوں کے ایمان کو خراب نہ کرو، تم مرزا کی نبوت کی بات کرتے ہو، نبوت اور ولایت تو بڑی چیز ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ مرزا آنجہانی کو ایک شریف انسان بھی ثابت کرنے کے لئے مجھ سے مناظرہ کر لو۔ خدا کی قسم کہ مرزا نہایت ہی کمینہ اور بد اخلاق انسان تھا۔ تم اس خبیث کی بات کرتے ہو۔“

اللہ دتہ کو جان کے لالے پڑ گئے کہ یہ مولانا ہزاروی کہاں سے آدھمکا۔ اس کی قوت گویائی جواب دے گئی اور مولانا نے سٹیج سے دھکا دے کر اس کو نیچے گرا دیا۔ اس نے اپنے حواریوں سمیت بھاگنے ہی میں خیر سمجھی اور قادیان پہنچ کر دم لیا۔ مولانا نے اسی سٹیج پر کھڑے ہو کر ختم نبوت کے موضوع پر زبردست تقریر کی۔ ختم نبوت کے نعرے لگوائے۔ لوگوں کے ایمانی ولولوں کو گرماتے ہوئے فرمایا

”ان مرزائیوں سے سوشل بائیکاٹ کرو، ان کی شادی، غمی اور نماز جنازہ میں شرکت نہ کرو۔“

چنانچہ مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ الحمد للہ آج تک یہ لوگ خانہ بدر ہیں اور کبھی کبھار چوری چھپے آ کر اپنی جائیداد پر نگاہ حسرت ڈال کر چلے جاتے ہیں۔ قارئین کرام: غور فرمائیں کہ مولانا کی شخصیت کے جو ہر نکھر نکھر کر نظروں کے سامنے آتے ہیں۔ ان کی غیرتِ ایمانی، ان کی جرأت و جانبازی، ان کی حاضر جوابی، ان کا توکل، ان کی ہیبت و شوکت، غرض ایک مجاہد جرنیل اور مدبر جانباز کی قربانی کی تصویر سامنے آ جاتی ہے۔

حضرت ہزارویؒ کی کرامت:

”زیدہ“ تحصیل صوابی مردان کا ایک قصبہ ہے۔ یہاں کے خوانین مرزائی ہو گئے تھے ان کا علاقہ بھر میں اس قدر اثر تھا کہ لوگ مرزا کو ”حضرت صاحب“ کہتے

تھے۔ ان حالات کا علم آپ کو ہوا تو ایک چھوٹی سی مسجد میں جلسہ کا انتظام کرایا۔ اس کی تفصیل کے سلسلہ میں مولانا عبدالرحمن جہانگیروی فاضل دیوبند رقم طراز ہیں۔

”محترم حضرت مولانا ہزارویؒ کی تمام زندگی گونا گوں واقعات اور مجاہدانہ کارناموں سے بھری ہوئی ہے۔ ان کی کون کون سی ادا اور جرات و للہیت کا واقعہ ذکر کیا جائے۔ غالباً ۱۳۵۴ھ بمطابق ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ صوبہ سرحد میں خاص کر تحصیل صوابی میں انگریزوں کے خود کاشتہ پودے کے منحوس اثرات بہت زیادہ پھیلنے لگے تھے۔ خاص کر خوانین طبقہ اور انگریزی سرکار کے ملازمین میں یہ زہر روز بروز بڑھ رہا تھا۔“

صوابی میں مرزائیت کا قلع قمع:

موضع زیدہ میں خوانین تمام علاقے میں سب سے زیادہ حکومت کے گھر با وقعت، بار سوخ اور اونچے پائے کے سمجھے جاتے تھے اور کافی زور کے مالک تھے۔ ان میں چند افراد مرزا غلام احمد کے پیرو بن گئے اور علاقہ میں موضع ٹوپی، زر وہی اور اسمعیلیہ کے دیہات میں بھی یہ مرض پھیل گیا۔ زیدہ میں تو یہاں تک ان کا رعب قائم تھا کہ کسی کو مرزا کا نام بھی بے ادبی سے لینے کی جرأت نہ تھی اور عوام کو احساس اور خیر تک نہ تھی کہ یہ بھی خلاف اسلام کوئی فرقہ ہے۔ انہی دنوں میں انہی خوانین کے ایک قریبی رشتہ دار اور خدا ترس مسلمان مرد مومن مسمی شیر محمد خان آف جہانگیرہ مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بات کی استدعا کی کہ زیدہ میں مرزائیت بہت زیادہ قوی ہو رہی ہے اور یہ اثرات روز بروز علاقے میں پھیلتے جا رہے ہیں۔ اگر ان کا انسداد نہ کیا گیا تو خطرہ ہے کہ یہ ارتداد تمام علاقہ میں پھیل جائے۔ چنانچہ مجاہد ملت حضرت مولانا ہزارویؒ مرحوم جو بعض دوسرے ہم خیال علماء

مثلاً مولانا مفتی عبدالقیوم پوپلزئی، مولانا لطف اللہ جہانگیرہ اور حکیم فضل حق آف نوشہرہ وغیرہ کے ساتھ پہلے سے اس فرقہ کے خلاف پشاور، مردان وغیرہ میں برس پیکار تھے۔ انہوں نے مشورہ کیا اور سب اکٹھے ہو کر شیر خان کی معیت میں زیدہ پہنچے۔ پہلے پہل تو لوگوں نے اپنی اپنی مساجد وغیرہ میں مرزائیوں کے خلاف جلسہ کرنے کی اجازت سے پہلو تہی کی۔ مگر بعد میں سمجھانے اور شیر محمد خان کی کوششوں سے آئندہ جمعہ کو مسجد محلہ چنگڑ میں جلسہ مقرر ہوا۔ تمام علاقہ میں تشہیر کی گئی۔ جمعہ کو لوگ کافی تعداد میں جمع ہوئے۔ کئی لوگ تو تماشہ کے خیال سے آئے تھے کہ خانوں کے خلاف ان کے قصبے میں جلسہ کیسے ہوگا۔ بہر حال جلسہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے تقریر مولانا لطف اللہ صاحب نے شروع کی۔ مخالفین بھی مجمع کے باہر قطار باندھ کر کھڑے تھے۔ ان مخالفین میں خوانین کی ایک سرکردہ شخصیت عجب خان جو ان دنوں ضلع ہزارہ اوگی میں پولیٹکل تحصیلدار تھا اور تھا بھی کٹر مرزائی، جس نے ہزارہ میں بھی مرزائیت کا کافی تخم بویا تھا وہ جلسہ گاہ کے باہر ایک چبوترے پر چار پائی ڈال کر بیٹھا تھا۔ نیز اس کا ایک لڑکا یوسف خان بھی قطار میں کھڑا تھا۔ مولانا لطف اللہ نے مرزا غلام احمد کا ذکر کیا اور اس کے دعوؤں کے بارے میں کہنا شروع کیا تو مرزائیوں نے گڑ بڑ شروع کی مگر بعد میں مولانا لطف اللہ نے کافر کا لفظ کہا تو عجب خان اچانک کھڑا ہوا اور شور برپا کر دیا اور اس کے بیٹے یوسف خان نے پستول نکال کر دھمکی دی کہ اگر مرزا کے متعلق ایک لفظ بھی زبان سے نکالا تو گولی مار دوں گا۔

ادھر آستمگر ہنر آزمائیں:

جب یہ کیفیت سامنے آئی تو مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ یکدم کھڑے ہو گئے اور مولانا لطف اللہ کو بٹھا دیا اور خود اپنا گریبان کھول کر اور سینہ تان کر کے فرمانے لگے کہ تم میں غیہ سے تو مارو میرے سینے میں گولی۔

ادھر آستمگر ہنر آزمائیں

تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

تمہارے اس موعود پیغمبر میں تو رقی برابر بھی غیرت نہیں تھی، تم میں اتنی غیرت کہاں سے آگئی۔ چنانچہ مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ عادت کے مطابق اور جوشِ ایمانی سے ایسے گرجے اور ایسے برسے کہ کفر پر لرزہ طاری ہو گیا جس سے تمام حاضرین اس قدر متاثر ہوئے کہ نوجوانوں نے عجب خان کے لئے جو چار پائی رکھی تھی وہ فوراً اٹھا کر باہر پھینک دی اور ہر طرف نعرہ تکبیر کی صدا گونجنے لگی۔ ادھر پولیس کا تھانیدار اس وقت کوئی سکھ تھا، وہ موجود تھا۔ حضرت ہزارویؒ نے اس تھانیدار کو لکار کر کہا، اگر پولیس والے اس مجمع کو کنٹرول نہیں کر سکتے تو ہٹ جائیں۔ ہم مسلمان خود کنٹرول کر لیں گے۔ چنانچہ تھانیدار نے بھی مجبوراً یوسف خان کے ہاتھ سے پستول چھین لیا اور باقی شریروں کو جو چند آدمی تھے، بھگا دیا۔

ہوئے مر کے ایسے رسوا کہ ملی نہ جالحد کی:

اس کے بعد حضرت مجاہد ملت نے ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی اور مرزائیت کے تار و پود کو بکھیر دیا۔ مسلمانوں سے کہا کہ ان کو اپنے قبرستان میں دفن ہونے سے منع کر دو۔ چنانچہ اس جلسے کے بعد قصبہ زیدہ بلکہ علاقہ میں کایاپلٹ گئی اور مرزائی الو پرندہ جیسے دن کو باہر نکلنے سے رہے۔ قدرتِ خداوندی سے ایک مرزائی مسمی گلاب کا چھوٹا بچہ فوت ہو گیا۔ مسلمانوں نے مسمی شیر محمد کی سرکردگی میں قبرستان پر پہرہ لگا دیا۔ اس کے بعد گلاب مرزائی نے ارادہ کیا کہ اپنی ملکیت کی زمین جو بھائیوں کے ساتھ مشترک تھی۔ اس میں قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو بھتیجیوں نے جو کہ مسلمان تھے کہا کہ ہمارا دوسرا چچا مسمی عبدالحنان جو پشاور میں ملازم ہے، اس کو بلاؤ اور زمین تقسیم کرو، بعد ازاں اپنے حصہ کی زمین میں دفن کر دو۔ چنانچہ اسی کشمکش میں تین دن تک مردہ پڑا

رہا۔ بعد ازاں ایک اور مرزائی شاید اس کا نام گل محمد تھا، نے اپنی زمین میں دفن کرنے کو کہا مگر کوئی قبر کھودنے والا زیدہ میں نہ ملا اور ٹوپی وغیرہ سے اپنے رشتہ دار مرزائیوں کو بلایا اور قبر کھودی اور دفن ہوا۔ کچھ مدت بعد اس عجب خان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے جنازہ اور قبر کا بھی یہی حشر ہوا۔ زیدہ میں ایک مسلمان بھی اس (عجب خان) کے قریب نہ گیا۔ دو چار مرزائیوں نے مل کر سپرد خاک کر دیا۔

خان عبدالغفور خان کے تاثرات :

شاید ان دنوں خان عبدالغفور صاحب آف زیدہ جو کہ خوانین کے چیف اور صوبہ سرحد کی قانون ساز اسمبلی کے سپیکر تھے، ان کو عجب خان کی موت کی اطلاع ہوئی۔ چونکہ رشتہ دار تھے، شام کو کار میں سوار ہو کر پہنچے۔ اڈہ کے پاس لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ جنازہ ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ دفن کر دیا گیا۔ پھر عبدالغفور خان پوچھتے ہیں کہ جنازہ ہو گیا؟ لوگوں نے کہا کہ دفن کر دیا گیا۔ وہ غصہ سے کہنے لگا کہ میں جنازہ کے متعلق پوچھتا ہوں؟ لوگوں نے کہا کہ گاؤں کے لوگ نزدیک بھی نہیں ہوئے۔ شاید چند مرزائیوں نے کچھ کیا ہو، تو خان موصوف کہنے لگے اگر یہ بات ہے تو پھر میں کیوں جاؤں اور تمام لوگوں سے مخالفت کیوں مول لوں۔ چنانچہ وہ اسی کار میں واپس چلے گئے۔

مرزائیوں کو نمازِ جنازہ سے نکال دو :

کچھ عرصہ بعد اسی خان عبدالغفور صاحب کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ بہت بڑا خان تھا اور سیشن جج بھی رہ چکا تھا اور اسمبلی کا سپیکر بھی، تو لوگ بہت تعداد میں آئے۔ حسب روایت شیر محمد خان نے عبدالرحیم خان کو جو خان عبدالغفور کا لڑکا تھا اور اس وقت سیشن جج تھا لکھا کہ چونکہ تمہارا بھائی عبدالحمید خان مرزائی ہے۔ اگر وہ اپنے والد کے جنازہ

میں شریک ہوگا تو ہم مسلمان شریک نہیں ہوں گے۔ اگر وہ شریک نہ ہو نیز اور مرزائی بھی، تو ہم پھر جنازہ پڑھیں گے۔ چنانچہ عبدالرحیم خان نے لکھا کہ عبدالحمید وغیرہ نہیں ہوں گے۔ چنانچہ جب جنازہ رکھا گیا تو شیر محمد خان اور خان موصوف مرحوم کا چھوٹا لڑکا عبدالرؤف خان صفوں میں پھرے اور لوگوں سے کہا کہ اگر کوئی مرزائی ہو تو اس کو نکال دو۔ چنانچہ چند ایک مرزائی ایک طرف نکل کر بیٹھ گئے اور مسلمانوں نے نماز جنازہ ادا کیا۔ اسی جنازہ میں نواب ہوتی اور نواب محمد اکبر خان بھی موجود تھے۔ اس نے خان مرحوم کے بیٹے عبدالحمید مرزائی کو بہت برا بھلا کہا۔ تیسرے روز عبدالحمید خان نے اپنے حجرے میں جبکہ لوگ تیسرے روز فاتحہ کے لئے آئے ہوئے تھے، مرزائیت سے بیزاری کا اعلان کر دیا۔

مرزائیوں پر زمین تنگ کر دی:

مگر وہ اعلان بھی مصنوعی اور دھوکا تھا مگر بہر حال یہ تمام معرکہ سر کرنے اور لوگوں میں مرزائیت کی حقیقت آشکارا کرنے اور مسلمانوں کے ایمانوں کو محفوظ کرنے کا سہرا بھی انہی مجاہد کبیر مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کے سر ہے۔ تھوڑا عرصہ پہلے عبدالسلام مرزائی جو کہ عبدالحمید خان کا بیٹا ہے جو کہ ہزارہ میں ڈی۔ سی رہ چکا ہے اور جس نے مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ پر ہزارہ میں کئی مقدمات بنا رکھے تھے، ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور جو اسی شیر محمد خان کی چچا زاد بہن تھی کے جنازے کا بھی یہی حشر ہوا۔ کوئی مسلمان نزدیک نہیں گیا۔

زیدہ کے واقعات کے بعد مجاہد ملت مرحوم نے ٹوپی نیز اسمعیلہ میں بڑے زوردار جلسے کیے اور مرزائیوں کی اچھی طرح خبر لی، جس کی وجہ سے عوام اور علاقے کے بچے بچے کے دل میں مرزائیت سے نفرت پیدا ہو گئی۔

جرات و بے باکی کی نادر مثال:

ضلع مانسہرہ کا ایک بڑا معتبر خان مرزائی ہو گیا تھا اور معزز خواتین کے ہاں اس کی شادی ہوئی تھی۔ مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کو کسی معتبر ذریعہ سے پتہ چلا کہ اس خان کی بیوی ابھی تک مسلمان ہے۔ اس نے عقیدہ نہیں بدلا۔ حضرت ہزارویؒ کچھ علماء کو لے کر عورت کے بھائی سے ملے جو کہ مسلمان تھا اور اسے متوجہ کیا کہ اپنی بہن کو کسی طرح اپنے پاس بلا لو۔ ورنہ اس بدکاری میں تم بھی شریک ہو گے مگر اس نے توجہ نہ دی اور باتوں میں ٹال دیا۔ حضرت ہزارویؒ نے مانسہرہ میں ایک عظیم الشان جلسہ کیا اور مرزائیت کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے اس خان کا نام لے کر فرمایا کہ مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ فلاں خان کی بیوی ابھی تک مسلمان ہے۔ وہ مرزائی ہو کر مرتد نہیں ہوئی۔ میں اس خاتون سے کہتا ہوں کہ خدا را اس جہنم کی زندگی سے کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو نکالے۔ اس کا مرزائی کے گھر رہنا بالکل حرام ہے اور اگر وہ نہیں نکلتی تو حضرت ہزارویؒ نے بڑے زوردار لہجے میں فرمایا کہ ہے کوئی مسلمان جو اس کو اٹھا کر لے جائے، میں اس کا نکاح اس مسلمان کے ساتھ پڑھاؤں گا۔ مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ ایسے برسے کہ کسی کو دم مارنے کی ہمت نہ ہوئی اور زندگی بھر ان خواتین سے ختم نبوت کی بنیاد پر لڑتے رہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت:

اس تحریک کے ابتدائی معاملات طے کرنے کے لئے علماء کرام، اولیاء عظام، اور سیاسی زعماء کو دعوت دے کر انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے، ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر سوچنے اور ملکی صورت حال کو پیش نظر رکھ کر پالیسی طے کرنے کی ذمہ داری مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کے سپرد تھی۔ انہوں نے ہی

دعوت نامے بھیج کر زعماء کو بلایا۔

پھر مجلس عمل بنی۔ مطالبات طے ہوئے اور ان کے تسلیم نہ ہونے کی صورت میں سول نافرمانی کی تحریک چلا کر جیل جانے کا فیصلہ ہوا۔ مجلس عمل نے اپنے مطالبات پیش کئے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور سر ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے الگ کیا جائے، وغیرہ۔ مگر حکومت نے مطالبات کو تسلیم کرنے کے بجائے مرکزی قائدین کو کراچی میں گرفتار کر لیا۔ جس کے رد عمل میں تحریک چل پڑی۔ تحریک سے پہلے احرار رہنماؤں نے اس مسئلے کے لیے اتنا کام کیا تھا اور اس قدر احساس دلایا تھا کہ بس اشارہ کی دیر تھی۔

ملک کے کونے کونے سے علمائے کرام، صوفیائے عظام، ارباب خانقاہ و طلباء اور عوام میدان عمل میں آ گئے۔ مگر تحریک کا اصل میدان پنجاب خصوصاً لاہور تھا۔ تحفظ ختم نبوت کے لیے لاہور والوں کی قربانیاں تاریخ کا ایک سنہرا اور ناقابل فراموش باب ہے۔ مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کے ذمہ صوبہ سرحد، خصوصاً ضلع ہزارہ تھا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اس وقت کے وزیر اعلیٰ خان عبدالقیوم خان مرحوم سے بات کر کے ان کو تحریک کا ہمنوا بنا لیا تھا اور انہوں نے حامی بھی بھری تھی کہ وہ کسی قسم کی رکاوٹ کھڑی نہیں کریں گے مگر جب تحریک زور سے چل پڑی اور ہزاروں علماء، صلحاء، طلباء اور دیندار مسلمان میدان عمل میں آ گئے تو مرکزی حکومت کے کہنے پر خان عبدالقیوم خان نے اپنے قول و اقرار کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رکاوٹ پیدا کر کے تحریک کو صوبہ سرحد میں کمزور کرنے کی کوشش کی۔

ہزارویؒ کو گولی مار دو، کا بینہ کا فیصلہ :

اس دوران مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کو باوثوق ذریعہ سے مولانا محمد علی جالندھریؒ کا پیغام ملا کہ لاہور کے حالات سخت ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ بہت جلد

وہاں پہنچ کر تحریک کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لیں تاکہ تحریک ناکامی کا شکار نہ ہونے پائے۔ آپ گرفتاری نہ دیں ورنہ پیچھے کوئی کام کرنے والا نہ ہوگا۔ آپ ہی نے پیچھے رہ کر کام کرنا ہے۔ یہ پیغام سن کر آپ لاہور پہنچ گئے اور تحریک کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ گرفتاری کے لیے پروگرام کے مطابق دستے بھیجتے رہے۔ مولانا عبدالستار خان نیازی آپ کے مستقل معاون رہے۔

حکومت نے جب دیکھا کہ حالات کنٹرول سے باہر ہو رہے ہیں تو لاہور میں مارشل لاء نافذ کر کے اسے فوج کے حوالے کر دیا۔ جنرل اعظم مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوا۔ مگر اس کے باوجود تحریک پروگرام کے مطابق جاری رہی اور منظم طریقہ سے چلتی رہی۔ ارباب مارشل لاء نے معلوم کیا کہ یہ تحریک ایسے منظم اور مخفی طریقہ سے کون چلا رہا ہے۔ انہیں معلوم ہوا کہ یہ سارا نظام حضرت مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ کے ہاتھ میں ہے اور وہ کسی غیر معروف جگہ میں روپوش ہیں۔ فوجی حکام نے اعلان کر دیا کہ جو شخص بھی مولانا ہزارویؒ کو گرفتار کرنے میں مدد دے گا اسے دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔ اس پر بھی کامیابی نہ ہوئی تو مرکزی کابینہ میں فیصلہ ہوا کہ حضرت ہزارویؒ جہاں ملیں، انہیں گولی سے اڑا دیا جائے۔ مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ ایسے حالات میں جب باہر گولیاں برس رہی تھی، فوجی جس کو چاہتے برسٹ مار کر ختم کر دیتے اور جس کو چاہتے جیل بھیج دیتے، اپنے تدبیر اور عزم و حوصلہ سے تحریک کا کام جاری رکھے ہوئے تھے۔ آپ کا لباس بہت سادہ تھا۔ پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ یہ بھی کوئی لیڈر ہے۔

یوسف خان کا کردار

اس وقت لاہور میں آپ کا ایک داماد محمد یوسف خان اپنی بیوی مسماۃ خدیجہ (بی بی) کے ہمراہ رہتا تھا اور اس وقت بالکل غیر معروف آدمی تھا اور کسی جگہ ملازم تھا۔ حضرت مجاہد ملت اکثر ان کے گھر میں رہتے اور ہدایات لکھ کر یوسف خان

کے ذریعے ذمہ دار لوگوں تک پہنچاتے۔

ختم نبوت کا یہ مجاہد حضرت مجاہد ملت کی ہدایات اور خطوط لے کر ایک پرانے سے تھیلے میں ڈال لیتا اور سائیکل پر سوار ہو کر فوجیوں کی گاڑیوں کے سامنے سے گزر کر متعلقہ لوگوں تک پہنچاتا اور کسی کو شک نہ گزرتا۔ مارشل لاء دور میں یہ ڈیوٹی جان پر کھیل کر یوسف خان ہی ادا کرتا رہا۔ حضرت ہزارویؒ کبھی بیڈن روڈ پر حضرت سیفی صاحبؒ کے ہاں تشریف لے جاتے، کبھی حضرت لاہوریؒ کے ہاں پہنچ جاتے۔ اس طرح رات دن جگہ بدلتے رہتے۔ جب مارشل لاء کی سختی عروج پر پہنچ گئی اور آپ کی گرفتاری کے لیے جگہ جگہ چھاپے پڑنے لگے تو آپ نے گرفتاری دینے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ خیال آیا اگر اس طرح گولی سے مارا گیا تو بزدلی تصور ہوگی۔ آپ گرفتاری کے ارادہ سے آرہے تھے کہ حضرت مولانا حمید اللہ، حضرت امام لاہوریؒ کے خلف الرشید راستہ میں ملے اور گرفتاری کی مخالفت کی اور آپ کو کار میں بٹھا کر لاہور سے کئی میل باہر لے گئے اور وہاں چھوڑ آئے۔ چند دنوں کے بعد آپ پھر لاہور آ گئے اور پھر گرفتاری دینے کا فیصلہ کیا مگر اس بار پھر مولانا حمید اللہ کو پتہ چلا، وہ آ کر راستہ سے آپ کو کار میں بٹھا کر لاہور سے تقریباً بارہ میل دور چھوڑ آئے اور فرمایا! گرفتاری نہیں دینی۔ کچھ دنوں کے بعد پھر لاہور آئے اور مولانا داؤد غزنویؒ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اب کسی اشتعال کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگوں پر مارشل لاء کا اثر پڑا ہوا ہے۔

لاہور سے باہر نکلے :

آپ لاہور سے باہر چلے جائیں اور گرفتاری نہ دیں۔ آپ نے لاہور سے باہر جانے کا فیصلہ کر لیا مگر مارشل لاء کے دوران لاہور سے باہر جانا بے حد مشکل تھا۔ سب راستوں پر فوجی چوکیاں تھیں۔ آنے جانے والوں کو وہ پوری طرح چیک

کرتے۔ پھر پاس بنا کر دیتے۔ لاہور سے جانے کی وجہ دریافت کرتے۔ واپسی کا وقت پوچھتے اور اسے ایک کارڈ حوالے کرتے۔ واپسی پر وہ کارڈ چیک پوسٹ والوں کے حوالے کر کے جانا پڑتا۔ اس کارروائی کا مقصد یہ تھا کہ لوگ تحریک میں قربانی دینے کے لئے نہ آسکیں اور مطلوبہ لوگوں کو پکڑا جاسکے۔

مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کے لیے یہ مرحلہ بڑا مشکل تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا بندوبست بھی فرما دیا۔ مولانا خداداد مرحوم جو حضرت ہزارویؒ کے ہم زلف تھے اور شیخوپورہ چک نمبر ۱۶ میں زمین خرید کر آباد ہو گئے تھے اور یوسف خان کے والد ماجد تھے۔ انہوں نے بڑی زبردست قربانی اور بے مثال جرأت کا مظاہرہ کیا۔ وہ مولانا کی بچی اور اپنی بہو کو لے کر شیخوپورہ چک نمبر ۱۶ چلے گئے۔ وہاں سے ہو کر بہو کو لے کر پھر لاہور آئے اور بچی کا برقع حضرت ہزارویؒ کو اوڑھا کر انہیں اپنے ہاں شیخوپورہ چک نمبر ۱۶ لے گئے۔

پندرہ بیس دن آپ وہاں ٹھہرے رہے۔ مگر یہاں سب سہولتوں کے باوجود یہ پریشانی تھی کہ ملک کی صورت حال صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکتی تھی۔ آپ نے مولانا خداداد مرحوم سے فرمایا کہ مجھے اسی طرح بحفاظت میرے شیخ و مرشد کے پاس خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف پہنچادیں۔ انہوں نے پھر جان پر کھیل کر یہ ڈیوٹی سرانجام دی اور بحفاظت حضرت کو برقع پہنا کر خانقاہ سراجیہ پہنچا دیا۔ یہاں آپ تین ماہ تک رہے۔ پھر گرمی اور جس وغیرہ کی وجہ سے آپ نے تنگی محسوس کی تو آپکو حضرتؒ نے اپنے خاص مرید کے پاس بھلوال بھیج دیا۔ جہاں ان کے پاس بستی سے باہر وسیع زمین تھی اور اس میں ان کی آبادی تھی۔ اس طرح آپ سات ماہ تک ان کے پاس بڑی آزادی سے رہے۔ آپ کے پاس پابندی سے اخبارات پہنچائے جاتے اور

آپ ان کی روشنی میں مرکزی قائدین تک اپنے خیالات پہنچاتے رہتے۔ (بیس
مردان حق ص ۶۱۵ تا ۶۲۳)

زیارتِ رسول ﷺ کی سعادت :

حضرت مولانا عبدالرشید ارشد لکھتے ہیں

۱۹۵۳-۵۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں جب سارے مرکزی رہنما اور لیڈر گرفتار ہوئے تو آپ کو مرکزی قیادت کی طرف سے حکم ملا کہ پیچھے رہ کر کام کریں اور گرفتاری نہ دیں۔ مگر جب لاہور کے حالات حکومت کے قابو سے باہر ہو گئے اور تحریک کی طاقت و مقبولیت کے مظاہر سامنے آ گئے تو حکومت نے قوم کے مطالبہ کو ماننے کے بجائے لاہور میں مارشل لاء نافذ کر کے اسے فوج کے حوالے کر دیا۔ فوج نے چارج سنبھال کر یہ معلوم کیا کہ یہ تحریک اور ایسے پروگرام منظم طریقے سے کون چلا رہا ہے کہ مارشل لاء کے باوجود تحریک رکتی نہیں، بڑھتی ہی جاتی ہے۔ تو فوج کے افسروں کو معلوم ہوا کہ یہ ساری گرما گرمی حضرت ہزارویؒ اور ان کے چند رفقاءِ کار کے دمِ خم سے قائم ہے۔ جب تک وہ گرفتار نہ ہوں، تحریک دب نہیں سکتی۔ چنانچہ ان کی گرفتاری کے لیے متعدد جگہوں پر چھاپے مارے۔ حضرت کے رفقاءِ کار مولانا عبدالستار خان نیازیؒ وغیرہ تو گرفتار ہوئے۔ مگر حضرت ہزارویؒ ان کے ہاتھ نہ لگے۔ چنانچہ فوج نے اعلان کر دیا کہ ہزارویؒ جہاں ملیں گولی ماردی جائے اور یہ بھی اعلان کیا کہ جو شخص مولانا ہزارویؒ کو زندہ یا مردہ گرفتار کرائیگا، ان کی گرفتاری میں مدد پہنچائے گا اسے دس ہزار روپے نقد انعام دیا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد حالات سخت سے سخت تر ہو گئے مگر اس اللہ کے بندے کو فوجی زعماء بھی شکست نہ دے سکے۔ میں نے ایک دن ہمت کر کے حضرت سے روپوشی کے حالات دریافت فرمائے۔ آپ نے

فرمایا کہ میں تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں جو کسی کو معلوم نہیں اور نہ کسی سے آج تک بیان کی ہے۔ فرمایا :

”جب میں روپوش تھا، پولیس اور فوج میری تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مار رہی تھی۔ مجھے اس وقت سخت پریشانی لاحق ہوئی۔ اپنی حالت سوچتا تھا کہ اگر گولی سے مارا جاتا ہوں تو یہ بزدلی کی موت ہوگی اور اگر گرفتاری کے لیے ظاہر ہوتا ہوں تو مرکز کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ یہ پریشانی تین دن تک رہی۔ تیسرے دن مجھے کچھ بین النوم و لیقظة، یعنی کچھ نیند اور بیداری کی حالت میں حضور خاتم النبیین و سید المرسلین ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے آ کر میری پیشانی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

”غلامِ غوث تم نے میرے ناموس کے لیے قربانی دی ہے۔ پریشان مت ہونا، کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر رہے گا“ جب میری آنکھ کھلی تو طبیعت میں زیارت نبوی ﷺ سے بشارت کے ساتھ کامل اطمینان پیدا ہو گیا۔ پھر اس کے بعد بہت سی تکالیف آئیں مگر قطعاً پریشانی نہیں ہوئی اور اس کے بعد ہی میں پولیس اور فوج کو جل دے کر لاہور سے باہر چلا گیا۔ لاہور میں جب تک رہا ایسے اوقات بھی آئے کہ فوج اور پولیس والے میری امامت میں نماز پڑھتے رہے لیکن بشارت نبوی ﷺ اور حفاظتِ الہی کا نتیجہ تھا کہ پہچان نہیں سکے۔“ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مولانا ہزارویؒ کو اپنے کردار میں تائیدِ الہی حاصل تھی اور یہ سب سے بڑی کرامت ہے۔

(”بیس مردانِ حق“ ص ۶۲۷-۶۲۸، از مولانا عبدالرشید ارشد)

روپوشی اور ظہور :

تذکرہ مجاہدین ختم نبوت میں حضرت مولانا اللہ وسایا لکھتے ہیں:

”مولانا غلام غوث ہزارویؒ ایک خادم کا بھیس بدل کر خانقاہ سراجیہ آئے۔ اس وقت خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین مولانا محمد عبداللہ ثانیؒ تھے۔ انہوں نے اپنے ایک مرید، جو بھلوال سے تعلق رکھتے تھے، ان کے ایک دور دراز کھیتوں کے ڈیرہ پر مولانا کی رہائش کا انتظام کر دیا۔ پولیس اور فوج آپ کی گرفتاری کے لیے جگہ جگہ چھاپے مار رہی تھی۔ کچھ عرصہ بھلوال رہے۔ کچھ وقت ادھر ادھر خفیہ طور پر تحریک ختم نبوت کے لیے کام کرتے رہے۔ تحریک ختم نبوت ختم ہوئی تو اب حضرت مجاہد ملت کے ظاہر ہونے کا مرحلہ تھا۔ ادھر ان کو گرفتار کر کے گولی مار دینے پر انعام مقرر تھا۔ چنانچہ خانقاہ سراجیہ آئے۔ حضرت عبداللہ ثانیؒ سے مشورہ میں طے پایا کہ جمعہ کے دن علی الاعلان اجتماع میں جا کر تقریر کریں تاکہ ہر خاص و عام کو پتہ چل جائے کہ حضرت ہزارویؒ ابھی زندہ و سلامت ہیں۔ اس حالت میں اگر گرفتاری ہوئی تو پولیس کو گولی مارنے کی جرأت نہ ہوگی۔

ادھر پولیس والوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ حضرت ہزارویؒ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس پر ایبٹ آباد و ہزارہ کے لوگ آپ کے لیے غائبانہ دعائیں، ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی و خیرات کر چکے تھے۔ چنانچہ آپ کو رفقاء کی معیت میں ایبٹ آباد بھیجا گیا۔ جمعہ کے وقت الیاسی مسجد ایبٹ آباد میں مولانا محمد اسحاق ایبٹ آبادی خطبہ دے رہے تھے۔ تو یکدم ان کی مولانا پر نظر پڑی۔ برجستہ کہا لوگو! تم

نے یہ تو سن رکھا ہوگا کہ جنات ایک مخلوق ہے مگر آج تک کسی جن کو دیکھا نہیں ہوگا۔ لو آج میں تمہیں ایک جن دکھاتا ہوں جو مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کا روپ دھارے ہوئے ہے۔ اس لیے کہ ہماری اطلاع کے مطابق تو حضرت کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس پر لوگوں نے پیچھے پلٹ کر حضرت کو دیکھا۔ ہزاروں کے اجتماع نے پر جوش استقبال کیا۔ آپ نے خطاب فرمایا، جمعہ کا خطبہ دیا۔ پولیس و حکومت کی سازش ناکام ہوگئی۔ حضرت کی جان لینے کے درپے دشمن نامراد ہو گئے اور حضرت ہزاروی نے قادیانیت اور قادیانیت نواز لوگوں کا احتساب پھر سے نئے ولولے کے ساتھ شروع کر دیا۔“

(تذکرہ مجاہدین ختم نبوت: ص ۲۲۵-۲۲۷، از مولانا اللہ وسایا)

انگریز حج کی عدالت، بے باکی کا ایک واقعہ:

حضرت مولانا عبدالرشید ارشد لکھتے ہیں:

”۱۹۳۴ء میں مجاہد ملت حضرت ہزاروی نے نوشہرہ ضلع پشاور میں انگریز کے خود کاشتہ پودے کے خلاف تقریر کی۔ اس پر گرفتار ہوئے۔ اے۔ سی نوشہرہ کی عدالت میں پیش کیے گئے۔ وہ انگریز تھا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ ملزم کو دیکھتے ہی برا بھلا کہتا تھا۔ اس کا مقصد اس کا روائی سے ملزم کو مرعوب کرنا ہوتا تھا۔ حضرت مجاہد ملت کو دیکھتے ہی وہ کہنے لگا ”تم بڈ معاش ہو، ہر جگہ فساد کرتا ہے، ہم تم کو سیدھا کرے گا“ مولانا بڑے تحمل سے کہنے لگے یہ عدالت ہے۔ قانونی طریقہ یہ ہے کہ وکیل استغاثہ پیش کرتا ہے مگر یہاں کا

نقشہ کچھ اور ہی ہے۔ یہاں تو الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ مولانا نے اسی کے لب ولہجہ کی نقل اتارتے ہوئے زوردار آواز میں کہا ”ٹم بڑا بڈ معاش ہو، ٹم ہر جگہ فساد کرتا ہے، ہم ٹم کو سیدھا کر ڈے گا“ اس ناگہانی غیر متوقع جوابدہی سے وہ بدحواس ہو کر کہنے لگا ٹم کو ایک سال کی سزا دی جاتی ہے۔ مولانا جیل بھیج دیے گئے۔ پشاور کے ایک مشہور وکیل نے مولانا کی طرف سے ایک اپیل دائر کر دی کہ اے۔سی نوشہرہ نے عدالتی ضوابط کی تکمیل کے بغیر سزا دی ہے جو انصاف کے خلاف ہے۔ ملزم کو صفائی کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد مولانا کو جیل سے رہائی ہو گئی۔

(”بیس مردان حق“ ص ۶۶۴ - ۶۶۳، از مولانا عبدالرشید ارشد)

جوابِ محضر نامہ:

۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوت کے نتیجے میں جب وزیراعظم بھٹو نے مرزائیوں کو کافر قرار دینے یا نہ دینے کا مسئلہ قومی اسمبلی کے سامنے پیش کیا تو اس موقع پر مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ نے مرزائیوں کے جواب میں ”جوابِ محضر نامہ“ کے نام سے ۲۵۷ صفحات پر مشتمل ایک مفصل مدلل اور تحقیقی مقالہ بعنوان ”مرزائی قطععی کافر اور غیر مسلم اقلیت ہیں“ جس میں قومی اسمبلی کو فیصلہ کرنے کا استحقاق، مسلمانوں کی تعریف، ختمِ نبوت، فتاویٰ کفر کی حقیقت، مرزا کے دعاوی، مرزا کی اخلاقی حالت، جہاد اور مرزا کے کفریہ خیالات، انگریز سرکار سے وفاداری حیاتِ عیسیٰ اور دیگر مختلف موضوعات پر ہمہ جہتی اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے پیش کیا۔

اس موقع پر قائدِ ملت مولانا مفتی محمودؒ نے ”ملتِ اسلامیہ کا موقف“ کے نام سے مفصل مقالہ اسمبلی میں پڑھ کر مرزائیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔ یہ تحریک کامیاب ہوئی اور اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ ذیل میں حضرت ہزارویؒ کے لکھے ہوئے جوابِ محضر نامہ کے چند اقتباسات نذر قارئین ہیں۔

خلیفہ ربوہ نے ممبرانِ اسمبلی کی توہین کی ہے:

مجاہدِ ملت حضرت ہزارویؒ لکھتے ہیں:

”میں نے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب ایم این اے اور مولانا عبدالحق صاحب ایم این اے بلوچستانی نے اسمبلی میں ایک قرارداد پیش کی ہے۔ خلیفہ ربوہ نے ایک اصولی سوال اٹھایا ہے کہ آیا کسی اسمبلی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی شخص سے یہ بنیادی حق چھین سکے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو یا مذہبی امور میں دخل اندازی کرتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرے کہ کسی جماعت یا فرد کا کیا مذہب ہے؟“

مرزائیوں کو جواب:

”مرزائی خلیفہ نے یہ کہہ کر کہ مسلمان ممبرانِ اسمبلی کو مذہبی فیصلے کرنے کی اہلیت ہے یا نہیں۔ ممبرانِ اسمبلی کی سخت توہین کی ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کروڑوں مسلمانوں کے نمائندے ہیں اور مسلمان بھی وہ جن کا کھلا دعویٰ ہے کہ ہمارا دین ”اسلام“ ہے۔ کیا یہ ممبر صاحبان اتنا بھی نہیں جانتے کہ مسلمان کون ہے؟ اور غیر مسلم کون؟ مرزائیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ کافر وہی ہوتا ہے جو

ضروریاتِ دین اور قطعیاتِ دین کا انکار کرے۔“

وحی کا دروازہ بند ہے:

”کیا کوئی مسلمان اس میں شک کر سکتا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کے بعد وحی اور نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ اب براہ راست نہ کسی کو نبی بنایا جاسکتا ہے نہ کسی کی متابعت سے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخِ اسلام کے چودہ سو سال میں جس کسی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو اس کو اہل اسلام نے معاف نہیں کیا۔

مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا جی حضور ﷺ میں فنا ہو چکے تھے اس لئے وہ عین محمد بن کر نبی ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہر حال اسلام کے تمام بدیہی مسائل کو اسمبلی کے تمام ممبران سمجھتے ہیں اور تجربہ رکھتے ہیں بلکہ وہ مرزا ناصر سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں۔

(جواب محضر نامہ صفحہ نمبر ۸)

قادیانی مسلمان نہیں :

۲۔ ہم نے کب کہا ہے کہ آپ کو کسی مذہب کی طرف منسوب ہونے کا حق نہیں۔ آپ بے شک اپنے کو نصرانی، عیسائی، قادیانی، احمدی اور مرزائی وغیرہ مذاہب کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ آپ جس مذہب کی طرف چاہیں منسوب ہوں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ سات کروڑ مسلمانوں کو کافر کہیں پھر انہی مسلمانوں کے نام سے عہدوں، منصبوں اور مختلف ملازمتوں پر قبضہ بھی کریں۔ آپ جب کروڑوں مسلمانوں کو مرزا قادیانی کو نہ ماننے کی وجہ سے مسلمان نہیں سمجھتے تو

اس طرح آپ کے غیر اسلامی عقیدوں کی وجہ سے مسلمان بھی آپ کو مسلمان نہ سمجھیں تو اب رونے کی کیا ضرورت ہے؟ اب تو آپ کی بات پوری ہو رہی ہے۔ نہ تم ہم میں سے نہ ہم تم میں سے۔“

(جواب محضر نامہ ص ۹)

مقامِ خاتم النبیین:

اس عنوان کے تحت مرزائیوں نے خواہ مخواہ خاتم النبیین کا معنی بدل کر اور بزرگانِ دین کے اقوال سے غیر تشریحی نبوت کا بقا و اجراء ثابت کرتے ہوئے مغز پاشی کی ہے۔

ناصر احمد کو چیلنج:

”ہم مرزا ناصر احمد کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کسی ولی یا عالم کی کتاب سے دکھائیں کہ فلاں آدمی حضور ﷺ کے بعد سچا نبی بنا ہے۔ خود مرزا صاحب نے اقرار کیا ہے کہ کوئی سچا نبی مرزا قادیانی سے پہلے نہیں آیا تو بحث ختم ہوگئی۔ آپ خاتم النبیین کے معنوں میں کیوں مسلمانوں کو الجھاتے اور تیرہ صدیوں کے متفقہ معانی کی تردید کرتے ہیں۔“

(جواب محضر نامہ ص ۱۰۳)

مرزا صاحب کون ہیں؟ کیا ہیں؟

”دعویٰ کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ مرزائی امت کے تینوں فرقے مل کر قیامت تک یہ متعین نہیں کر سکتے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کون ہیں، کیا ہیں، دنیا سے اپنے آپ کو کیا کہلوانا چاہتے ہیں۔ جب ہم مرزا صاحب کی تحریرات پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے

کہ یہ دعاوی میں اختلاط و اختلاف بھی ان کی گہری چال ہے۔“

دعویٰ خدائی کی تمہید :

”وہ اصل میں خدائی کا دعویٰ کرنا چاہتے تھے لیکن سمجھے کہ قوم اس کو تسلیم نہیں کرے گی اس لیے تدریج سے کام لیا۔ پہلے خادمِ اسلام مبلغ بنے۔ پھر مجدد ہوئے۔ پھر مہدی ہو گئے۔ جب دیکھا قوم میں ایسے بے وقوفوں کی کمی نہیں جو ان کا دعویٰ مان لیں تو پھر کھلے بندوں نبی، رسول، خاتم الانبیاء وغیرہ سبھی کچھ ہو گئے اور ہونہار مرد نے اپنے آخری دعویٰ (خدائی) کی تمہید بھی ڈال دی تھی۔

(جواب محضر نامہ ص ۱۱۶)

حماقت کی انتہاء:

مجاہد ملت حضرت مولانا ہزارویؒ نے قرآن و حدیث سے نزولِ مسیح ابنِ مریم کی نشانیاں بیان کرنے کے بعد فرمایا اب اگر ایک احمق کہے کہ

عیسیٰ سے مراد غلام احمد ہے۔

مریم سے مراد چراغِ بی بی ہے۔

دمشق سے مراد قادیان ہے۔

باب لد سے مراد لدھیانہ ہے۔

قتل سے مراد مباحثہ میں غالب آنا ہے۔

مسیح سے مراد مثیل مسیح ہے۔

زرد چادروں سے مراد میری دو بیماریاں ہیں۔

دجال سے مراد پاوری ہیں۔

اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ یہ شخص اور اس کو مسلمان جاننے والے کیسے مسلمان رہ سکتے ہیں۔ (جواب محضر نامہ ص ۲۳۸)
 محضر نامے کے آخر میں مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ نے لکھا ہے کہ
 ”ہم نے مرزائیوں کے جھوٹ کی قلعی کھول دی ہے۔“

غیر مسلم اقلیت بل :

اب آخر میں ہم محترم ممبرانِ اسمبلی کی توجہ اپنے اس بل کی طرف مبذول کراتے ہیں جو ہم نے رہبر کمیٹی قومی اسمبلی کے سامنے پیش کیا ہے۔
 بل کا متن درج ذیل ہے۔

ہر گاہ کہ

۱- مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور لکھا ہے کہ سرور عالم ﷺ کے اتباع سے یہ مقام پایا ہے اور وحی نے مجھے صریح نبی کا لقب دیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی)

۲- مرزا غلام احمد قادیانی حضرت مسیح موعود بن بیٹھا ہے اور حیاتِ مسیح کا اس لیے انکار کیا ہے جبکہ براہین احمدیہ لکھنے تک اس کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ (حقیقۃ الوحی)

۳- مرزا قادیانی نے سرور عالم ﷺ کی معراجِ جسمانی کا انکار کیا ہے حالانکہ قرآن و حدیث اور امت کا فیصلہ ہے کہ آپ کو جاگتے ہوئے جسم مبارک کے ساتھ معراج ہوئی۔

۴- مرزا غلام احمد قادیانی نے جہاد کا انکار کیا ہے اور انگریز کی اطاعت فرض قرار دی ہے اس کا اپنا شعر یہ ہے۔

اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ و جدال
۵- مرزا قادیانی نے وحی اور مکالمات الہیہ کا دعویٰ کرتے ہوئے
اپنی وحی کو قرآن پاک کی طرح کہا ہے۔

آنچه من بشنوم ز وحی خدا بخدا پاک دانش ز خطا
بہجو قرآن منزہ اش دانم از خطا ہا ہمیت ایمانم
۶- مرزا قادیانی نے اپنے کو حضرت عیسیٰ سے افضل قرار دیا
ہے۔ ”ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔“

اینک منم کہ حسب بشارت آدم کہ عیسیٰ کجا است تا بجد پاب منبرم
۷- مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ کو شرابی لکھا ہے (کشتی نوح) اور
پیغمبروں کی بھی توہین کی ہے۔

اس کے اشعار یہ ہیں۔

انبیاء گرچہ بودہ اندبے
من بہ عرفان نہ کمترم ز کسے
آنکہ دادست ہر نبی راجام
داد آن جام رامرا نہ تمام

۸- مرزا قادیانی نے کافر کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کا انکار اور
آخر کار ان کے نکلنے کا قول نقل کیا ہے جو قرآن پاک کی نصوص کے
قطعاً خلاف ہے اور ہر گاہ کہ یہ تمام امور کفریہ ہیں ان کے کہنے اور
ماننے سے آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

۹- مرزا قادیانی نے اپنے کو مسیح موعود نہ ماننے والے تمام مسلمانوں

کو اسی طرح کافر کہا ہے جیسے قرآن اور حدیث کا انکار کرنے والوں کو۔

۱۰۔ اور عام مسلمانوں سے شادی کرنے اور ان کا جنازہ پڑھنے سے روکا ہے۔

۱۱۔ اور ہر گاہ کہ دنیا بھر کی تمام نمائندہ جماعتوں نے مکہ معظمہ میں جمع ہو کر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے اور اس مسئلہ میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو چاہے اس کو نبی مانیں یا مجددی مسیح موعود اسلام سے خارج ہیں۔

اور ہر گاہ کہ پاکستان کے عوام تمام مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور ان کو کلیدی آسامیوں سے ہٹانے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ بنا بریں پاکستان قومی اسمبلی کے اس اجلاس میں ہم یہ بل پیش کرتے ہیں۔

۱۔ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروں کو چاہے وہ مرزا کو نبی مانیں یا مجددی مسیح موعود چاہے وہ قادیانی کہلائیں یا لاہوری یا احمدی، سب کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔

۲۔ ان سب کو کلیدی آسامیوں سے علیحدہ کر دیا جائے اور آئندہ ان کو ان آسامیوں پر متعین نہ کیا جائے۔

۳۔ اور ان کا کوئی مخصوص شہر نہ ہو جہاں بیٹھ کر وہ ملک کے خلاف ہر طرح کی سازشیں کر سکیں۔

یہ بل پاس ہوتے ہی سارے پاکستان میں نافذ ہوگا اور اس بل کا نام ”غیر مسلم اقلیت بل“ ہوگا۔

دستخط: غلام غوث ہزاروی ایم۔ این۔ اے

دستخط: عبدالحکیم ایم۔ این۔ اے

دستخط: عبدالحق (بلوچستان) ایم۔ این۔ اے

وزیر اعظم بھٹو سے ملاقات اور اتمامِ حجت

جب تحریک ختم نبوت چلی اور تحریک ختم نبوت کے نتیجے میں بالآخر پاکستان کی قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا تو اس میں جہاں دوسرے اکابرین کی جدوجہد شامل تھی وہاں مجاہد ملت حضرت مولانا ہزارویؒ کی کوششوں کا بھی بڑا عمل دخل تھا۔

مولانا عبدالحکیم صاحب کہتے ہیں کہ

”چھ ستمبر ۱۹۷۲ء کو حضرت ہزارویؒ نے مجھے فون پر حکم دیا کہ بھائی! گاڑی تیار کر کے رکھنا، شام کو پرائم منسٹر بھٹو سے ملنے جائیں گے۔ اسمبلی کے اندر تو ہم نے اتمامِ حجت کر دیا ہے۔ اب بالمشافہ بات کریں گے۔ وقت میں نے لے لیا ہے۔ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں کہ شام کو ہم تین آدمی مسٹر بھٹو کے پاس گئے۔ ایک تو مولانا ہزارویؒ تھے، دوسرا میں اور تیسرے مولانا عبدالحق صاحبؒ بلوچستانی تھے۔ چنانچہ جب ہم بھٹو صاحب کے ہاں پہنچے تو مولانا ہزارویؒ نے قادیانیوں کے بارے میں تمام مذہبی تجزیے پیش کئے۔ تمام حالات مفصل گوش گزار کئے اور آخر میں فرمایا بھٹو صاحب اب آپ کی آزمائش اور امتحان کا وقت ہے۔ ناموس رسالت کے لئے اگر تم یہ فیصلہ کر دو تو خدا و مصطفیٰ ﷺ بھی راضی ہوں گے اور عوام بھی خوش ہو جائیں گے۔ تمہارے لئے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی ہوگی۔ بھٹو صاحب سنتے رہے اور کہا مولانا آپ درست فرماتے ہیں۔ لیکن میری کچھ مجبوریاں ہیں۔ تمام بیرونی حکومتوں کا دباؤ ہے۔ اس کا مجھے ہی علم ہے۔

بھٹو پر سکتہ طاری ہو گیا:

آپ کو ایک ضمنی واقعہ بتاتا چلوں۔ جب ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چل رہی تھی تو اس کے بعد جب تحقیقاتی عدالت میں اس وقت کے وزیراعظم ناظم الدین کو عدالتی بیان کے لئے بلایا گیا تو ایک جج نے سوال کیا کہ آپ نے مرزائیوں کو قوم کے مطالبے کے باوجود غیر مسلم اقلیت کیوں قرار نہیں دیا۔ تو وزیراعظم نے عدالت میں کہا کہ اگر ان کو غیر مسلم قرار دیتا تو امریکہ ہمیں ایک دانہ گندم بھی نہ دیتا۔ یہ بیان تحقیقاتی رپورٹ میں موجود ہے۔ تو بھٹو صاحب نے بار بار یہ کہا کہ مولانا میں مجبور ہوں۔ مجھ پر دباؤ ہے تو مولانا نے جوش میں آ کر فرمایا: بھٹو صاحب! لعنت بھیجیں بیرونی دباؤ پر۔ آپ اپنے رب کو راضی کریں۔ خدا کی مدد آپ کے شامل حال ہوگی۔ خدا پر بھروسہ رکھیں۔ مولانا نے یہ باتیں کچھ ایسے انداز میں کیں کہ بھٹو صاحب پر سکتہ طاری ہو گیا اور تین چار منٹ بالکل خاموش آسمان کی طرف دیکھتے رہے اور اس کے بعد کہا اچھا مولانا آپ میرے لئے دعا کریں۔ خداوند قدوس مجھے توفیق دے۔ مولانا بار بار اصرار فرماتے رہے اور مولانا نے دوران گفتگو یہ بھی فرمایا کہ بھٹو صاحب! آپ ذہین اور بڑے مدبر آدمی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پارلیمانی شوشہ چھوڑ کر گڑبڑ نہ کرادیں۔ ہم اس مسئلہ کا مکمل حل چاہتے ہیں۔

بھٹو قائل ہوا اور شریک عمل بھی:

چنانچہ مولانا عبدالحکیم فرماتے ہیں کہ ہمارے سامنے ہی بھٹو صاحب نے اپنا

ملٹری سیکرٹری طلب کیا۔ ہماری موجودگی میں چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ سے رابطہ کر کے ان کو حکم دیا کہ آپ راتوں رات اپنے علاقوں کے قومی اسمبلی کے ممبران سے کہیں کہ صبح ۷ ستمبر کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں فوراً پہنچیں کوئی ممبر رہ نہ جائے۔ چونکہ آئین میں ترمیم کا مسئلہ ہے۔ اس لئے تمام ممبران سے رابطہ کریں۔ ۷ ستمبر کو جب قومی اسمبلی میں ممبران اسمبلی دو، نین تین منٹ تقریریں کر رہے تھے تو عبدالولی خان نے اپنی تقریر میں کہا ”میں تو نہیں آ رہا تھا لیکن مجھے کمشنر پشاور نے مجبور کر دیا کہ وزیراعظم کا حکم ہے کہ تمام ممبران شریک ہوں۔ اس لئے چلا آیا۔ یہ بات قومی اسمبلی کے ریکارڈ میں آج بھی موجود ہے۔ تو اس سے اندازہ کریں کہ بھٹو صاحب نے ممبران اسمبلی کو جبراً بلایا ورنہ اگر صرف اپوزیشن ممبران کی بات ہوتی تو وہ صرف تئیس (۳۳) تھے۔ ترمیم تو اتنے ممبران سے نہ ہو سکتی تھی اور یوں یہ بنیادی دینی مسئلہ حل ہوا۔

مسئلہ ختم نبوت دین اسلام کی رفیع الشان عمارت کا وہ بنیادی پتھر ہے اگر اس پتھر کو اپنی جگہ سے سرکا دیا جائے تو پوری عمارت چشم زدن میں زمین بوس ہو جاتی ہے۔ اس مسئلہ کی نزاکت اور اہمیت کی وجہ سے آج حضرت ہزارویؒ کی روح پکار رہی ہے کہ ہر مسلمان دفاع ختم نبوت کا مجاہد بن جائے۔ تاج و تخت ختم نبوت کا پاسبان بن جائے اور قادیانیوں کیلئے بے نیام بن جائے۔ آج بھی ان کی روح بزبان حال کہہ رہی ہے.....

جو ختم نبوت کا طرف دار نہیں ہے
لا ریب وہ جنت کا سزاوار نہیں ہے
خاموش رہے سن کے جو اسلام کی توہین
بے شرم ہے بزدل ہے وہ خوددار نہیں ہے

باب ۹

دینی، ملی، قومی اور سیاسی خدمات

مصر کے معروف ادیب احمد امین نے اپنی خودنوشت سوانح ”حیاتی“ میں لکھا ہے کہ

”انسان اپنے گرد و پیش کی پیداوار ہوتا ہے یعنی ماحول کی جو مشینری اس کے ارد گرد مصروف کار ہوتی ہے وہ اس کے سانچے میں ڈھلتا ہے۔“

انسانی زندگی کے تجربات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ بات بلا خوف تردید درست ہے مگر پھر لوگ دو طبقوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ زیادہ بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جن پر ان کا ماحول حکمرانی کرتا ہے خواہ وہ ماحول اپنے جملہ اجزائے ترکیبی کے ساتھ صالح ہو یا فاسد۔ دوسری قسم ایسے انسانوں کی ہوتی ہے جو ماحول کی حکمرانی قبول نہیں کرتے بلکہ اپنی دیدہ وری سے حالات کا مشاہدہ اور تجزیہ کرتے ہیں قابل قبول اور مفید چیزوں کو گلے لگا لیتے ہیں اور فرسودہ روایات کی بیخ کنی کرتے ہیں۔

چمنستان حیات کونت نئے گلوں کی تخم ریزی و آبیاری سے سنوارتے اور نکھارتے ہیں اور اس کا دامن خس و خاشاک کی آویزشوں اور آلودگیوں سے پاک کرتے ہیں۔ وہ اپنے کاروانِ زندگی کے لئے شاہراہِ حیات خود تعمیر کرتے ہیں۔

ہم خود تراشتے ہیں منازل کے سنگ راہ

ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا

ایسے لوگوں کی منزلیں اور مرحلے خود ساختہ و پرداختہ ہوتے ہیں منت کش غیر

نہیں ہوتے۔

وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے

زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا

مجدد ملت حضرت ہزارویؒ اس دوسری قسم کی کمیاب اور گراں مایہ ہستیوں میں

سے تھے جن کا دیدار چشمِ فلک کو کم ہی نصیب ہوتا ہے۔ حضرت ہزارویؒ کئی خوبیوں

کے جامع تھے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ اسلامی معیار کے عین مطابق صحیح

معنوں میں بیک وقت ایک غیور عالم اور نڈر سیاسی رہنما تھے۔ انہوں نے بے

سروسامانی کی حالت میں سیاست میں قدم رکھا اور اسمبلی کے اندر اور اسمبلی سے باہر

اپنی سیاسی حیثیت کو منوایا۔

حضرت ہزارویؒ نے اپنی سیاسی زندگی کی کہانی خود اپنی زبانی بیان فرمائی ہے

اپنی خودنوشت سوانح حیات میں حضرت ہزارویؒ رقم طراز ہیں:

”جب میں نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی، حضرت

شیخ الہندؒ نے مالٹا سے رہا ہو کر دہلی میں جمعیت علماء ہند کی بنیاد ڈالی،

علیگڑھ بھی تشریف لے گئے۔ جامعہ ملیہ ان کی اور مولانا محمد علی اور

مولانا شوکت علی کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ طلباء عموماً مہتمم حضرات کی

پالیسی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ حالانکہ اس چراغ کو گل ہونے سے بچانا فرض تھا۔ اگر اس دارالعلوم سے لاکھوں علماء کرام فارغ ہو کر دنیا میں نہ پھیلتے تو اس کی کرنوں سے دنیا والے کیسے روشنی حاصل کرتے اور آج ساری دنیا میں تحریکات کیسے ہوتیں۔ بہر حال میں نے ایک ایسے ہی طلبہ کی محفل میں عرض کیا کہ اب مقصد صرف کام کرنا ہے۔ چونکہ زمانہ نیک اور نیتیں صالح تھیں۔ سب نے کہا بالکل درست ہے۔ اسی وقت جمعیتہ الطلاب کا انتخاب ہوا۔ اور نظامت کا قرعہ فال میرے نام نکلا۔ بعد میں اس جمعیت نے اتنی ترقی کی کہ اس کے وفود بنگال، یوپی، پنجاب اور سرحد میں سیاسی تبلیغ کیلئے پھیل گئے اور لندن کے اخبارات کو پوسٹ پڑ گئے کہ سارا دارالعلوم انگریزوں کے خلاف مصروف عمل ہو گیا ہے۔ ہماری اس جمعیت طلبہ کے امیر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی تھے۔ کیونکہ ان کے حق میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے سختی سے انکار کیا تھا۔

جمعیتہ الطلاب کا ایک دورہ:

جمعیتہ الطلاب کے دوروں میں دوسرا دورہ یوپی کیلئے میری سرکردگی میں ہوا۔ ہم آلہ آباد تک گئے۔ ہر جگہ جمعیتہ الطلاب کی شاخیں قائم کیں۔ جو جمعیتہ علماء ہند کا دست و بازو ہیں۔ لکھنؤ میں حضرت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی سے ملاقات اور تبادلہ خیالات ہوا جو انگریز کے سخت مخالف تھے۔ ندوۃ العلماء میں ٹھہرے ان سے بہت سے سوالات و جوابات ہوئے۔

کانگریس میں شرکت:

۱۹۳۰ء میں جب میں مانسہرہ میں تعلیم دے رہا تھا تو محترم حاجی فقیر خان صاحب مرحوم ملک پوری کی تحریک سے محترم حکیم عبدالسلام ہری پور، حضرت مولانا غلام ربانی لودھی، فخر شعراء مولانا خان میر ہلالی پشاور، مانسہرہ پھر بھہ تشریف لائے۔ ان کا جلسہ بھہ میں عید گاہ کے مقام پر ہوا۔ یہ بھہ میں پہلا سیاسی جلسہ تھا۔ میں بھی اس میں شریک ہوا۔ مرحوم حاجی فقیر خان صاحب کا رشتہ داری اور قومی پوزیشن کی وجہ سے سارے علاقہ خاص کر بھہ، عنایت آباد، بانڈہ پیراں اور ترہا میں زیادہ اثر تھا اور بھہ یوں بھی سیاسی ذہن والا قصبہ تھا۔ جلسہ بڑا کامیاب ہوا۔ غلام ربانی مرزائی مانسہرہ کے آدمیوں نے جلسہ میں گڑ بڑ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام ہوئے۔

میں نے اپنا تبلیغی مشن پورا کرتے ہوئے تقریر کی اور تقریر میں جلسہ میں گڑ بڑ کرانے والوں کے خوب لٹے لئے۔ عوام نے ان کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ یعقوب خان ملک پور نے جو حاجی فقیر خان ملک پور کے عم زاد اور محمد ایوب خان ملک پور کے بھائی تھے نے جھوٹے قتل کا دعویٰ کر دیا۔ بھہ کے نوجوانوں نے جیل میں نعرے لگائے۔ ان کو بیدوں کی سزا ملی۔ یہ بھہ والوں کی پہلی قربانی تھی۔ یہ سزا صرف جمعہ خان تیتوال کو بڑھاپے کی وجہ سے نہ دی گئی۔ لیکن حضرت مولانا قمبر علی صاحب ساکن گھنول نے بید کھائے۔ یہ بڑے مجاہد عالم تھے۔ جائیداد بھائیوں کو دے دی گھر بار ترک کر کے انگریزوں کیخلاف

جہاد کرتے ہوئے میدان میں آگئے تھے۔ ان کا زیادہ وقت محترم حاجی فقیر خان مرحوم کے ہاں گزرتا تھا۔ کوڑے کھانے کے بعد انہوں نے انگریزوں کے خلاف اور بھی سخت تقریریں کیں۔ پھر ہجرت کر کے کابل چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے۔ ان کو بیدوں کی سزا دینے کے خلاف میں نے احتجاجاً کانگریس میں عملاً شرکت کر لی۔

۱۹۵۶ء میں جمعیت علماء اسلام کا دورِ جدید شروع ہوا۔ ملتان میں تمام مغربی پاکستان کے علماء کا اجتماع ہوا۔ جس میں حضرت مولانا داؤد غزنویؒ، حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ نیز صوبہ سرحد، پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے علماء کثرت سے شریک ہوئے۔ صدرِ جلسہ مفسرِ قرآن قطبِ زمان حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے اصرار پر احقر کو ناظمِ اعلیٰ چنا گیا۔ تب حضرت نے صدارت کا عہدہ قبول فرمایا۔ ادارے کا نام بالاتفاق جمعیت علماء اسلام رکھا گیا۔ ۱۹۵۸ء میں ایوب خان کا مارشل لگا جس میں تمام سیاسی پارٹیوں کو خلافِ قانون قرار دیا گیا۔ جمعیت کے کارکنوں نے ملتان میں بیٹھ کر اپنا نام نظام العلماء رکھ کر کام شروع کیا۔ عائلی قوانین کے خلاف لاہور میں عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا۔ جبکہ مارشل لاء کی تلوار سر پر لٹک رہی تھی۔ تقریباً ایک سو چوراسی (۱۸۴) علماء کرام سٹیج پر تھے۔ سب نے جیل جانے پر آمادگی ظاہر کی۔ اس جلسے کے نتیجے میں احقر کو اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو چھ ماہ کے لئے لاہور میں نظر بند کر دیا گیا اور ساتھ ہی زبان بندی بھی کی گئی۔

۱۹۶۲ء میں ایوب خانی دورِ مارشل لاء میں قوم نے بغیر کسی لالچ اور دنیوی اغراض کے مجھے مغربی پاکستان اسمبلی کا ممبر چنا، میں ۱۹۶۵ء تک ممبر رہا۔ اس وقت عائلی قوانین کو الماری سے نکال کر ایوب خان مرحوم نے نافذ کر دیا تھا۔ ان قوانین کے خلاف قومی اسمبلی میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے بحث کی اور صوبائی اسمبلی مغربی پاکستان میں میں نے بحث کی۔ خدا کی شان کریڈٹ کے لئے مودودی پارٹی کے ممبروں نے مصلحت کے خلاف بل یا تجویز پیش کی۔ لیکن وہ آگے نہ بڑھا سکے اور قرعہ فال ہم دونوں کے نام نکلا اور سارے ملک میں ان قوانین کے خلاف فضا بن گئی اور مغربی پاکستان اسمبلی میں میری تقریر کے بعد عائلی قوانین کی مخالفت کو غالب اکثریت نے پاس کر دیا۔ مگر افسوس ہے کہ بھٹو حکومت کے آئین میں ان قوانین کو تحفظ دیا گیا کہ ان

کے خلاف نہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا جاسکے گا۔ نہ اسمبلی میں بل پاس ہو سکے گا۔ یہ ہے اسلامی آئین کا دعویٰ کرنے کی تشریح۔ یہ قوانین قطعاً قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ ان کی ایک ہی بات آپ سن کر ان کو قرآن و حدیث کے خلاف کہہ سکیں گے۔ تین طلاق کے بعد دوسرے خاوند سے پہلے یہ عورت پہلے خاوند کیلئے کسی طرح حلال نہیں ہے۔ قرآن پاک میں ہے ”فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ“ (سورۃ بقرہ آیت ۲۳۰) (تیسری طلاق کے بعد) یہ عورت اس پہلے خاوند کیلئے حلال نہیں جب تک کہ دوسرے خاوند سے نکاح (یعنی جماع) نہ کرے۔ نہ عدت کیلئے نوے دن مقرر ہیں۔ مگر ان عائلی قوانین میں اگر چیئر مین صاحب ان پرانے بیوی خاوند میں صلح کرادے تو دونوں اکٹھے بیوی خاوند رہ سکتے ہیں۔ (انّا للہ وانا الیہ راجعون)۔

عورتیں ان قوانین کی حمایت کرتی ہیں۔ کیونکہ ان قوانین میں بیک وقت چار عورتیں کرنے کی ممانعت ہے۔ دوسری شادی نہیں کی جاسکتی جب تک پہلی بیوی کی اجازت نہ ہو یا صحیح وجوہ بیان نہ کئے جائیں۔ اسی طرح دوسری باتیں۔ ان قوانین اور اس آئین کو کون اسلامی کہہ سکتا ہے۔ میں نے شراب اور سود کی خلاف بل پیش کئے۔ اس پر مجھے سیکرٹریٹ سے اطلاع دی گئی کہ یہ مالی بل ہیں۔ آئین کی رو سے یہ صدر کی اجازت کے بغیر پیش نہیں کئے جاسکتے اور صدر صاحب کے پاس گئے تو انہوں نے پرائم منسٹر کے حوالہ کر دیا۔ ان کے پاس گئے تو بات آئی گئی ہو گئی اور بل پیش نہ ہو سکے۔ اسی طرح زنا کی شرعی سزا کا بل میں نے پیش کیا۔ ملک اختر وزیر قانون اور ساری اسمبلی نے سوائے دو تین کے مخالفت کی اور بل رد ہو گیا۔ یہی حشر اردو بل کا ہوا۔ وہ تو پانچ سال تک لٹکا رہا اور منظور نہ ہو سکا۔ پوری شریعت کے لئے میں اور حضرت مولانا عبدالحق لورالائی بلوچستان بطور وفد پرائم منسٹر کے پاس گئے اور عرض کیا کہ یہ ملک

اسلام کے نام پر بنا ہے اس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ اس کے آئین میں اسلام کی ضمانت دی گئی ہے تو پھر سوات اور بلوچستان میں شرعی احکام کی ابتدا کر کے اس کو سارے پاکستان میں رائج کیا جائے۔ پرائم منسٹر نے ہم کو اس وقت کے وزیر قانون پیرزادہ عبدالحفیظ صاحب کے پاس بھیج دیا۔ اور خود ان کو ٹیلیفون کیا۔ ہم ان کو ملے لیکن انہوں نے اپنی عادت کے مطابق ٹر خا دیا۔ جس طرح آئین بناتے وقت چند ترامیم میں نے اور مولانا عبدالحکیم صاحب نے لکھ کر دی تھیں۔ جب نتیجہ نہ نکلا تو میں نے اسمبلی کے بھرے اجلاس میں سوال اٹھایا۔ دو وزیر اٹھ کر ہمارے پاس آئے اور کہا کہ ترمیمیں منظور ہو چکی ہیں یا منظور ہوں گی۔ مگر واقعہ بالکل اس کے خلاف ہوا۔ ان باتوں پر انتہائی افسوس ہے۔ دراصل انہوں نے عوام کا نمائندہ ہو کر عوامی رائے کی پرواہ نہیں کی۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ پھر ان ترامیم کے سلسلے میں (آئین منظور ہونے سے ایک دن پہلے) میں پرائم منسٹر سے ملا۔ اور کہا کہ آئین میں اسلام کے بارے میں جو کچھ ہے وہ اسلامی کونسل کے باب سے متعلق ہے اور

(۱) اسلامی کونسل کا حال یہ ہے کہ اس میں پندرہ ممبر ہیں جن میں چھ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے مگر نو ممبروں کا کیا اعتبار ہے۔ اگر غلط لوگ آجائیں تو کوئی اسلامی بات پاس نہ ہو سکے گی۔ اس کونسل میں دس ممبر ہوں یا بارہ ہوں اور نصف علماء حق ہوں۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ اس اسلامی کونسل میں وہی بل پیش ہو سکے گا جس کو اسمبلی، گورنر یا صدر روانہ کرے۔ اسمبلی نام ہے اسمبلی کی اکثریت کا۔ اگر اکثریت نہ بھیجنا چاہے تو کوئی بل مشورہ کیلئے اسلامی کونسل کے پاس نہیں جاسکتا۔ لہذا پچیس فیصد یا پچیس یا تیس ممبران کی رائے کو معتبر قرار دیا جائے۔ اگر یہ بھیجنا چاہیں تو بل اسلامی کونسل میں پیش ہو۔

(۳) پھر اسلامی کونسل کا مشورہ بیکار ہے۔ فیصلہ پھر بھی اسمبلی کو کرنا ہے تو اسلامی

کونسل کے وجود پر فضول روپیہ خرچ ہوتا ہے بات یہ ہے کہ اسلامی کونسل کا مشورہ قطعی ہو۔ اس سلسلے میں بڑی دلیل آپ کی پارٹی کی طرف سے یہ دی جاتی ہے کہ قوم نے قانون بنانے کیلئے اسمبلی کو منتخب کیا ہے۔ اسلامی کونسل کو نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ قومی اسمبلی سپریم کورٹ کی تنخواہیں مقرر کر سکتی ہے، سارے ملک کیلئے قانون بنا سکتی ہے۔ اگر وہ کسی کو اسلامی کونسل کے پاس یہ کہہ کر بھیج دے کہ وہ جیسے فیصلہ کرے اس کے مطابق کیا جائے۔ تو اسلامی کونسل کا فیصلہ دراصل قومی اسمبلی کا فیصلہ ہے۔ اس لئے اس کو نافذ ہونا چاہئے۔ اسی طرح میں نے عائلی قوانین کو مدلل طریقے سے پیش کیا۔ کہ یہ قرآن پاک کے بالکل خلاف ہیں۔ میں نے دیکھا کہ پرائم منسٹر کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ دراصل ان پر دلائل قانون اور جمہوریت کا اثر ہوتا تھا۔ انہوں نے آئین کی غلطی کو سمجھا۔ مجھ سے فرمایا کہ تم پیرزادہ صاحب سے ملو۔ اور میں ان کو ٹیلیفون کرتا ہوں انہوں نے مجھے چار بجے عصر کو بلایا۔ میں نے دلائل بیان کئے ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا البتہ عائلی قوانین کو تحفظ دینے کے سلسلے میں کہا کہ عدالت سے رجوع کر سکتے ہیں۔ حالانکہ تحفظ کے بعد یہ بات صحیح نہ تھی۔ میرا خیال ہے کہ پاس بیٹھے ہوئے دو انگریزی خوانوں نے میری تائید کی تھی۔ پھر مجھے پیرزادہ نے رخصت کیا۔ اور کہا کہ آپ کی بات ہم نے سن لی۔ دوسرے دن جب آئین پیش ہوا تو اس میں ترمیم نہ تھی۔ ایک بار میں نے اسمبلی میں تقریر کی اور کہا کہ میں پہاڑ پر خدا کا عذاب دیکھ رہا ہوں۔ اگر یہاں آپ لوگوں نے شریعت کا نفاذ کر دیا تو وہ عذاب ٹل جائے گا۔ ورنہ وہ اس ملک میں آئیگا۔ اسی طرح سے پانچ سال تک پردہ اور دوسری دینی اقدار کے بارہ میں کہتا رہا۔

مسئلہ غلامی چھڑا تو شیخ رشید صاحب ایم این اے نے اس مسئلہ کا مذاق اڑایا۔ حضرت مولانا نعمت اللہ کوہاٹی کی تقریر کا مذاق و تمسخر اڑایا۔ بعد میں بھی مخالفت کرتے

رہے۔ حالانکہ قرآن و حدیث سے مسئلہ ثابت ہے۔ لیکن کمیونسٹ اس کو نہیں مان سکتے۔

غلامی کا مسئلہ :

غلامی کا مسئلہ بھی عجیب ہے۔ اس پر لوگ خواہ مخواہ اعتراض کرتے ہیں۔

(۱) کون مولوی کہتا ہے کہ غلام ضرور بناؤ۔ کون کہتا ہے کہ غلام اور لونڈی بنانا فرض ہے۔ یہ حکم صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو جنگ میں گرفتار ہو جائیں۔ وہاں بھی آپ کو اجازت ہے کہ ان کو یونہی رہا کر دیں یا فدیہ لے کر چھوڑ دیں یا قتل کر دیں یا غلام بنالیں یا اپنے قیدیوں سے تبادلہ کر لیں یا قید میں رکھ لیں۔ آپ پر فرض و واجب تو نہیں کہ آپ ان کو ضرور غلام اور لونڈی بنائیں۔

(۲) پھر یہ اس زمانے کا دستور تھا کہ جنگی قیدیوں کو یا قتل کرتے تھے یا غلام بناتے تھے۔ جو سلوک وہ ہمارے ساتھ کرنا چاہتے تھے وہی سلوک ان کے ساتھ عام رواج کے تحت جائز رکھا گیا۔ مگر مندرجہ بالا صورتیں اس میں رعایت کی رکھی گئی ہیں۔ زمانہ قدیم جنگی قیدیوں کے ساتھ سخت سلوک کیا جاتا تھا۔ اسلام نے آ کر اس کو نرم کر دیا۔

(۳) ایک شخص تلوار لے کر آپ پر حملہ کر کے آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے یہ تقدیر کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر غالب کرا کر اس کو گرفتار کرا دیا۔ وہ آپ کو بلکہ آپ کے ساتھ اوروں کو بھی قتل کرنا چاہتا تھا۔ اسی سے آپ پوچھیں کہ اب تم کو قتل کر دیں یا غلام بنادیں۔ وہ بصد زاری کہے گا کہ غلام بنا دو لیکن قتل نہ کرو۔

(۴) یہ استعباد (غلام بنانا) عام آدمی کیلئے نہیں ہے کہ کسی بھی انسان کو پکڑ کر بیچ دو یا غلام بنا ڈالو۔ بلکہ میدان جنگ میں جو گرفتار ہو جائیں صرف اور صرف ان کے لئے حکم ہے۔

(۵) وہ بھی یہ شرط ہے کہ وہ جنگ کر رہا ہو اور آپ کو قتل کرنا چاہتا ہو۔ ورنہ امن چاہنے والوں کو جن کو ایک ادنیٰ مسلمان بھی امن دیدے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

(۶) پھر یہ قیدی ذلیل نہیں سمجھے جاتے تھے۔ یہ غلام بن جانے کے بعد بھی بڑے بڑے دین کے امام اور قوم کے مقتداء ہوئے ہیں۔ یہ مسلمانوں کی صحبت میں رہ کر ان کی عادات و اطوار دیکھ کر بہترین مسلمان ہو جاتے تھے۔ اسلام ان کو دنیوی و جاہت سے ہی نہیں بلکہ اخروی نجات سے بھی ہمکنار کر دیتا تھا۔

(۷) اسلام نے کفارہ صوم، کفارہ ظہار اور قتل خطا میں غلاموں کی آزادی کی ترغیب دے کر آزادی کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

(۸) بلکہ غلاموں کی آزادی کو عبادت قرار دے کر اس کو محبوب مشغلہ بنایا ہے۔ اس طرح اسلام نے غلامی کو کم کرنے اور تدریجاً اس کو ختم کرنے کی ترغیب دی۔

(۹) جب دو لفظوں (ایجاب و قبول) کے کہنے سے بضعہ (فرج) اور عورت حلال ہو جاتی ہے تو پورا مالک ہونے والا کیوں عورت سے فائدہ اٹھانے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔ جب عورت سے زیادہ سے زیادہ کام استفراش کا لیا جاتا ہے۔ اسلام نے باندیوں کو بڑا درجہ دیا ہے۔ ان کے حقوق مقرر کر دئے ہیں پھر جس باندی کا بچہ ہو جائے وہ ام ولد کہلاتی ہے اور اس کا بیچنا ممنوع ہو جاتا ہے۔

(۱۰) مکاتبت کر کے غلام آزاد ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ آقا اپنے غلام سے کہہ دے کہ اتنی رقم لا دو تو تم آزاد ہو۔ ایسے غلام کو مکاتب کہتے ہیں۔

(۱۱) یوں کوئی قانون کا فائدہ اٹھا کر عیش و عشرت کا سامان کرے تو اسے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ صدیوں سے اہل اسلام نے زمانہ کے مطابق عین شریعت کے حکم کے تحت یا قیدیوں کا تبادلہ کیا یا فدیہ لے کر یا یونہی رہا کیا ہے۔ بہر حال قتل کرنا یا غلام بنانا یہ فرض ہے نہ واجب بلکہ متبادل صورتوں کو بھی شریعت نے اختیار کیا ہے اور

غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دے کر مسئلہ غلامی کو بہت کمزور کر دیا ہے۔ اور یہی بات ایک معقول شریعت کی ہو سکتی ہے کہ کس طرح ایک سخت رواج کو نرم کر کے ان کی رعایتیں کر کے ترغیبیں دے دیکر اس کو کالعدم کرنے کا طریقہ اختیار کیا اور امت نے صاحب شریعت کا طریقہ بھانپ کر اس کی متبادل شرعی صورتوں کو اختیار کیا۔

(۱۲) اب جو لوگ قرآن و حدیث میں غلاموں کو آزاد کرنے کی بہت سی آیتوں کو دیکھ کر یا حدیثیں پڑھ کر بدک جاتے ہیں ان کو غور کر کے خواہ مخواہ اپنے ایمان کو نقصان نہیں پہنچانا چاہئے۔ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے غلام ہوا کرتے تھے۔ (خودنوشت سوانح حیات)

مجاہد کبیر حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی سیاست کا عرصہ دین کی اشاعت باطل کا تعاقب اور جماعتی کاموں کے سلسلہ میں ”ہر صبح سفر ہر شام سفر“ کا مصداق رہا۔ بالآخر یہ جنگ آپ نے جیتی اور علماء اور دینی طبقہ کو معاشرے میں وہ مقام نصیب ہوا جس کے وہ مستحق تھے۔

قومی اسمبلی میں پہنچ کر ملک کا وہ سرکردہ طبقہ اب براہ راست آپ کی زد میں آنے لگا جو اب تک منبر و محراب سے آپ کا نشانہ بنتا تھا۔ قومی اسمبلی میں آپ کی تقاریر سے چند اقتباسات نذر قارئین ہیں۔

عائلی قوانین :

”جناب والا! تحفظات میں عائلی قوانین بھی شامل ہیں۔ اس سلسلے میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے ایوب خان کے دور میں قومی اسمبلی میں تقریر فرمائی تھی اور پورے طور پر (قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں مدلل) ثابت کیا تھا کہ یہ ناجائز

ہیں۔ میں حیران ہوں کہ ان (عائلی قوانین) کو (عبوری آئین میں) اتنا تحفظ دیا گیا ہے کہ ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں بھی دعویٰ نہیں کیا جاسکتا اور نہ کوئی احتجاج کیا جاسکتا ہے۔

جناب والا! یہودی ہو یا عیسائی ان کو اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری اجازت ہے۔ لیکن مسلمان کو اپنے مسائل و مذہب پر عمل کرنے کی اجازت نہیں۔ اور ان کو اپنے مسلک کے مطابق آزادی حاصل نہیں ہے۔ اگر یہ مذہبی آزادی غلط ہے تو مذہبی آزادی کا نام نہ لیا جائے اور اگر یہ صحیح ہے تو مسلمان قوم کو اس سے محروم کیوں رکھا گیا ہے۔

جناب والا! حکومت اگر چاہتی تو یہ کر سکتی تھی کہ علماء کا اجلاس بلائی اور اس میں اس قانون کے متعلق بحث ہوتی۔ لیکن میرے خیال میں دنیا بھر کے دستوروں میں ایسے قانون کو تحفظ نہیں دیا گیا ہے۔ میں عرض کروں گا کہ عوام نے حوصلہ اور تحمل سے کام لیا۔ انہوں نے انتخابات کا انتظار کیا اور اس ایوان کا بھی انتظار کیا۔ لیکن اب اس معزز ایوان میں ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے۔ وہ اس کو مذہب میں مداخلت سمجھتے ہیں اس لئے حکومت کو دستور کے اس حصے پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ تعجب ہے کہ دوسری اقوام کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہے اور مسلمانوں پر پابندی۔“

مسلمان کی تعریف:

”تو جناب والا! اس ایوان میں مسلمان کی تعریف پر بھی بحث ہوئی ہے۔ میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں کچھ روشنی ڈالوں۔“

جناب والا! کسی شخص کو یہ کہہ دینے سے کہ دو، تین یا چار بیانات میں تضاد موجود ہے یہ لازم نہیں آتا کہ مسلمان کی تعریف نہیں کی جاسکتی یا مسلمان کی تعریف نہیں کرنی چاہئے۔ ہمارا کوئی فریق قطعاً نہیں چاہتا کہ ہمارا صدر کمیونسٹ یا مرزائی ہو اور میں صفائی کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہوں (کہ ہمارا صدر کمیونسٹ یا مرزائی نہیں ہو سکتا)۔

جناب صدر محترم! میں مسلمان کی تعریف کے متعلق کچھ

عرض کر رہا تھا۔ ایک حدیث (کا ترجمہ) سنادوں۔ ”سروردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا کہ کسی گاؤں میں جنگ کے لئے جاؤ تو اگر صبح کے وقت اذان کی آواز آئے تو حملہ نہ کرنا اور اگر اذان کی آواز نہ آئے تو حملہ کرنا۔“

میری مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جو اس قسم کی تعریفیں کرنے کا

مذاق اڑاتے ہیں۔ وہ مجھے بتائیں کہ سروردو کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مختلف

اوقات میں مختلف باتیں بتائیں اور مسلمان کی تعریف کی۔ کیا

سروردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تضاد کا الزام لگا دیا جائے گا (دراصل یہ سب

علامات اسلام ہیں۔ ”مرتب“) اب بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ مسلمان

کون ہے اور کون نہیں۔ میں قرآن و حدیث کے ذریعے یہ واضح کرنا

چاہتا ہوں کہ خدا اور رسول کی تمام باتوں کو جو شخص دل سے سچا جانے

اور سچا مانے یہ اسلام ہے اور اسی کا نام تصدیق ہے۔ اور اگر خدا اور

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی ایک بات کو بھی تسلیم نہیں کرتا یعنی سچا نہ مانے وہ

اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ دراصل کفر اور اسلام تصدیق و تکذیب

کا نام ہے اور یہ تصدیق و تکذیب دل کی صفات ہیں جو معلوم نہیں

ہو سکتیں۔ اس لئے دل کی بات پر ظاہری طور پر نشانات مقرر کر دئے گئے ہیں۔ ایک شخص نماز پڑھتا ہے میں اس کو مسلمان کہوں گا نماز کے بعد اگر وہ کہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی اور نبی آئے گا تو میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ مسلمان نہیں۔ اگر ایک شخص کلمہ پڑھتا ہے، السلام علیکم کہتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

”جناب سپیکر! محترمہ آئینی باتوں سے باہر جا رہی ہیں۔ جو یہاں زیر بحث نہیں۔ اس لئے انہیں روک دیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ انہیں حکم دیں کہ سر چھپا کر یعنی ڈھانپ کر تقریر کریں۔ اس میں محترمہ کی بھی عزت ہے اور ایوان کی بھی۔“

مسٹر چیئرمین فضل الہی :- یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ میں کیا کروں۔ (آپ انہیں بے پردگی سے روکیں)

ایک موقع پر ممبر خاتون نے کہا میں انچاس (۴۹) فیصد عورتوں کی نمائندہ ہوں اور ہمارے حقوق..... تو اس پر مولانا ہزاروی اٹھے اور فرمایا

”جناب صدر! محترمہ نے ۴۹ فیصد کی نمائندگی کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک فیصد ہیں۔ کیونکہ باقی عورتیں سب گھروں میں بیٹھی ہیں۔ (اور محترمہ آپ تو پردہ چھوڑ کر اسمبلی ہال میں بیٹھی ہیں۔ ”مرتب“)

ایک مرتبہ ایک ممبر صاحب نے قرآنی آیات کو غلط پڑھا۔ اس پر مجاہد ملت کھڑے ہوئے اور فرمایا:

”جناب صدر! یہ قرآن کی آیتیں غلط پڑھ رہے ہیں۔“

مولانا ہزاروی کی تائید میں مبلغ اسلام مولانا عبدالحکیم نے فرمایا:

جناب صدر! قرآن میں زیر، زبر کا لحاظ رکھ کر پڑھنا چاہئے۔ اپنی طرف سے اس طرح نہیں پڑھا جاسکتا۔ (مثلاً ایک شخص انعمت علیہم کی جگہ انعمت علیہم، زبر کی جگہ قصداً پیش پڑھے گا۔ تو کافر ہو جائے گا)

قومی زبان:

عبوری آئین کا مسودہ جب انگریزی میں لکھا ہوا مولانا کو دیا گیا تو اس پر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

”جناب سپیکر! پرسوں میں نے ڈپٹی سیکرٹری ایوان ہذا سے عرض کیا تھا کہ دفتر سے ہمیں یہ ہدایت ملی ہے کہ جو لوگ اردو زبان چاہتے ہیں کہ تحریریں ان کے پاس پہنچیں وہ ہم کو لکھ کر دیں۔ میں نے لکھ کر دیا۔ اس کے بعد پرسوں میں نے ان سے عرض کیا اور ان سے شکایت بھی کی۔ اس پر وہ وعدہ بھی فرمانے لگے کہ آئندہ آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔ لیکن آج جو ترمیم کی کاپی ہم کو پہنچی ہے وہ انگریزی میں ہے۔ اس پر ہم کیا غور کر سکتے ہیں۔ تو عرض ہے کہ قومی زبان کے ساتھ اتنی بے اعتنائی کرنا اس ایوان کے شایانِ شان نہیں ہے۔“

مسٹر چیئرمین فضل الہی:- یہ تو پہلے یقین دہانی کرائی جا چکی ہے کہ آئندہ جو بھی دستاویزات اسمبلی کے دفتر سے ممبران کے پاس پہنچائی جائیں گی وہ جس زبان میں یعنی اردو یا انگریزی میں وہ چاہیں گے اسی زبان میں ان کو وہ تحریریں روانہ کر دی جائیں گی۔۔۔ لیکن اس دفعہ چونکہ وقت بہت تھوڑا ہے تو یہ وقت اسی سیشن میں تھا۔ اس کا حل جو پہلے دن تلاش کیا گیا وہ یہ تھا کہ میاں محمود علی قصوری لاء منسٹر اردو میں ترمیم کے متعلق بتلائیں گے کہ وہ ترمیم کیا ہیں۔ آپ (مولانا ہزاروی) جیسے تجربہ کار اور

پارلیمنٹ کے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ آپ ویسے بھی انگریزی سمجھ لیتے ہیں اور اگر نہ بھی ترجمہ کیا جائے تو آپ کو دقت نہ ہوگی۔

حضرت ہزاروی: ”یہ ایک اصولی بات ہے۔“

مسٹر چیئرمین: ”وہ آئندہ کے لئے یقین دہانی ہے۔ آئندہ جو اسمبلی کا سیشن ہوگا لیکن تین دن کے چھوٹے سے سیشن میں یہ نہیں کیا جاسکتا۔“

حضرت ہزاروی: ”یعنی ہم کو جو یقین دہانی کرنی گئی تھی ہم اس کو معاف کر دیں۔“

مسٹر چیئرمین: ”یقین دہانی آئندہ کے لئے ہے۔ اس سیشن میں تو معافی مانگی گئی تھی اور آپ نے معافی دے دی۔ کچھ فرمادیں کہ کیا ترائیم ہیں۔ آپ کے ایک ممبر صاحب پشتو زبان میں تقریر کی اجازت چاہتے ہیں۔ مگر ان کو اجازت نہیں مل رہی ہے۔ اس پر مولانا نے فرمایا

”اردو زبان کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے اگر ایسا کیا جائے کہ انکو

پشتو میں بولنے کی اجازت دی جائے (جبکہ غیر قومی زبان انگریزی

میں بھی تقریریں ہو رہی ہیں) تو اس میں کیا حرج ہے۔ قومی زبان جو

اردو ہے وہ یہاں اس وقت استعمال نہیں ہو رہی ہے۔ (اگر انگریزی

سچ سچ کی اجازت ہے تو صوبائی زبان میں کیا حرج ہے۔)“

حضرت مولانا ہزاروی کی سیاست پر گہری نظر تھی وہ ساری زندگی برطانوی

سامراج اور اس کے گماشتوں سے برسرِ پیکار رہے اور یہ نفرت و عداوت ان کے دل و

دماغ پر آخر تک حاوی رہی۔ حضرت ہزاروی کی ساری زندگی اللہ کے دین کی

سرفرازی و سربلندی کے لئے وقف تھی۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی

میں اس لئے مسلمان ، میں اس لئے نمازی

باب ۱۰

سفرِ آخرت کی روئیداد

دنیا میں جو کوئی بھی پیدا ہوا اس نے آخر ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ بقا صرف اللہ کی ذات کو حاصل ہے۔ نبی اکرم ﷺ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اعلان فرمایا

”جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتے تھے ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ محمد وصال فرما گئے ہیں اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرتے تھے انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔“

اولیاء اللہ کی وفات جس کا نام وصال ہے اس لئے حسرتناک نہیں کہ اب ان سے دنیا اور دنیا کی لذات چھوٹ گئیں کیونکہ چھوٹی ہوئی چیز کا چھوٹنا کیا مگر اس وجہ سے اندوہناک ضرور ہے کہ ان کے روشن اور منور چہروں کے غائب ہو جانے پر ہزار ہا مخلوق کی آرزوئیں ملیا میٹ ہو جاتی ہیں۔ جس محبوب کا رخ انور برسہا برس مریدوں اور شاگردوں کے لئے مرجع اور مرکز ہو اس کا اچانک نظروں سے غائب ہو جانا کیسا

دل دوز منظر ہے۔ اس کو ان محبین صادقین سے دریافت کرنا چاہئے جنہیں حضرت مجاہد ملت کا قرب اورصال حاصل تھا۔ حضرت ہزارویؒ کی وفات اور آخری لمحات کی داستان بیان کرتے ہوئے مخدوم و مکرم حضرت مولانا عزیزالرحمان ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

آخری ایام میں راولپنڈی کا سفر:

”حضرت ہزارویؒ کو جیسا کہ کسی طرح علم ہو گیا ہو آخری دو ماہ میں کئی بار راولپنڈی تشریف لائے اور نئے پرانے تمام ساتھیوں سے خوب خوب ملے کہا سنا معاف کرایا۔ دسمبر میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی دعوت پر ربوہ بھی تشریف لے گئے۔ ان کے ہمراہ حضرت کے خادم خاص مولانا مسعود الرحمان صاحب ٹیکسلا والے بھی تھے۔ واپسی پر میرے ہاں راولپنڈی تشریف لائے تو سجد خوش نظر آ رہے تھے۔ ربوہ کی تمام کارروائی بھی سنائی۔ دوسرے دن میں خود حضرت کو بفقہ چھوڑ کر آیا۔ چند دنوں بعد پھر حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب درویش ہری پور ہزارہ کے ہمراہ تشریف لائے، فرمانے لگے حضرت مولانا عبداللہ صاحب خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد کی دعوت پر تقریر کے لئے آیا ہوں۔ اس بہانے دوستوں سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔ تین روز پنڈی میں قیام رہا اور برخوردارم لطیف الرحمان واپس بفقہ چھوڑنے ساتھ گیا۔

بعض اکابر و احباب سے ملاقاتیں:

ایک ہی ہفتہ بعد یعنی وفات سے آٹھ روز قبل حافظ

صاحب چنیوٹی کے ہمراہ پھر تشریف لائے مختلف احباب سے ملاقاتیں کیں اور کہا سنا معاف کرنے کو فرماتے رہے۔ اپنے داماد یوسف خان صاحب کے ہاں قیام فرمایا۔ جمعرات کو اٹک میں حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسنی صاحب مدظلہ سے بھی ملاقات کے لئے گئے۔ اٹک سے واپسی پر جمعہ کی رات چوہڑ میں میرے ہاں قیام فرمایا۔ مولانا مسعود الرحمان صاحب بھی ساتھ تھے رات دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔ ہم نے باصرار حضرت کو آرام کرنے کے لئے عرض کیا ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ مولانا کی راولپنڈی میں آخری رات ہے۔ جمعہ کے روز حضرت مولانا حافظ ریاض احمد صاحب اشرفی مرحوم و مغفور کے گھر تعزیت کیلئے تشریف لے گئے۔ ہم دونوں ساتھ تھے آپ کی عجیب و غریب کیفیت تھی۔

آخری آٹوگراف:

واپسی پر اپنے ایک دوست مولانا حکیم عبدالرحمان صاحب سے ملے۔ حکیم صاحب نے مولانا کو کچھ تحریر دینے کو کہا تو آپ نے یہ شعر لکھ کر دیا۔

کریمیا بہ بخشائے بر حال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

آخری تقریر:

اسی دن جمعہ اپنی سابقہ جگہ بھوسہ منڈی میں پڑھایا اور
تقریر میں فرمایا کہ :

”یہ میری آخری تقریر سمجھیں۔“

تقریر ٹیپ موجود ہے۔ بھوسہ منڈی کے حجام نے ناخن کاٹے تو
بروایت مولانا مسعود الرحمان صاحب اس سے بھی فرمایا:
”آخری بار ناخن کاٹ لو۔“

سائنس نکلنے کی دیر ہے:

جمعہ کے بعد مولانا قاضی شمس الدین صاحب مدظلہ کے
ہمراہ اپنے دیرینہ رفیق اور مخلص دوست بقیۃ السلف مولانا حکیم داؤد
صاحب کے گھر ٹیکسلا پہنچے۔ راقم بھی ہمراہ تھا، رات گئے مجلس رہی
جس میں زیادہ تر فکرِ آخرت پر ہی گفتگو ہوتی رہی۔ عمر عزیز کی گذشتہ
یادیں تازہ فرمائیں۔ چونکہ تینوں بزرگ بہت ہی پرانے رفیق تھے
اس لئے دنیوی سفر کی آخری رات اور یہ مجلس روح پرور تھی حضرت
نے روایتی انداز میں فرمایا:

”اجی بس سائنس نکلنے کی دیر ہے اور اللہ پاک کے سامنے حاضری ہو جائیگی۔“

آخری سفر:

ہفتہ کے دس بجے راقم، مولانا مسعود الرحمان اور برادر م
برخوردار لطیف الرحمان حضرت مرحوم کے ہمراہ ٹیکسلا سے مانسہرہ پہنچے
وہاں سے حضرت اپنے ایک رشتہ دار کے ساتھ بٹھ چلے گئے اور ہم
دونوں لطیف الرحمان کی شادی میں شرکت کے لئے آبائی گاؤں
روانہ ہو گئے۔ یہی آخری سفر تھا جو حضرت نے کیا۔ تیسرے دن ہمیں
اطلاع ملی کہ حضرت وصال فرما گئے ہیں۔ ایک بجلی سی کوند گئی لیکن

مالک کی رضا پر ہم راضی تھے۔ ۱۲ بجے برفہ پہنچے۔

وصیتیں اور کلمہ طیبہ کا ورد:

معلوم ہوا کہ حضرت گھر کے لئے سودا لینے تشریف لے گئے واپسی پر گر گئے غالباً سینہ پر چوٹ لگی۔ بے ہوشی کی حالت میں گھر لائے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہوش آیا۔ تکلیف کا اظہار نہیں فرماتے تھے اپنے بھائی مولانا فقیر محمد صاحب کو بلایا جنازہ میں جلدی کرنے اور نام و نمود سے پرہیز کی تاکید کی، مولانا فقیر محمد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ بلند آواز سے کلمہ شریف کا ورد فرماتے رہے جس کا مطلب ہم کو گواہ بنانا تھا۔ میں نے عرض کیا ذکرِ خفی بہتر ہے۔ قاضی عبدالقیوم صاحب نے بتایا کہ مجھے بلوا کر فرمایا کہ کہا سنا معاف کرنا میں نے عرض کیا آپ معاف کر دیں۔ فرمایا ”میں نے سب کو معاف کر دیا ہے“۔ رات بھر اطمینان کے ساتھ کلمہ شریف کا ورد فرماتے رہے۔

قبلہ رخ ہو کر بارگاہِ قدس میں پہنچ گئے:

جب ڈاکٹر و حکیم کو بلانے کے لئے عرض کیا گیا تو فرمایا اللہ پاک سے بڑھ کر کوئی حکیم نہیں ہے، مولانا نذیر احمد خطیب برفہ، قاضی عبدالقیوم صاحب، مولانا گل محمد صاحب اور دیگر افرادِ خانہ موجود رہے، زندگی کے آخری لمحات میں انبیاء علیہم السلام کی سنت کے عین مطابق سب کو فکرِ آخرت اور توکل علی اللہ پر مبنی وصیتیں فرمائیں۔ مولانا نذیر احمد صاحب نے بتایا کہ آخری لمحات میں میں نے یہ کلمات پڑھے۔ رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تَعْسِرْ (اے رب آسانی فرما، تنگی

نہ فرما) حضرت نے فوراً ان کلمات کی تکمیل کی اور خود ہی و تمام
بالخیر فرمایا (یعنی خاتمہ بالخیر ہو) چنانچہ اسکے ساتھ ہی حضرت نے
کلمہ شریف پڑھنا شروع کیا اور جھٹکے کے ساتھ خود ہی چہرہ مبارک قبلہ
رخ کر دیا، اور خاتمہ بالخیر کی تمنا پوری ہو گئی۔

بعد الوفات رخ انور:

باوجود سخت موسم کے بفقہ کی تاریخ میں رات بھر بجلی رہی لیکن ادھر خدا
کے ولی کا نورانی روح جسد خاکی سے علیین کو پرواز کر گیا اور ادھر بجلی
یکلخت بجھ گئی۔ وفات سے قبر تک کے حالات کو دوست تو کیا دشمنوں
نے بھی دیکھا تو حضرت کی ولایت کے قائل ہو گئے۔

نمازِ ظہر کے بعد غسل دیا گیا۔ میں خود غسل میں موجود تھا بلا
مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ میں نے اس قدر مسکراہٹ مرنے کے بعد کسی
کے چہرے پر نہیں دیکھی۔

نشانِ مردِ مومن باتو گویم

چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

مسکراہٹ کے ساتھ چہرہ بہت زیادہ چمک رہا تھا چہرہ مبارک
کو دیکھ کر غسل دینے والے سعادت مند افراد کی زبانوں سے بے
ساختہ سبحان اللہ کے کلمات بار بار نکل رہے تھے۔ جسم مبارک غسل
کے وقت اتنا گرم تھا جیسا کہ شدید بخار ہو۔ اسی طرح نرم بھی تھا۔

روضہ اطہر کی خاکِ پاک:

غسل کے بعد راقم نے حضرت کے چہرے، سینہ اور
داڑھی مبارک پر تبرک چھڑکا۔ یہ تبرک محبوبِ کبریا خاتم النبیین، شفیع

المذنبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے روضہ اطہر کی خاک پاک تھی جو احقر کو برکت العصر مرشد عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدنی دامت برکاتہم کے ایک منظور نظر خلیفہ مجاز نے دی تھی حضرت ہزارویؒ کو اس کا علم تھا مزید نعمت یہ ملی کہ آپ کی آنکھوں پر غلاف کعبہ شریف کے ٹکڑے رکھے گئے۔ حضرت ان کے حقدار تھے کیونکہ آپ کو اللہ کریم اور جناب نبی اکرم ﷺ سے جو عشق و محبت تھی وہ اظہر من الشمس ہے۔ قبر کا جس قدر قرب بڑھتا جا رہا تھا چہرہ مبارک پر نورانیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ بے حد متاثر اور جذبات سے مغلوب ہو کر میں نے آپ کی پیشانی کو بوسہ بھی دیا۔ حضرت بالکل دولہا معلوم ہو رہے تھے بڑھاپے کے آثار ختم جیسے جوان ہوں۔

آخری دیدار :

نماز عصر کے بعد نماز جنازہ ان کے بھائی حضرت مولانا فقیر محمد صاحب مدظلہ نے پڑھائی اور عظیم مجمع جس میں اکثریت صلحاء کی تھی آخری دیدار کے لئے مجمع پروانوں کی طرح ارد گرد جمع ہو گیا۔ بارش کے باوجود سب مصر تھے کہ چہرہ مبارک دیکھیں گے سایہ کا انتظام کر کے سب کو زیارت کرائی گئی اور مغرب کے قریب اخلاص و لٹہیت کا عظیم پیکر مالک حقیقی کے سپرد ہوا۔ باوجود اندھیرے کے جن کو قبر میں زیارت کرائی گئی ان کا حلیہ بیان ہے کہ مولانا کا چہرہ مبارک ستارے کی مانند چمک رہا تھا اور کیوں نہ ہوتا ؟ عظیم انسان نے پوری زندگی رضائے مالک میں گذاری، حبت

دنیا سے دور رہے۔ ہر باطل کے لئے طوفانِ نوح ثابت ہوئے انہیں
یہ اعزاز ملنا چاہئے تھا۔

ایک عجیب واقعہ :

مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کے ایک دامادرات دو بچے کے قریب ان
سے رخصت ہو کر اپنے گھر گئے جب وہ سو گئے تو بے اختیار زبان پر
قرآن کریم کی یہ آیت جاری تھی۔ ”فقبضناہ الینا قبضاً
یسیراً“ اٹھے تو حضرت وصال فرما چکے تھے۔ حضرت پر ذرہ برابر بھی
اثر نہیں تھا اور نہایت مطمئن تھے آپ کا حلق بھی خشک نہیں ہوا تھا اور
کیوں ہوتا اس حلق سے انہوں نے ختم نبوت کے ڈاکوؤں، صحابہ کرامؓ
کے دشمنوں اور منکرین حدیث وغیرہ فرق باطلہ کا زوردار تقریروں
کے ذریعے تعاقب کیا تھا۔ آج مالکِ حقیقی نے اس کے بدلے تر ہی
رکھا۔ آپ نے عمل سے دشمنوں کے جھوٹ کا جواب اور دنیا سے بے
رغبتی کا ثبوت دیا۔ آبائی مکان کے علاوہ آپ کی نہ کوئی زمین تھی اور
نہ ہی بینک بیلنس تھا۔ وصال سے ایک سال قبل ہی ذاتی مطالعے کی
کتابیں راقم کو اور دوایاں مولانا مسعود الرحمن کو عنایت فرمائیں
مکان آدھا اہلیہ محترمہ اور آدھا بڑی بچی کو دیا۔ باقی اور تھا ہی کیا؟ کہ
تقسیم ہوتا۔ آپ اپنے اسلاف کرام کے سچے نمونہ تھے۔ اللہ کریم ان
کی قبر کو جنت کا باغ بنائے اور قیامت میں خصوصی انعامات سے
نوازے اور ہم کو بھی ان جیسا اخلاص و للہیت، اپنی رضا و محبت اور حسن
خاتمہ کی دولت عطا فرما کر قیامت کے دن ان محسنین کی صفوں میں
جگہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا نثری مرثیہ :

مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ کے سانحہ ارتحال پر قومی اخبارات ماہناموں اور ہفت روزوں نے تعزیتی شذرات لکھے۔ استاذی و استاذ العلماء حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے ماہنامہ ”الحق“ کے ادارتی کالم میں ایک وقیع اور مفصل رُلا دینے والی تحریر لکھی۔ ذیل میں اسی سے چند اقتباس نذر قارئین ہیں :

قافلہ حق و صداقت کے آخری سپاہی :

”یا اسفا ! قلم کا جگر کیوں شق نہ ہو، اور دل و دماغ کیوں جواب نہ دے بیٹھیں، جبکہ کسی ایک متاعِ عزیز کے کھو جانے کے ماتم و شیون سے فارغ ہوئے بغیر لگاتار اپنی ساری متاعِ دین و دنیا سے ایک ایک کر کے محروم ہونا پڑ جائے۔ ایسا لگتا ہے کہ علم و فضل، زہد و تقویٰ، جہاد و ریاضت کے سارے تارے ٹوٹ ٹوٹ کر ہم غم گساروں کو شبِ دیجور کے حوالے کر رہے ہیں۔ ایمان و یقین اور اخلاق و شرافت کے چمکتے ہوئے ہیروں کی جو مالا اکابر علماء حق کی شکل میں ملت مسلمہ کے سنگار کا باعث بنی رہی، وہ جب ٹوٹی تو ایسی ٹوٹی کہ لڑی کا آخری موتی بھی گر کر پیوندِ خاک ہوا چاہتا ہے۔ چودھویں اور پندرہویں صدی ہجری کا سنگھم تو درحقیقت صدی کا عام الحزن ثابت ہونے لگا کہ جو ستارہ غروب ہوا کسی نعم البدل کی شکل میں دوبارہ اُبھر ہی سکا، اور اب تو ہر طرف اندھیر ہی اندھیر ہے۔ وہ دیکھو قافلہ حق و صداقت کے آخری سپاہی بھی کتنی تیزی سے ایک ایک کر کے دارِ فانی کی سرحد عبور کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ.....“

دیکھو جسے راہِ فنا کی طرف رواں
تیرے محلِ سرا کا یہی راستہ ہے کیا
ابھی محمود الملت والدین مولانا مفتی محمودؒ کے غم سے فارغ نہ ہوئے
تھے کہ یکا یک ملت کے غمخوار، عمر بھر حق و صداقت کے لئے باطل
سے برسریا اور چراغِ مصطفوی کی حفاظت کے لئے شرارِ بولہبی
سے ستیزہ کار مردِ مجاہد، بطلِ جلیل حضرت مخدومنا مولانا غلام غوث
ہزاروی نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ ورحمۃ اللہ واسعۃً۔“

فرقِ باطلہ کا تعاقب :

”۱۹۳۴ء میں پشاور کی مشہور شریعت کانفرنس منعقد ہوئی، تو نہ صرف
اس میں شریک ہوئے بلکہ انتظام و انصرام میں بھی بنیادی حصہ لیا۔
مجلسِ احرار کی تشکیل ہوئی، تو اس کے ہراول دستہ اور رکنِ تاسیسی
ثابت ہوئے۔ اسی اثنا میں ”خاکسار تحریک“ کا غلغلہ اٹھا، جو اپنی
فکری و عملی جدت آفرینیوں اور اس کے قائد کی فکری زلیغ اور کج روی
اور سب سے بڑھ کر علماء و سلف سے بیزاری دینی و اسلامی جماعتوں
اور محترم اشخاص کی تحقیر و تضحیک کی وجہ سے ملت کے لئے ایک فتنہ
ثابت ہو رہا تھا۔ علماء حق نے بروقت اور بجا طور پر اس فتنہ کی خبر لی
اور اسے روکا۔“

مولانا ہزاوی مرحوم دیگر محاذوں کے ساتھ ساتھ اس محاذ پر
بھی ڈٹ گئے اور بے جگری سے لڑے، قصبہ قصبہ اور شہر شہر جا کر اس
فتنہ کا تعاقب کیا۔ اکوڑہ خٹک سے غالباً سب سے پہلا واسطہ مولانا کا
اسی سلسلہ میں پڑا۔ ”فتنہ مشرقی“ کی جڑیں یہاں بھی پھیلنے لگیں۔

سرحد کے اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ اور دین سے باخبر دو ایک علماء بھی اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ فیصلہ مناظرہ پر چھوڑ دیا گیا۔ ”خاکسار“ کی طرف سے ایک جید عالم مولانا مروت صاحب نامزد ہوئے اور دوسری طرف سے ہمارے مولانا ہزاروی مرحوم، ”ثالث اور حکم“ کے لئے مسلمانوں نے حضرت والد ماجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ پر اتفاق کیا، جو کچھ عرصہ قبل دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہو کر تشریف لائے تھے اور گھر کی مسجد میں مصروف درس و تدریس تھے۔ مناظرہ ہوا اور خوب زور دار کہ جس کا چرچا عرصہ تک گرد و نواح میں ہوتا رہا اور ہم نے بزرگوں سے بارہا اس کا ذکر سنا۔ مولانا ہزاروی نے حق و صداقت پر مبنی موقف کی زور دار و کالت کی۔ ثالث اور حج یعنی حضرت والد ماجد نے فیصلہ مولانا کے حق میں دیا۔ الحمد للہ کہ اس مناظرہ کی تفصیلی روئیداد ایک موقع پر مولانا مرحوم نے راقم الحروف کو قلمبند کرائی جو محفوظ ہے اور کسی اور موقع پر شائع کی جائے گی۔

اخلاص، جوشِ عمل اور سوزِ دروں :

”احرار نے جہادِ آزادی کے سلسلہ میں سول نافرمانی کی تحریک شروع کی، تو نتیجہً مولانا کو ۱۹۴۲ء کا سال ڈیرہ اسماعیل خان جیل میں گزارنا پڑا۔ احراری سرگرمیوں کے ساتھ جمعیتہ العلماء ہند کی رکنیت بھی قائم رکھی اور اس کے کاموں میں حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی تو اس میں نمایاں کردار ادا کیا۔ علماء حق کا شیرازہ مجتمع کرنے کی فکر دانگیر ہوئی تو ۱۹۵۶ء میں حضرت شیخنا و استاذنا مولانا

احمد علی لاہوری کی سرپرستی و قیادت میں جمعیت علماء اسلام کو وسیع پیمانے پر از سر نو ر منظم کیا۔ مولانا مرحوم پہلے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے اور حضرت لاہوری جمعیت کے پہلے امیر اور پھر جب علماء کے پچھڑے ہوئے قافلہ کی ترتیب اور نئی شیرازہ بندی میں منہمک ہو گئے تو اخلاص، جوشِ عمل اور سوزِ دروں کا زاہد راہ لے کر اس کام میں وہ وہ صعوبتیں اور مشقتیں اٹھائیں کہ الامان والحفیظ۔

بڑوں کے ناز اور ہم عصروں کے نخرے اٹھائے، چھوٹوں کی منتیں کیں بزرگوں کے بستر اور جوتے اٹھا اٹھا کر اور خوشامد کر کر کے انہیں مدرسہ و خانقاہ کے گوشہ ہائے عافیت سے نظم و جماعت اور جہاد و سیاست کی رزم گاہ میں کھینچنا چاہا۔ اسی اشار و کھی سوکھی پر گزارا کرتے رہے، جو قوتِ لایموت ملی بھی اسے اس دور میں جمعیت کے آرگن ”ترجمانِ اسلام“ کے زندہ رکھنے میں خرچ کیا، یہاں تک کہ موٹا جوٹا کھدر قسم کا ایک جوڑا تھا، جمعیت کے دفتر دہلی دروازہ میں قیام کے دوران اس کی دھلائی بھی قیمتاً نہ کر سکے تو خود لنگی باندھ کر اسے دھو لیتے کہ بچے ہوئے پیسے اخبار کے اخراجات میں لگ جائیں گے۔

ہر صبح سفر ہر شام سفر :

یہ سارا عرصہ دین کی اشاعت، باطل کے تعاقب اور جماعتی تنظیموں کے سلسلہ میں ”ہر صبح سفر ہر شام سفر“ کا مصداق رہا، مگر سفر بھی کیسا کہ بغل میں چھوٹا سا بستہ ایک جوڑا کپڑے اور حوالہ کے لئے فرقِ باطلہ کی دو چار کتابیں، روکھی سوکھی خشک روٹی، تھرڈ کلاس میں سوار ہوئے جگہ نہ ملی تو چپکے سے کسی کونہ میں چادر بچھا کر بیٹھ گئے۔ رات بھر پاؤں

پھیلانے کی کوئی جگہ نہ ملی، تو بیٹھنے کی نشستوں میں کسی سیٹ کے نیچے چادر بچھا دی اور لیٹ گئے۔ منزل مقصود پر پہنچے، خرمن باطل پر یلغار کر دی۔ اگر کسی جگہ داخلہ پر پابندی ہے تو جُل دے کر یہ جاوہ جا اور اب کسی اور محاذ پر شہخون مارنے کے درپے ہیں۔ نہ صلہ کے طالب، نہ ستائش کی تمنا اور نہ میزبان کی میزبانوں سے لطف اندوز ہونے کی فرصت و خواہش۔

متر فین اور صناید پر یلغار :

”اسمبلی میں پہنچ کر ملک کا وہ سرکردہ طبقہ اب براہ راست آپ کی زد میں آنے لگا، جو اب تک سٹیج اور منبر و محراب سے آپ کا نشانہ بنتا تھا اور جس کی اکثریت کو قرآن کریم نے ”اکابر مجرمیہا“ سے تعبیر کیا ہے۔ متر فین اور صناید کا یہ طبقہ مولانا کی تیز و تلخ نشتروں سے تلملا اٹھا۔ اس اثناء میں عائلی قوانین جسے اس وقت کی حکومت نے اپنے وقار کا مسئلہ بنا دیا تھا، کے خلاف آوازیں اٹھ رہی تھیں، جن میں کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور تعامل صحابہؓ کی صریحاً خلاف ورزی کی گئی تھی۔ تہجد اور ترقی پسندی کا مقام تجدید و امامت حاصل کرنے کے شوق میں اس وقت کے صدر نے انہیں نافذ کر دیا جس کے محرکات میں صدر مرحوم کے گھریلو اور خانگی کچھ عوامل بھی کار فرما ہے، جس نے بچپن سے موصوف کو ”تعدد ازدواج“ سے برگشتہ کر دیا تھا۔“

اپوان حکومت میں اعلانِ حق :

”اسمبلی میں اس کے خلاف قرارداد پیش ہوئی۔ فضا ناساز بلکہ مخالف

تھی، مگر مولانا نے برجستہ ایسی عالمانہ اور پُر مغز اور مؤثر تقریر فرمائی کہ ایوان کی اکثریت نے اس قرارداد کی تائید کی اور وہ پاس ہو گئی۔ اس سے مغرب زدہ طبقہ عموماً اور آزادی نسواں کی شوقین خواتین میں خصوصاً اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ مولانا کا جی بھر کو مذاق اڑایا گیا، مگر اظہارِ حق اور غلبہٴ حق کی یہ سعادت مولانا کو حاصل ہو گئی۔ بعد میں جب وہ قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تب بھی ان قوانین کے خلاف مؤثر ترجمانی کی اور اسمبلی میں موجود تجدید پسند خواتین ان کے چھپتے ہوئے ظریفانہ نشتروں سے سٹپٹا کر رہ جاتیں۔ نشتر زنی اور حاضر جوابی سے مقابل کے وار کو اسی کی طرف پلٹا دینا مولانا کی پوری اجتماعی اور پارلیمانی زندگی کا ایک دلچسپ باب ہے۔“

ایک نادر و نایاب خوبی :

”مولانا کی ایک بڑی نایاب و نادر خوبی سیاست کے ہنگاموں، سٹیج کے شور و شر، بحث و مناظرہ کی گرما گرمی کے ساتھ ساتھ زہد و ریاضت اور اوراد و وظائف، شب بیداری اور اپنے رب سے سوز و گداز کے روابط کا برقرار رکھنا تھا جو اس دور میں عنقا سے کم نہیں، وہ بلاشبہ باللیل رہبان و بالنہار فرسان۔ (رات کو راہب دن کو شہ سوار) کا نمونہ تھے۔ جامِ شریعت کے ساتھ سندانِ عشق نباہنا تو سنتے ہیں۔ مگر خارزارِ سیاست میں شریعت و طریقت کے ساتھ ساتھ سوز و ساز رومی اور پیچ و تاب رازی کی قبائے افتخار کو بھی تارتا ہونے سے بچا کر چلنا اس ضعیفِ اسلام ہی کا کام تھا۔

کون کون سی ادا اور کون کون سی خوبی ہے جس سے

ہمارے ان بزرگوں کا گلشنِ حیات مالا مال نہیں۔ وہ جب گذر جاتے ہیں تو ہمیں قدر آتی ہے، پھر ایک ایک کو لوگ لئے روتے ہیں کہ زمانہ نہایت بانچھ ہوتا جا رہا ہے، مہیب خلاؤں کا سماں ہے۔ مولانا مرحوم کا ذکر چلا تو عنانِ قلم روکنے سے بھی نہ روک سکا۔“

دیاریلی کی باتیں :

”مولانا کے جنازہ پر جا کر زیارت اور کاندھا دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ فقر و قناعت، زہد و تقویٰ، جہاد و سیاست، حمیت و شجاعت کا یہ گنج گرانمایہ سپردِ خاک کر دینے کے بعد جب ہم لوگ دیاریلی کی ٹنگ گلیوں سے گذرتے ہوئے واپس ہو رہے تھے، تو ایک ثقہ متدین قسم کے بزرگ نے مجھے ایک واقعہ سنایا اور اسی واقعہ پر ان سطور کو ختم کرتا ہوں۔“

اکلوتا بیٹا، ناموس رسالت پر قربان کر دیا :

”مولانا مرحوم کے جوش و جوانی کا دور تھا۔ اب جبکہ وہ زینہ اولاد سے محروم دنیا سے کوچ کر گئے، مگر مولانا کی زینہ اولاد پیدا ہوئی، ایسے ایک موقع پر مولانا صاحبزادہ اکلوتا بیٹا جو بڑھاپے کا سہارا بن سکتا تھا۔ شدید بیمار ہوا۔ بیماری سکراتِ موت کی حدود میں داخل ہوئی کہ اچانک بالاکوٹ سے اطلاع آئی کہ وہاں قادیانیوں نے پرزے نکال لئے ہیں اور فوراً پہنچنے کی ضرورت ہے۔ مولانا نے جاں بلب لختِ جگر کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ تقریر و مناظرہ کی کتابیں بغل میں اٹھائیں اور چل پڑے۔ لوگوں نے بے حد روکا کہ حالتِ مخدوش

ہے۔ فرمایا تم لوگ موجود ہو اور وہاں ناموس ختم نبوت کے تحفظ کی بات ہے۔ روانہ ہوئے، ابھی بفقہ کی ذیلی سڑک سے بالاکوٹ جانے والی سڑک پر پہنچے تھے کہ کسی نے نورِ نظر بیٹے کی وفات کی اطلاع دی۔ فرمایا تم لوگ دفن کر دینا، اللہ نے اپنی امانت واپس لے لی۔ مجھے بالاکوٹ پہنچ کر قادیانیوں کا تعاقب کرنا ہے۔ اللہ اور رسول کی بات ہر چیز پر مقدم ہے۔

مولانا نے بیٹے کے آخری دیدار اور پوری شفقت و محبت کو بھی ناموس دین پر قربان کر دیا اور اپنے روحانی مقتدا سیدنا ابراہیم کی سنت کی پیروی کی ایک اور تابندہ مثال قائم کر دی۔ مجھے خیال آیا کہ کیا عجب آج کی شام بھی ملاءِ اعلیٰ ایک بار پھر ندائے ربانی سے گونج اٹھی ہو کہ :

وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمَ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ
 نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ (والصَّفَّت: ۱۰۴، ۱۰۵)
 يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً
 مَرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝

(فجر: ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰)

(الحق فروری ۱۹۸۱ء)

القاسم اکیڈمی کی ایک تاریخی پیشکش

سوانح شیخ الاسلام

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

ہذا سلسلہ نسب ابتدائی تعلیم اساتذہ اور دلچسپ واقعات ☆ احترام اساتذہ شیخ الہند سے عشق و محبت اور دوران اسارت خدمت و مصاحبت ☆ شیخ الہند کا جانشین ☆ سیرت و کردار اخلاص و للہیت جو دو سخا بے نیازی و استغناء اور جامعیت ☆ انداز تدریس درس حدیث سے عشق و انہماک طلبہ پر شفقت و محبت ☆ عمدہ ثناء جلالت قدر اور بعض درسی افادات ☆ خوف خدا تقویٰ ایثار و توکل اعلیٰ اخلاقی اقدار خدمت خالق اور مہمان نوازی ☆ انابت و عبادت نماز سے محبت اور شوق تلاوت ☆ حضور اقدس ﷺ سے عشق و محبت اطاعت اتباع سنت اور استقامت ☆ سادگی و بے نفسی صبر و تحمل عفو و کرم اور تواضع و خائساری ☆ احسان و تصوف اور سلوک و معرفت میں عظمت مقام مرجعیت محبوبیت اور فنائیت ☆ وعظ و خطابت ارشادات و ملفوظات اور ایمان افروز باتیں ☆ رویائے صالحہ اور کرامات ☆ ذوق شعر و ادب اور پسندیدہ اشعار ☆ مکتوبات ☆ لطائف و ظرائف ☆ حضرت مدنی کا سفر آخرت ☆ خوانِ یغما اور اس جیسے دیگر دلچسپ واقعات کا حسین مرقع ۔

صفحات : 272 قیمت : 120 روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برائچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ صوبہ سرحد پاکستان

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین پیش کش

اماں جی مرحومہ و مغفورہ

تحریر!

مولانا عبدالقیوم حقانی

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سحر انگیز قلم سے ایک حیرت انگیز روح پرور اور ایمان افروز داستان عبرت جسے پڑھ کر پتھر دل نرم اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ ایک ایسی داستان جو سبق آموزی میں سب کے لئے یکساں ہے۔ چار رنگہ کمپیوٹرائزڈ خوبصورت ٹائٹل، شاندار طباعت، مضبوط جلد بندی اور نفیس کاغذ میں چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ خواہشمند حضرات القاسم اکیڈمی سے طلب کر سکتے ہیں۔

صفحات : 135 قیمت : 60 روپے

القاسم اکیڈمی 'جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین عظیم علمی اور فقہی پیش کش

اسلامی آدابِ زندگی

تحریر ! محمد منصور الزمان صدیقی

پیش لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

قرآنی تعلیمات احادیث نبوی عبادات معاملات اعمال کے فضائل بلندی اخلاق و خصائل
محبت و اطاعت رسول محرمات سے اجتناب منہیات کی نشان دہی فرق باطلہ کا تعاقب رد بدعات
دعوت سنت و اتحاد امت خدمت انسانیت الغرض زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کے ہدایات سے
معموز مہد سے خدمت تک اہم ضروری مسائل و احکام سلیم اور با محاورہ زبان میں ایک مطالعاتی معلم اور
مسن کتاب اپنے موضوعات کے تنوع، تفہیم و تسہیل افادیت اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے ایک
اجواب کتاب۔

صفحات : 938 قیمت : 320

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

القاسم اکیڈمی کی تازہ، عظیم اور شاہکار علمی پیش کش



شرح شمائل ترمذی

(دو جلد مکمل)

ایک عظیم خوشخبری

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

ایک نادر تحفہ

حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائل ترمذی کی سہل و دلنشین تشریح، سلجھی ہوئی سلیس تحریر، اکابر علماء دیوبند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، انغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر شوس وائل و تفصیل، رواقہ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قول فیصل، معرکتہ الآراء مباحث پر جامع کلام، علماء دیوبند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمال محمد ﷺ کا محدثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، اردو زبان میں پہلی بار منصفہ شہود پر

صفحات : 1220 قیمت : 500 روپے



القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

القاسم اکیڈمی کی مطبوعات

قیمت	مطبوعات	قیمت	مطبوعات
120	سوانح شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی	300	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی
130	ابوحنیفہ ہند مولانا مفتی کفایت اللہ نمبر	500	توضیح السنن شرح آثار السنن للام النیموی
240	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نمبر	500	شرح شمائل ترمذی (دو جلد مکمل)
75	نقوشِ حقانی	90	اسلامی انقلاب اور اس کا فکری لائحہ عمل
700	بزم منور (چھ جلد)	120	دفاع امام ابوحنیفہ (اردو)
120	مخرف قرآن	90	امام اعظم کے حیرت انگیز واقعات (اردو)
150	سیرت خاتم الانبیاء ﷺ	90	علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات (اردو)
90	میر کاروان مولانا فضل الرحمن	100	خطبات حقانی
60	دفاع امام ابوحنیفہ (پشتو)	90	ارباب علم و کمال اور پیشہ رزق حلال
33	ہدایہ اور صاحب ہدایہ (پشتو)	120	صحبتے با اہل حق
75	الادب الجاری فی ابیات صحیح البخاری	90	ساعتے با اولیاء
66	د امام اعظم حیرت انگیز واقعات (پشتو)	120	مشاہیر کی علمی اور مطالعاتی زندگی
15	دژوند آداب	24	کشکول معرفت (مکمل)
10	قرآنی اعداد و شمار	750	ہدایہ اور صاحب ہدایہ (اردو)
15	عالمانہ مجاہدانہ تقریریں	60	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نمبر
120	اقوال سلف	60	سراغ زندگی
21	فقہی جواہر	60	عبداللہ بن مبارک کے حیرت انگیز واقعات
21	انمول موتی	120	سوانح قائد ملت مولانا مفتی محمود
120	زبدۃ القرآن	120	سوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحق
30	معجزات سرور عالم ﷺ	90	میرے حضرت میرے شیخ
16	آداب المعلمین (پشتو)	120	جمال یوسف
24	انسانی کلوننگ کی شرعی حیثیت	120	آثار صالحہ
50	امام اعظم کے حیرت انگیز واقعات (فارسی)	90	سوانح حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی
75	علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات (پشتو)	22	مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
40	آداب المتعلمین (پشتو)	150	ماہنامہ القاسم کا مولانا سید سلیمان ندوی نمبر
15	روحانی سوغات (پشتو)		

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد، پاکستان



القاسم اکیڈمی کی مطبوعات

- ☆ اسیر مالٹا مولانا عزیز گل
- ☆ ابوحنیفہ ہند مولانا مفتی کفایت اللہ نمبر
- ☆ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نمبر
- ☆ نقوشِ حقانی
- ☆ بزمِ منور (چھ جلد)
- ☆ محرفِ قرآن
- ☆ سیرت خاتم الانبیاء ﷺ
- ☆ میر کاروان مولانا فضل الرحمن
- ☆ تحفہ فکر و عمل
- ☆ حقانی کتابیں
- ☆ الادب الجاری فی ابیات صحیح البخاری
- ☆ روحانی سوغات
- ☆ دژوند آداب
- ☆ قرآنی اعداد و شمار
- ☆ عالمانہ مجاہدانہ تقریریں
- ☆ اقوالِ سلف
- ☆ فقہی جواہر
- ☆ انمول موتی
- ☆ زبدة القرآن
- ☆ معجزاتِ سرورِ عالم ﷺ
- ☆ مردِ مومن کا مقام اور ذمہ داریاں
- ☆ انسانی کلوننگ کی شرعی حیثیت
- ☆ امامِ اعظمؒ کے حیرت انگیز واقعات (فارسی، پشتو)
- ☆ علماءِ احناف کے حیرت انگیز واقعات (پشتو)

- ☆ حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی
- ☆ توضیح السنن شرح آثار السنن للام النیموی
- ☆ شرح شامل ترمذی
- ☆ اسلامی انقلاب اور اس کا فکری لائحہ عمل
- ☆ دفاعِ امام ابوحنیفہؒ (اردو، پشتو)
- ☆ امامِ اعظم کے حیرت انگیز واقعات (اردو)
- ☆ علماءِ احناف کے حیرت انگیز واقعات (اردو)
- ☆ خطباتِ حقانی
- ☆ اربابِ علم و کمال اور پیشہ رزقِ حلال
- ☆ صحبۃ با اہل حق
- ☆ ساعتے با اولیاء
- ☆ مشاہیر کی علمی اور مطالعاتی زندگی
- ☆ کشلول معرفت
- ☆ ہدایہ اور صاحبِ ہدایہ (اردو، پشتو)
- ☆ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نمبر
- ☆ سُرّاعِ زندگی
- ☆ عبداللہ بن مبارک کے حیرت انگیز واقعات
- ☆ سوانح قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ
- ☆ سوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ
- ☆ میرے حضرت میرے شیخ
- ☆ جمالِ یوسفؒ
- ☆ آثارِ صالحہ
- ☆ سوانح حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ
- ☆ مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد، پاکستان